متاعِ نور

رجل عظیم، مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ
بانی "ادارۃ القرآن"، وناظم اول "دار العلوم کراچی" کی سوانح حیات
علمی وعملی کمالات، ہمہ جہتی خدمات اور کارناموں کا مفصل تعارف

مولانا رشید اشرف سیفی
استاذ جامعہ دار العلوم کراچی

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ

متاعِ نور

رجلِ عظیم، مجاہدِ ملّت حضرت مولانا نور احمد صاحب قدّس اللہ سرہٗ
بانی "ادارۃ القرآن" و ناظمِ اوّل "دار العلوم کراچی" کی سوانحِ حیات
علمی و عملی کمالات، ہمہ جہتی خدمات اور کارناموں کا مفصّل تعارف

مولانا رشید اشرف سیفی
اُستاذ جامعہ دار العلوم کراچی

إدارۃ القرآن والعلوم الإسلامیۃ

وَبَادِرِ اللَّيْلَ بِمَا تَشْتَهِي
فَإِنَّمَا اللَّيْلُ نَهَارُ الْأَرِيبِ

[illegible]
بروز الجمعة ١٩ ربيع الثاني
١٣٩٥ھ

(حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ کی تحریر مبارک کا ایک عکس)

انتساب

مرکز محبت والفت، پیکر شفقت ورحمت حضرت والدہ ماجدہ

أدام اللہ بقائہا

کے نام

جو سیرت وکردار میں اپنے والد ماجد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ کی مثالی تربیت کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔

جنہوں نے رفیقہ حیات کی حیثیت سے مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان کی حیات مبارکہ میں گھریلو ذمہ داریوں سے ہمیشہ فارغ رکھا اور ان کی تبلیغی مہمات میں ہر طرح سے معین ومددگار بن کر ان کی جلیل القدر خدمات کے اجر عظیم میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

جنکی بے لوث قربانیوں اور دعائے نیم شبی کے طفیل راقم کے سب بہن بھائی حسن تربیت اور اعلیٰ تعلیم سے بہرہ ور ہوئے۔

آج جب حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ ہم سے رخصت ہوکر زندگی کے تپتے صحراؤں میں ہمیں تنہا چھوڑ چکے ہیں اسی پیکر شفقت ہستی کا سایہ عاطفت ہمارے قلوب کی بے قراری کے لئے سکون کا سامان اور رحمت کی ٹھنڈی چھاؤں ہے۔

بارك الله في حياتها وزادفي زاخر حسناتها

ریاض دہر میں مانند گل رہے خنداں
کہ ہے عزیز تراز جاں وہ جان جاں مجھ کو

رشید اشرف سیفی

مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۶۹-۱۹۶۸ء میں سوشلزم کے خلاف اپنی تاریخی مہم کا آغاز کیا۔ اور اس سلسلے میں دوسری خدمات کے علاوہ لاکھوں کی تعداد میں مختلف رسائل شائع کر کے تقسیم کروائے۔ آپ کی اس مہم کے دور رس تاریخی نتائج ظاہر ہوئے۔ اور ہمارے دور میں سوشلزم کی علمبردار سوویت یونین اپنے انجام کو پہنچ کر دنیا کے نقشے سے مٹ گئی۔ آپ کی شائع کردہ ایسی چند کتابوں کے ٹائٹل کا عکس

روسی ترکستان میں

اسلامی سوشلزم

سمرقند۔ بخارا۔ تاشقند اور روسی ترکستان کے دوسرے حصوں میں اسلامی سوشلزم کے حامیوں کی خوش فہمیاں اور ان کا حسرتناک انجام

عبدالکریم عابد

سوشلزم

اور

مزدور

عبدالکریم عابد

ناشر

نور احمد، ناظم دعوت الحق پاکستان

پرنس اسٹریٹ مسجد طیبہ کراچی نمبر ۱

فون: ۲۳۱۴۴۰

مجلس دعوت الحق کی اہم مطبوعات

۱۔ روسی ترکستان میں اسلامی سوشلزم ۔ قیمت چالیس پیسے
کے حامیوں کا حسرتناک انجام

۲۔ سوشلزم اور مزدور ——— تبلیغی مقاصد کیلئے سیکڑہ پچیس روپے
سوشلسٹ ممالک میں مزدوروں کی حالت زار

۳۔ سوشلزم اور افسر شاہی ۔ فی نسخہ تیس پیسے ۔ سیکڑہ بیس روپے
سوشلزم کے معنی سرکاری افسروں کی غلامی

۴۔ سوشلزم اور کسان ——— زیر ترتیب
سوشلزم سے کسانوں کی بربادی

یہ سب کتابیں مجلس دعوت الحق ڈھاکہ مشرقی پاکستان کے زیر اہتمام بنگلہ میں ترجمہ ہو کر طبع ہو رہی ہیں۔ اہل خیر توجہ فرمائیں تو انگریزی سندھی پشتو گجراتی پنجابی میں بھی فوری ترجمہ ہو کر مجلس دعوت الحق شائع کر سکتی ہے اس سلسلے میں عملی اقدام کے لئے حضرات دفتر دعوت الحق سے زبانی یا تحریری رجوع فرمائیں۔

ناظم دعوت الحق پاکستان، پرنس اسٹریٹ مسجد طیبہ کراچی نمبر ۱ فون ۲۳۱۴۴۰

کیپٹل ازم

ناجائز سرمایہ کاری

کے بارے میں

مختلف مکاتیب فکر کے مقتدر علمائے کرام کا متفقہ فتویٰ

مرتبہ

نور احمد ناظم دعوت الحق پاکستان

ناشر

مجلس دعوت الحق پاکستان

پرنس اسٹریٹ مسجد طیبہ کراچی نمبر ۱

فون: ۲۳۱۴۴۰

فہرست مضامین

موضوع | صفحہ نمبر

باب دوم: آب زر ۱۷۳

(خدمات اور کارنامے)

باب سوم: نور باطن ۲۷۳
(سیرت و کردار)

باب چہارم: قدر جوہر ۳۱۷
(نقوش و تاثرات)

باب پنجم: نوائے دل ۳۹۹

تعزیتی پیغامات و خطوط اور اخبارات و رسائل

حرفے چند

والد ماجد مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ کی رحلت کو ایک عرصہ ہوگیا لیکن جب بھی اس پیکر محبت وشفقت کا خیال آتا ہے تو یادوں کا ایک جہاں سامنے آکر دل کو مضطرب اور بے کل کر دیتا ہے۔

کس کی یادیں خرمن دل میں ہیں عارف شعلہ زن
سوزش افزوں سے خاکستر ہوا جاتا ہے دل

اس سوانح حیات کے لئے قلم اٹھاتے وقت احقر کے پیش نظر اس اولوالعزم مرد آہن کی عظیم شخصیت تھی جس کی ساری زندگی نام ونمود اور شہرت کے معروف ذرائع سے دور رہ کر تعلیمی، تبلیغی اور سیاسی میدانوں میں کسی نہ کسی جہت سے خدمت دین میں صرف ہوئی، اس رجل عظیم نے تحریک پاکستان سے لیکر روز وفات تک ملک وملت کے نہ جانے کتنے بے شمار اہم کاموں میں موثر اور بھرپور حصہ لیا لیکن ایسی بے نفسی اور اخلاص کے ساتھ کہ جب ان کارہائے نمایاں کی تاریخ مرتب کی جائے تو شاید اس "خاموش مجاہد" کا نام ہی نہ آئے یا آئے تو مختصر اور سرسری انداز میں۔

خود اپنی اور بعض اعزہ کی خواہش پر اس مجاہد ملت کی سوانح کا کام قرب قرابت کی نعمت خداداد کے زعم میں راقم نے شروع تو کر دیا لیکن جب اس سلسلے میں مواد جمع کرنا شروع کیا تو اس ناکارہ کو شدت کے ساتھ اس کام کی عظمت اور اپنی کم مائیگی کا احساس ہوا کہ کہاں یہ بسم اللہ کے گنبد کا مکیں اور کہاں دینی خدمت کے میدانوں میں شب وروز سرگرم وسرگرداں ایک متحرک وفعال شخصیت جس کے کارہائے نمایاں اور حیات مبارکہ کے روشن پہلوؤں کا مختصر

جائزہ بھی اس کوتاہ نظر کے لئے مشکل ہے' اس خیال سے ہمت ٹوٹنے لگی لیکن پھر بھی

یابم اورا یانیابم جستجوئے می کنم
حاصل آید یانیاید آرزوئے می کنم

کا جذبہ غالب رہا اور "ما لا یدرك كله لا يترك كله" پر عمل کرتے ہوئے کام جاری رکھا' اللہ جل شانہ نے مدد فرمائی اور تھوڑے ہی عرصے میں ایک مختصر سوانح تیار ہوگئی۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہت گل
نسیم صبح تیری مہربانی

ہنگامہائے روزگار میں ایک طویل عرصہ تک راقم اس سوانح پر نظر ثانی نہ کر سکا' بعد میں جب وقت نکال کر اس سوانح کے مختلف مقامات پر نظر ڈالی تو ہر باب میں اس مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے بڑی کمی محسوس ہوئی اور متعدد ترمیمیں اور اضافے کرنے پڑے' اس طرح اختصار کی پوری کوشش کے باوجود یہ سوانح توقع سے زیادہ طویل ہوگئی اس طوالت کے باوجود جب اس بلند اقبال برگزیدہ شخصیت کے اوصاف وکمالات پر نظر جاتی ہے تو یہ سوانحی مجموعہ اب بھی بے وقعت معلوم ہوکر تشنگی کا احساس رہتا ہے' بقول حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی ودریا ہمچناں باقی

بہرحال تمام تر کمی اور کوتاہی کے باوجود اپنے دور کی ایک اولوالعزم شخصیت کی سوانح حیات آپ کے ہاتھوں میں ہے جو اس مجاہد ملت کی سوانح عمری کے علاوہ اس کی جلیل القدر خدمات' ہمعصر ممتاز شخصیات کے نقوش وتاثرات' مختلف سبق آموز قصوں' متعدد مفید باتوں اور حضرت مفتی اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کے

اصلاحی مکاتیب وغیرہ پر مشتمل ہے' اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرماکر اس کتاب کو راقم کے لئے ذخیرۂ آخرت اور قارئین کے لئے زیادہ سے زیادہ نافع اور فائدہ مند بنائے وما ذلک علی اللہ بعزیز

راقم ان تمام حضرات کا بے حد ممنون ہے جنہوں نے اس سوانح کا مواد جمع کرنے یا اس کی ترتیب وتصحیح میں کسی بھی درجے میں مدد فرمائی یا اپنے مفید مشوروں سے نوازا' اللہ تعالیٰ انہیں دین ودنیا میں اس کا بہتر سے بہتر اجر عطا فرمائے۔

اس کتاب کے حسن ظاہر یعنی کمپیوٹر کی بہترین کتابت اور اعلیٰ طباعت وتجلید کا سہرا برادران عزیز مولوی نعیم اشرف نور اور مولوی فہیم اشرف نور سلمہما اللہ کے سر ہے جنہوں نے اس سلسلہ میں غیر معمولی دلچسپی اور محبت وعقیدت کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑی محنت سے کام لیا' اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ جل شانہ ہمیں والد بزرگوار ﷫ کے نقش قدم پر چلنے' ان کے مشن کو آگے بڑھانے اور ان اہداف تک پہنچنے کی توفیق دے جو ہمہ وقت ان کے پیش نظر رہے اور اللہ تعالیٰ ان کی کامل مغفرت فرماکر جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند فرمائے اور اپنے مقامات قرب میں پیہم ترقی درجات عطا فرماکر ان پر اپنی بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

۲/ رجب المرجب ۱۴۱۴ھ

۱۶/ دسمبر ۱۹۹۳ء

بروز پنج شنبہ

رشید اشرف سیفی

عفا اللہ عنہ

دار العلوم کراچی ۱۴

مجاہد ملت
حضرت مولانا نور احمد رحمہُ اللہ

محترم جناب محمد احمد سعید صاحب مرحوم بلند پایہ شاعر ہونے کے علاوہ فن خطابت کے شہسوار تھے جامعہ ملیہ دہلی اور علی گڑھ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی۔ اپنے حسن خلق ہردل عزیزی اور تقریر کی بے پناہ صلاحیت کی بناء پر ۵۳ - ۱۹۵۲ء میں علی گڑھ یونیورسٹی یونین کے پہلے صدر منتخب ہوئے جبکہ اس سے پہلے یہ عہدہ وائس چانسلر یا پرووائس چانسلر کے لئے مختص تھا اور طالب علم زیادہ سے زیادہ نائب صدر ہی ہوسکتا تھا۔ علی گڑھ سے تعلق رکھنے کے باوجود دینی حمیت اور بزرگان دین سے محبت ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ جناب موصوف ﷫ نے مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ سے متعلق درج ذیل نظم حضرت مولانا مرحوم کی رحلت کے بعد انکی دینی خدمات سے متاثر ہوکر کہی۔

دارالعلوم جس کی کاوش سے بہرہ ور تھا
وہ دین حق کا حامی اخلاص سربسر تھا

روشن تھی اس کے دل میں عشق نبیؐ کی مشعل
تائید ایزدی سے کرتا تھا گتھیاں حل

دین مبین کی الفت دل میں بسی ہوئی تھی
ہر لمحہ فکر عقبیٰ اس کو لگی ہوئی تھی

اخلاص وعزم کا وہ اک پیکر حسیں تھا
اس کو عطائے رب پر اک بیکراں یقین تھا

امید کا سمندر سینہ میں موجزن تھا
وہ مشکلات میں ہروقت خندہ زن تھا

عزم وعمل سے اپنے اک درس دے گیا ہے
دنیا سے ساتھ اپنے ایمان لے گیا ہے

سنت کی پیروی میں اس کی حیات گزری
نصرت میں دین حق کی اس کی حیات گزری

اسلام کا وہ خادم دنیا میں گو نہیں ہے
فضل وعطائے رب سے جنت میں وہ مکیں ہے

باب اول

کاروانِ نور

(سوانح حیات)

زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وطن مالوف خاندان اور والدین

حضرت مولانا نوراحمد صاحب قدس اللہ سرہ کے آباء واجداد کا وطن اصلی اکیاب تھا جو برما کے مسلم اکثریتی صوبے ''اراکان'' کا ایک اہم اور سرسبز وشاداب ضلع ہے، حضرت مولانا موصوف کی ولادت بھی یہیں ہوئی اور عہد طفولیت بھی یہیں گزرا۔

آپ کے والد معظم محترم جناب سیف الملک رحمۃ اللہ علیہ شیوخ کے ایک معزز، شریف اور صاحب ثروت خاندان سے تعلق رکھتے تھے، راقم الحروف نے خود حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا فرماتے تھے کہ ہمارے آباء واجداد عرب سے برما آئے اور وہیں سکونت پذیر ہوگئے، ہم نسباً علوی ہیں، لیکن چونکہ شجرۂ نسب محفوظ نہیں اس لئے نسبت کرنا احتیاط کے خلاف ہے، شیخ یونس ابراہیم سامرائی عراقی وزارت اوقاف کی نگرانی میں شائع ہونے والی اپنی کتاب "علماء العرب في شبه القارة الهندية" (برصغیر کے عرب علماء) میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "السيد نور احمد بن سيف الملك عربي من السادة العلوية" آگے لکھتے ہیں:

السيد نور أحمد بن سيف الملك من ذرية آل البيت من السادة العلوية انتقل اجداده من العراق الى بورما في عهد الخلافة العباسية ايام خلافة هارون الرشيد، وذلك لنشر الدعوة الاسلامية في بورما- (ص: ۸۷۸)

حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم اگرچہ باضابطہ عالم نہ

تھے 'لیکن علم سے لگاؤ اور تعلق رکھتے تھے ' اہل علم سے ان کے روابط معروف تھے ' وہ دینی تعلیم کے ساتھ ابتدائی عربی تعلیم کے بھی حامل تھے ۔

آپ کی والدہ ماجدہ جن کا نام عائشہ تھا وہ بھی ایک شریف معزز اور علمی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں انکے بہنوئی مولانا عبدالمجید صاحب اور بھانجے مولانا محمد صاحب [1] رحمہما اللہ برما کے معروف اور معتمد علیہ علماء میں سے تھے ۔

حیات مبارکہ کے تین دور

چونکہ حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷺ کی ولادت برما میں ہوئی بچپن بھی وہیں گزرا اور جوانی کا ابتدائی زمانہ تحصیل علم کے سلسلے میں ہندوستان میں گزرا اور تقسیم ہند کے بعد تقریباً تمام ہی عرصہ پاکستان میں گزرا اس لئے حضرت مولانا موصوف کی سوانح تین ادوار پر مشتمل ہے ' اول الذکر دو دور مختصر ہیں جبکہ تیسرا دور نسبتاً طویل ہے ۔

دور برما

۱۹۲۰ء تا ۱۹۳۶ء

ولادت

حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷺ کی ولادت ۱۹۲۰ء میں برما کے صوبہ اراکان میں ضلع اکیاب کی تحصیل ''ممبرا'' کے علاقے ''کوویچنگ'' میں ہوئی ۔

---

[1] بانی جامعہ امدادیہ ۳۶ بی لانڈھی جس کا نام بعد میں ''جامعہ اشرفیہ'' رکھ دیا گیا۔ ر۔ا

والدہ معظمہ کی منت

آپ کی ولادت سے قبل آپ کے کئی بہن بھائی نوعمری میں رخصت ہوگئے تھے ایک بہن دریا میں ڈوب کر فوت ہوگئی تھیں جس کا آپ کی والدہ ماجدہ کو بہت صدمہ تھا' وہ اولاد کے لئے بہت دعائیں مانگا کرتی تھیں 'انہوں نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد دی اور اس نے عمر پائی تو میں اسکو اللہ کی راہ میں وقف کردونگی' اس کے بعد جب حضرت مولانا موصوف ﷺ کی ولادت ہوئی تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی اولاد تو ہر ماں باپ کو عزیز ہوتی ہے لیکن حضرت مولانا ﷺ کی والدہ محترمہ کو آپ سے غیر معمولی شفقت اور تعلق تھا انہوں نے شروع ہی سے آپ کے بارے میں اپنی منت کا خیال رکھا اور بڑے عزم کے ساتھ آپ کو نوعمری ہی میں تعلیم میں لگا دیا' اور اپنے شب و روز آپ کی تعلیمی ترقی اور تربیت کے لئے وقف کر دیئے وہ زبان حال سے آپ سے یوں گویا رہتیں ؎

نور اس دنیائے فانی میں
کچھ کر کے گزر کچھ کر کے دکھا

مولانا موصوف کی زندگی پر والدہ کی منت کے اثرات

حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷺ کو زندگی بھر اپنی والدہ کی منت کا بڑا پاس اور لحاظ رہا' عموماً فرمایا کرتے تھے کہ "والدہ کی منت کو پورا کرنا ہمیشہ میری آرزو اور زندگی کا مشن رہا ہے' میں ان کی اس منت کا انشاء اللہ ہمیشہ پاس رکھوں گا' میں ایسی کسی بات یا ایسی کسی حرکت کا جو اسلام اور مسلمانوں کے مفاد کے خلاف ہو نہ خود تصور کرسکتا ہوں اور نہ اپنے متعلقین سے اسکی امید رکھتا ہوں' غیروں کی طرف سے بھی میرے لئے یہ بات قابل تحمل نہیں"۔

حقیقت بھی یہ ہے کہ والدہ مرحومہ کی منت کو انہوں نے نہ صرف پورا

کیا بلکہ اپنی اولاد اور متعلقین کو بھی صراط مستقیم پر چلانے کی ہمیشہ فکر وسعی کی ' ان کی زندگی کا بڑا حصہ مسلمانوں کی فلاح وبہبود اور اسلام کی سربلندی کے لئے صرف ہوا ' ان کے دن عالم اسلام کی بہتری کی کوششوں میں اور راتیں ان کی تکالیف ومشکلات دور کرنے کی فکر میں گزرتی تھیں ' شب وروز انہیں یہی دھن رہتی تھی کہ اسلام کی کوئی خدمت انجام دیدیں یا مسلمانوں کے کسی کام آجائیں۔

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

انہوں نے اپنے اہل خانہ اور متعلقین کو بھی ہمیشہ یہی درس دیا

بارے دنیا میں رہو غمزدہ یا شاد رہو
ایسا کچھ کرکے چلو یاں کے بہت یاد رہو

کودیچنگ سے نقل مکانی

آپ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ آپ کے والدین بعض مصلحتوں کی بناء پر ''کودیچنگ'' سے اکیاب ہی کی ایک دوسری تحصیل ''کیوکٹو'' کی بستی ''رائینگ فنج'' منتقل ہوگئے۔

والد ماجد کا حادثۂ وفات

آپ ابھی نوعمر ہی تھے کہ آپ کے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ ایک حادثہ میں اللہ کو پیارے ہوگئے واقعہ یوں ہوا کہ انہوں نے ایک مرتبہ اپنے بعض رفقاء اور دوستوں کے ساتھ جن میں مولانا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد مولانا عبدالمجید صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے مچھلی کے شکار کا پروگرام بنایا ' شکار کے دوران ایک مرتبہ

جال پانی کی گہرائی میں کسی چیز میں پھنس گیا غوطہ لگا کر[1] جب انہوں نے اسے تہہ سے نکالنے کی کوشش کی تو وہاں ایک دریائی سانپ نے ان کے ہاتھ میں ڈس لیا' بدقت کسی طرح جال لے کر باہر نکلے اور اپنی شدید تکلیف کے بارے میں رفقاء کو بتلایا مولانا محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہنوئی محترم جناب نبی حسین صاحب[2] نے ان کو جلدی سے اپنے کاندھے پر ڈال لیا' اس دوران وہ بے ہوش ہو چکے تھے' بعجلت ان کو گھر پہنچایا گیا فوری طور پر علاج کی تدبیریں کی گئیں حاذق اطباء سے بھی علاج کرایا اور ماہر سپیروں سے بھی رجوع کیا گیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا اور ایک دن بعد وہ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ إنا للہ و إنا إلیہ راجعون۔

چاندنی افسردہ گل بے رنگ و بو نغمے اداس
اک تیرے جانے سے کیا بتلاؤں کیا کیا ہو گیا

اس طرح آپ کو یتیمی کی فضیلتِ خداداد اور سنّت غیر اختیاری حاصل ہوئی۔

آغاز تعلیم اور ذہانت و قابلیت

حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نو عمری ہی میں تحصیل علم کا آغاز کر دیا تھا' جب آپ کے والد ماجد کی وفات ہوئی اس زمانے میں آپ اپنی تعلیم کے ابتدائی دور میں تھے۔

آپ شروع ہی سے اپنی خداداد ذہانت' قابلیت اور مضبوط حافظہ کی بناء پر اپنے اساتذہ کرام کے منظور نظر تھے۔

---

[1] آپ کے والد مرحوم دیر تک غوطہ لگا کر پانی میں رہنے میں اپنے ہم عمروں اور ہمعصروں میں بھی مشہور تھے' ان کے بارے میں لوگوں میں معروف تھا کہ وہ اتنی دیر تک پانی کے اندر رہ سکتے ہیں جتنی دیر میں ایک دیگچی چاول پک جائیں۔ ر۔ا

[2] جو ماشاء اللہ ایک طویل عرصہ تک حیات رہے اور پاکستان ہجرت کے بعد کراچی میں دارالعلوم کراچی کے قریب مقیم تھے' حال ہی میں ان کی وفات ہوئی ہے رحمۃ اللہ علیہ۔

بالائے سرش ز ہوشمندی
می تافت ستارہ بلندی

برما کے ایک ممتاز معمر عالم جو بعد میں حرمین ہجرت کر گئے تھے' انہوں نے راقم کے برادر مکرم مولانا امین اشرف صاحب حفظ اللہ کو بتلایا کہ مولانا نور احمد صاحب ﷺ شروع سے ہی بڑے ذہین اور تعلیم میں ممتاز تھے' ان کے ایک استاد نے جو مجھ سے تعلق رکھتے تھے مولانا کے زمانہ تعلیم ہی میں مجھ سے فرمایا تھا "یہ لڑکا بڑا ذہین ہے اس کا ذہن آئینہ کی طرح شفاف ہے جو چیز اسکے سامنے آتی ہے نقش ہو جاتی ہے"

دور ہندوستان

۱۹۳۶ء تا آخر ۱۹۴۸ء

تحصیل علم کے لئے ہندوستان آمد

والد بزرگوار کی وفات کے بعد آپ نے مزید چند سال اپنے ہی علاقہ میں تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا پھر ۱۹۳۶ء میں اپنے خالو مولانا عبدالمجید صاحب ﷺ کے مشورہ اور اپنی والدہ ماجدہ کی اجازت سے سولہ سال کی عمر میں ہندوستان آگئے' اس زمانہ میں ہندوستان کے مدارس کی علمی عظمت کا ڈنکا بج رہا تھا اور برما وغیرہ میں بھی جب تک کوئی آدمی ہندوستان کے کسی بڑے مدرسہ کا پڑھا ہوا نہ ہوتا معتبر عالم شمار نہ کیا جاتا تھا نو عمری میں حضرت مولانا موصوف کی وطن مالوف سے دوری اور والدہ مشفقہ سے جدائی محض علم کی خاطر تھی۔

ہندوستان آنے کے بعد آپ نے کئی سال تک شاہجہان پور وغیرہ میں تعلیم حاصل کی' ہر جگہ اپنی ذہانت اور قابلیت سے اپنے اساتذہ کرام کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا۔

وطن واپسی اور والدہ ماجدہ کی وفات

آپ جب تحصیل علم کے لئے ہندوستان آئے اس وقت آپ کی والدہ مشفقہ کا قیام ''اکیاب'' کے علاقہ ''رائینگ فنخا'' میں اپنی حقیقی بہن کے ساتھ تھا جو مولانا عبدالمجید صاحب کی اہلیہ تھیں، حضرت مولانا مرحوم کے ہندوستان آنے کے بعد جب آپ کے علاقہ میں غیر مسلموں نے مسلمانوں پر ظلم وستم ڈھائے اور ان کی زندگی اجیرن کر دی اس وقت تنگ آکر بہت سے مسلمان وہاں سے ہجرت کر گئے، آپ کی والدہ مرحومہ بھی اپنی ہمشیرہ اور ان کے اہل خانہ کے ساتھ وہاں سے اکیاب کی ایک اور تحصیل ''بوتھیڈنگ'' کے گاؤں ''سندھی پرانگ''[1] آگئیں، آپ کو کچھ عرصے بعد والدہ معظمہ کے ''سندھی پرانگ'' ہجرت کر جانے کی خبر ملی، پھر جب ان کی علالت کی شدت کا علم ہوا تو آپ برما واپس چلے گئے اور تندہی کے ساتھ والدہ معظمہ کی تیمارداری اور ان کی خدمت کی سعادت حاصل کی، اس زمانے میں گھر کے مالی حالات ٹھیک نہ تھے، والدہ محترمہ کے علاج معالجہ کے لئے بھی رقم کی ضرورت تھی، اس لئے آپ کا ارادہ ہوا کہ تعلیم چھوڑ کر کوئی چھوٹا موٹا کاروبار کرلیں یا کوئی ملازمت کرلیں، اس قسم کا کوئی سلسلہ آپ نے شروع بھی کر دیا تھا لیکن والدہ محترمہ نے فرمایا کہ میں تمہاری کمائی استعمال نہ کر سکوں گی، تم اپنی تعلیم میں لگو، چنانچہ ہوا بھی یوں ہی اور تھوڑے ہی عرصے بعد اسی بیماری میں والدہ محترمہ اس جہان فانی کو خیرباد کہہ کر اپنے خالق حقیقی سے جاملیں۔ إنا للہ و إنا إلیہ راجعون۔

عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی
میں تیری خدمت کے قابل جب ہوا تو چل بسی

---

[1] کہا جاتا ہے کہ سندھ سے کچھ لوگ اس علاقہ میں جاکر آباد ہو گئے تھے اس لئے اس علاقہ کو سندھی پرانگ کہا جانے لگا۔ واللہ اعلم۔ ر۔ا

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

دوبارہ ہندوستان آمد

والدہ معظمہ کی وفات آپ کے لئے کوئی معمولی حادثہ نہ تھا یہ ایک بہت بڑا سانحہ تھا جس نے آپ کو غیر معمولی طور پر متاثر کیا والدہ کے بعد سوائے چند افراد کے برما میں آپ کا کوئی قریبی عزیز اور غم خوار نہ تھا' برما کے حالات بھی مسلمانوں کے لئے خوشگوار نہ تھے مختلف فسادات میں مسلمانوں کی جانیں ہلاک ہوتی رہتی تھیں۔

گردوں کے ستم دیکھے اجڑا ہوا گھر دیکھا
دیکھا تو نہ جاتا تھا' ناچار مگر دیکھا

ان حالات میں والدہ محترمہ کی رحلت کے بعد وہاں آپ کی طبیعت نہ لگی نیز یہ آپ کی طالب علمی کا دور تھا اس لئے علم کی کوشش اور محبت نے بھی آپ کو کھینچا چنانچہ کچھ عرصے بعد آپ اپنے بعض اعزہ کے اصرار کے باوجود جو آپ کو برما ہی میں ٹھہرانے پر مصر تھے دوبارہ ہندوستان آگئے اس مرتبہ دوسرے بے شمار تشنگان علم کی طرح آپ نے دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا یہ وہ زمانہ تھا جب چار دانگ عالم میں دارالعلوم کا طوطی بول رہا تھا۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ

دیوبند پہنچ کر آپ نے بتاریخ ۱۹ شوال ۱۳۶۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۴۴ء دارالعلوم میں داخلہ لیا' مطول حضرت مولانا عبدالحق صاحب بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے اور ملا حسن حضرت مولانا فخرالحسن صاحب سے پڑھی نیز ہدایہ اخیرین اور دیوان متنبی بھی آپ نے اسی سال پڑھیں دیوبند ہی میں آپ

کو تفسیر بیضاوی اور تفسیر ابن کثیر اول تا آخر درساً مکمل پڑھنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی یہ دونوں کتابیں بھی آپ نے دیوبند میں اپنی تعلیم کے غالباً پہلے ہی سال میں پڑھیں۔

سرکاری وظیفہ سے آپ کا احتراز

حضرت مولانا موصوف ﷫ شروع ہی سے بڑے غیور، محنتی، جفاکش اور مجاہدانہ زندگی کے عادی تھے، برما میں آپ کا بچپن اور نوعمری کا دور بڑی وسعت اور فراخی کا گزرا تھا لیکن ہندوستان آنے کے بعد آپ کا طالب علمی کا زمانہ تنگی اور عسرت کا تھا نہ وہاں آپ کے عزیز واقارب تھے نہ ہی کہیں سے پیسہ آتا تھا۔

اس زمانہ میں برطانوی سرکاری حکومت دوسری جنگ عظیم کی وجہ سے راستوں کے بند ہونے اور ترسیل وغیرہ کی مشکلات کی وجہ سے اکیاب کے طلبہ کو معقول وظیفہ دیتی تھی، حضرت مولانا ﷫ اگر چاہتے تو خود بھی یہ وظیفہ باآسانی حاصل کر سکتے تھے لیکن تنگی اور عسرت کے باوجود آپ کی غیرت ایمانی نے ایک کافر حکومت سے وظیفہ لینا پسند نہ کیا حالانکہ آپ کے دوسرے برمی رفقاء یہ وظیفہ لے رہے تھے۔

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی
دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللہی

آپ اپنے شیخ و مرشد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کو اپنے اسی زمانہ تعلیم کے ایک خط میں لکھتے ہیں:

"یہاں آنے سے پہلے چونکہ روپے پیسے کی کمی نہ تھی اس لئے

فضولیات میں بہت کچھ خرچ کرتا تھا فی الحال خدا کا فضل ہے نہ کہیں
سے روپیہ آتا ہے نہ سرکاری روپیہ جو اکیابیوں کو ملتا ہے مجھے ملتا ہے
اس لئے ان فضولیات کو چھوڑ چکا ہوں چائے وغیرہ ہفتہ میں دو ایک
دفعہ سے زیادہ نہیں پیتا"۔

آپ کے اس مکتوب پر ۲۵/ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ کی تاریخ درج ہے۔

طلب علم میں انہماک، ذوق مطالعہ اور اساتذۂ کرام سے خصوصی تعلق

مقصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنی تمام توانائیاں صرف کر دینا شروع سے آپ کی طبیعت تھی پھر طالب علمی کا زمانہ بھی نوجوانی کا تھا اس لئے دیوبند آنے کے بعد آپ پوری تندہی کے ساتھ تحصیل علم میں لگ گئے پابندی کے ساتھ اول وقت میں اسباق کی حاضری اور تکرار و مطالعہ کا غیر معمولی اہتمام آپ کا نمایاں وصف تھا رفقاء درس میں آپ کا تکرار بہت مقبول تھا اپنی خداداد صلاحیت اور قابلیت کی بناء پر آپ جلد ہی اپنے اساتذہ کرام کے منظور نظر بن گئے۔

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم بانی جامعہ فاروقیہ حضرت مولانا نور احمد رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق اپنے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا نور احمد صاحب مرحوم سابق ناظم دارالعلوم کراچی زمانہ طالب علمی میں دارالعلوم دیوبند میں احقر کے رفیق باتوفیق تھے اگرچہ میرا تعلق ان سے صرف تعارف کی حد تک ہی تھا اور یہ کہ بعض اسباق میں ہم ایک دوسرے کے شریک تھے لیکن اس کے باوجود میں ان میں ذہانت و ذکاوت کے ساتھ سعادت کے آثار اسی وقت سے نمایاں پاتا تھا اسی وجہ سے بعض اکابر اساتذہ کرام کی نظر میں ان کو اس وقت بھی اہمیت حاصل تھی اور حضرت مولانا مفتی محمد

شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تو ان کو اختصاص کا درجہ حاصل تھا۔"

جہاں آپ پر حضرات اساتذہ کرام کی شفقت و عنایات بے پایاں تھیں وہیں آپ نے بھی ہمیشہ ان کی اطاعت و فرمانبرداری اور ہر طرح سے خدمت بجا لانے کو اپنے لئے سعادت سمجھا۔

آپ کا ذوق مطالعہ شروع ہی سے بڑا ستھرا اور نظیف تھا' دیوبند کے جلیل القدر اساتذہ کرام کے فیض صحبت نے اس ذوق کو مزید جلا بخشی' درسی کتب اور ان کی متداول شروح کے علاوہ دوسرے اہم موضوعات پر گرانقدر کتابوں کے مطالعہ کا سلسلہ شروع سے رہا بالخصوص آپ کو تاریخ کے مطالعہ سے بڑی دلچسپی تھی فرماتے تھے کہ میں نے واقدی[1] کی فتوح الشام[2] صرف ایک دو راتوں میں مکمل مطالعہ کر لی تھی ایک مرتبہ راقم الحروف سے فرمایا:

"میں اپنے زمانہ تعلیم میں فتوح الشام وغیرہ راتوں کو مطالعہ کرتا تھا اور ان کو پڑھ کر روتا جاتا تھا۔"

اس میں شک نہیں کہ اس قسم کی ولولہ انگیز کتابوں کے مطالعہ کے اثرات' آپ کی سیرت' کردار اور مجاہدانہ زندگی میں نمایاں تھے آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ طاغوتی طاقتوں کے خلاف جہاد میں گزرا' شہادت کی موت آپ کی سب سے بڑی تمنا تھی جس کا آپ بے ساختہ اظہار فرماتے تھے۔

شوق مری لے میں ہے شوق مری نے میں ہے
نغمہ اللہ ہو میری رگ و پے میں ہے

---

[1] ابو عبداللہ محمد بن عمر بن واقد الواقدی المدنی' المتوفی ۲۰۷ ھ' ان کی ثقاہت کے بارے میں اگرچہ محدثین کا اختلاف ہے لیکن اس پر سب متفق ہیں کہ وہ مغازی کے امام اور ان کی جزئیات کی تفاصیل کے سب سے بڑے عالم تھے' تفصیل کے لئے دیکھئے سیرت المصطفیٰ (ج ۱ ص ۱۰۳ تا ص ۱۰۷)

[2] یہ علامہ واقدی کی مشہور تاریخی کتاب ہے جس میں انہوں نے شام کی فتوحات سے متعلق تاریخی واقعات کو بڑے اثر انگیز انداز میں بیان کیا ہے۔ ر۔ا

دورۂ حدیث سے فراغت

۱۳۶۴ھ و ۱۳۶۵ھ کے تعلیمی سال میں شوال تا شعبان آپ نے دورۂ حدیث میں شریک ہوکر فراغت حاصل کی دورۂ حدیث میں آپ کے اسباق درج ذیل حضرات اساتذہ کرام کے پاس رہے۔

(۱) صحیح بخاری مکمل و جامع ترمذی جلد اول، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ

تعلیمی سال کے شروع میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ترمذی شریف شروع کرادی تھی مگر جب وہ تین ماہ کی رخصت پر تشریف لے گئے تو حضرت مولانا فخرالدین صاحب مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ سہ ماہی امتحان تک صحیح بخاری اور جامع ترمذی کا درس دیتے رہے اس عرصہ میں ترمذی شریف کی کتاب الصلوۃ اور بخاری کی کتاب العلم ختم ہوگئی بعد میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے واپس تشریف لاکر بخاری شریف ہر دو جلد اور ترمذی شریف جلد اول کی تکمیل فرمائی۔

(۲) صحیح مسلم حضرت مولانا بشیر احمد صاحب گلاؤٹھی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) جامع ترمذی جلد ثانی و شمائل ترمذی شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۴) سنن ابی داؤد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

(۵) سنن نسائی حضرت مولانا فخر الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۶) شرح معانی الآثار (طحاوی) حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہم، بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک [۱]۔

---

[۱] کتاب کے اس حصہ کی تالیف کے وقت حضرت بقید حیات تھے۔ صد افسوس ہے کہ اس کی طباعت کا مرحلہ آنے تک حضرت مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے یہ آخری جلیل القدر استاد بھی کچھ عرصہ قبل دارفانی سے رحلت فرما گئے۔ بردالله مضجعه

(۷) موطا امام مالک ' حضرت مولانا عبدالخالق صاحب بانی دارالعلوم کبیر والہ ملتان

(۸) سنن ابن ماجہ اور موطا امام محمد دوسرے اساتذہ کرام سے پڑھیں۔

آپ کے یہ تمام اساتذہ کرام اپنے وقت کے آفتاب ومتاب تھے ان کا تعارف کرانا سورج کو چراغ دکھانے کے مرادف ہے علاوہ ازیں ان میں سے بیشتر کی سوانح حیات چھپ چکی ہے اس لئے ان فرشتہ صفات ہستیوں کے تعارف کی چنداں حاجت نہیں۔

زمانہ تعلیم میں بالخصوص دورۂ حدیث میں حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی صاحب مدظلہم آپ کے رفیق درس اور بے تکلف دوستوں میں سے تھے اسی طرح حضرت مولانا مفتی ولی حسن مدظلہم کے ساتھ بھی دارالعلوم دیوبند کی طالب علمانہ زندگی میں آپ کی گہری رفاقت رہی۔

مفتیٔ اعظم پاکستان

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ روحہ سے آپ کا تعلق

حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷺ کا دارالعلوم دیوبند آنے سے مقصود جہاں اپنے آپ کو علم ظاہر سے مزین کرنا تھا' وہاں اپنی اصلاح اور علم باطن سے آراستہ ہونا بھی تھا چنانچہ دیوبند آنے کے تقریباً چار مہینے بعد آپ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کو اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

"کسی بزرگ کی صحبت وخدمت اور ملازمت والتزام صرف اسی غرض کی تکمیل کے لئے دیوبند آیا ہوں ورنہ عاصی کی غرض صرف درس نظامی ختم کرنا نہیں ہے اتنے زیادہ معاصی کے ساتھ درس

نظامی کیا فائدہ دے گا؟ (مکتوب ۲۶ صفر ۶۲ ۱۳ ھ)

اصلاح باطن کی اس تڑپ اور فکر ہی کے باعث آپ نے دارالعلوم میں داخلہ کے فوراً بعد حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کرلیا تھا یہ وہ زمانہ تھا جب حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کی وفات کو ایک سال سے زائد بیت چکا تھا اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ تحریک پاکستان میں حصہ لینے کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند سے مستعفی ہو چکے تھے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ آپ کا تعلق اگرچہ محض اصلاح باطن کے سلسلہ میں قائم ہوا تھا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ یہ تعلق قوی سے قوی تر گہرا اور پختہ ہوتا چلا گیا۔

محبت مرشد خدمت شیخ
اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت

حضرت مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی مجالس میں حاضر باشی کا پورا اہتمام فرماتے اور ہمہ وقت آپ کی یہ خواہش رہتی کہ اپنے شیخ و مرشد کی آرام وراحت کا کسی بھی درجہ میں ذریعہ بن جائیں' چنانچہ آپ ہر طرح سے حضرت کی خدمت بجالانے کی کوشش فرماتے۔

ایک زمانہ میں دیوبند وغیرہ میں مٹی کے تیل کی شدید قلت تھی بازار میں بھی آسانی سے دستیاب نہیں ہوتا تھا جبکہ چراغ وغیرہ بھی اسی سے جلا کرتے تھے' حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بھی اس سلسلہ میں تنگی اور کافی پریشانی تھی مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس پریشانی کا علم ہوا تو آپ بہت بے چین اور مضطرب ہوئے اور اس مسئلہ کے حل کے لئے آپ نے ایک انوکھی تدبیر اختیار کی' اس زمانے میں دارالعلوم دیوبند میں طلبہ کو ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ میں مٹی کے تیل کی ایک بوتل ملا کرتی تھی' آپ نے کیا یوں کہ جن طلباء کی بوتلیں خالی ہو جاتیں

ان میں بچے ہوئے چند قطروں کو طلبہ کی اجازت سے ایک بوتل میں ڈال لیتے یہاں تک کہ ایک طویل اور کٹھن محنت کے بعد جب وہ بوتل بھر جاتی تو آپ اسے حضرت ﷫ کے ہاں پہنچا دیتے۔

اسی طرح دیوبند میں ایک مرتبہ چینی کی شدید قلت ہوگئی چینی عام بازار میں دستیاب نہ تھی راشن سے بھی نہایت محدود مقدار میں مل رہی تھی جو ضرورت کے لئے بالکل کافی نہ تھی جس کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب ﷫ کے ہاں بھی پریشانی تھی آپ کو جب اس ضرورت کا علم ہوا تو آپ نے اس کے حصول کے لئے مستقل سفر کر کے اس ضرورت کو پورا کیا۔

آپ کی اسی طرح کی تمام خدمات بے حد پر خلوص اور قلبی تعلق کے ساتھ ہوتی تھیں ایک خط میں آپ حضرت مفتی صاحب ﷫ کو لکھتے ہیں

"خدمت کرنا کوئی احسان نہیں بلکہ مجھ جیسے ناکارہ کو خدمت کے لئے اجازت عطا فرما دینا بڑا احسان ہے" مکتوب ۸/ ۵/ ۱۳۶۲ھ۔

جہاں آپ کو حضرت مفتی صاحب ﷫ سے قلبی اور گہرا تعلق تھا وہاں حضرت مفتی صاحب ﷫ بھی آپ پر خصوصی توجہ، مہربانی اور شفقت فرماتے تھے اور ہر طرح سے آپ کا خیال رکھتے۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ سے شرف تلمّذ

جس زمانے میں حضرت مولانا موصوف ﷫ دیوبند تشریف لائے اس وقت حضرت مفتی صاحب ﷫ دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات سے مستعفی ہو چکے تھے اس لئے مولانا موصوف کو دارالعلوم دیوبند میں حضرت مفتی صاحب ﷫ سے باضابطہ طور پر شرف تلمذ حاصل نہ ہو سکا البتہ اپنے طور پر آپ کو حضرت مفتی صاحب قدس سرہ سے متعدد کتابیں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا، ایک مرتبہ آپ نے حضرت ﷫ سے مثنوی مولانا روم درسا پڑھانے کی درخواست

کی تو حضرت نے یہ درخواست قبول فرمالی اور مثنوی کا باقاعدہ درس دینا شروع کر دیا' بعض طلبہ دیوبند کو اس کا پتہ چلا تو وہ بھی اس درس میں شریک ہونے لگے دارالعلوم کراچی کے استاد تفسیر وحدیث حضرت مولانا غلام محمد صاحب مدظلہم جو ناکارہ راقم الحروف کے بھی استاد ہیں وہ بھی اس درس میں مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق رہے۔

تحریک پاکستان اور قیام پاکستان

آپ جس دور میں دیوبند پہنچے اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق قائم ہوا اس زمانے میں قیام پاکستان کی تحریک شروع ہو چکی تھی' شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ کے دوسرے خلفاء و متعلقین اس تحریک میں بھرپور حصہ لے رہے تھے۔

آپ نے بھی مقدور بھران حضرات کی معیت میں بالخصوص حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کا دست وبازو بن کر تحریک پاکستان میں حصہ لیا' جس کا کسی قدر تذکرہ انشاء اللہ باب دوم "خدمات اور کارنامے" کے ذیل میں آئے گا۔

جوں جوں وقت گزرتا جارہا تھا ان تمام حضرات کی جدوجہد اور کوشش میں بھی اضافہ ہورہا تھا جس کی بدولت تحریک پاکستان روز بروز زور پکڑ رہی تھی اور اس کی جڑیں عوام وخواص میں مضبوط سے مضبوط تر ہو رہی تھیں۔

بالآخر بے شمار قربانیوں کے بعد ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان معرض وجود میں آیا۔

مولانا مرحوم کی وطن واپسی اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی پاکستان ہجرت

دوسری جنگ عظیم کی بناء پر برما آمدورفت کے راستے عرصے سے بند تھے' اور سفر میں طرح طرح کی مشکلات اور رکاوٹیں حائل تھیں' اس لئے مولانا موصوف کو آبائی وطن برما گئے ہوئے ایک عرصہ بیت گیا تھا' جنگ ختم ہونے کے بعد جب راستے کھلے تو حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی اجازت سے آپ واپس وطن تشریف لے گئے۔

جب سے قیام پاکستان کی امید ہو چکی تھی اس وقت سے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہندوستان سے ہجرت کا ارادہ تھا پھر قیام پاکستان کے بعد جب شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان میں اسلامی دستور کی جدوجہد کے لئے دوسرے محقق علماء کے ساتھ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی پاکستان آنے کی باصرار دعوت دی تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وطن مالوف سے ہجرت کا عزم فرمالیا۔

ہجرت کا قطعی فیصلہ ہونے کے بعد حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھ کر دیوبند طلب فرمایا لیکن حضرت مولانا مرحوم کی برما سے واپسی سے قبل ہی حضرت مفتی صاحب قدس سرہ دیوبند کو خیرباد کہہ کر ۲۰ جمادی الثانیہ ۱۳۶۷ھ مطابق یکم مئی ۱۹۴۸ء کو اپنے اہل خانہ کے ساتھ پاکستان ہجرت کے قصد سے کراچی روانہ ہوگئے' البتہ حضرت مفتی صاحب کی والدہ ماجدہ چونکہ علالت اور ضعف کی بناء پر اس وقت طویل سفر کی متحمل نہ تھیں اس لئے ان کی پاکستان روانگی موخر کر دی گئی اور نظم یہ طے پایا تھا کہ حضرت مولانا محمد زکی کیفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادگان میں سب سے بڑے اور نوجوان تھے) ان کی خدمت کے لئے دیوبند ہی ٹھہرے

رہیں ' اور حضرت کے کتب خانہ دارالاشاعت کی بھی دیکھ بھال کرتے رہیں ' حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ کو بھی خط وکتابت کے ذریعے اس پروگرام کی اطلاع تھی ' حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے آپ کو طلب فرماتے وقت ہدایت فرمائی تھی کہ دیوبند آکر مولانا محمد زکی کیفی مرحوم کی معاونت سے حضرت کی ذاتی اور تجارتی کتب کے قیمتی ذخیرے کو کراچی پاکستان منتقل کرنے کے معقول انتظامات کریں اور اس کام کی تکمیل تک دیوبند ہی میں ٹھہریں۔

برما سے دیوبند واپسی

حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ رمضان ۱۳۶۷ھ کے آخر میں یا شوال کے شروع میں مشرقی پاکستان کے راستے دیوبند واپس پہنچے ' اور حضرت مفتی صاحب کے فرمان پر عمل کرتے ہوئے محترم مولانا محمد زکی کیفی مرحوم کے ساتھ دارالاشاعت کے کاموں اور کتابوں کو پاکستان لے جانے کے انتظامات میں لگ گئے۔

پاکستان سے مولانا موصوف ﷫ کے نام
حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کا پہلا مکتوب

پاکستان آنے کے بعد بتاریخ ۱۶ شوال ۱۳۶۷ھ شنبہ حضرت مفتی صاحب ﷫ نے ایک خط آپ کے نام تحریر فرمایا یہ مکتوب جہاں آپ پر حضرت ﷫ کے خاص اعتماد کا مظہر ہے وہاں آپ کے ساتھ حضرت ﷫ کے گہرے تعلق کی روشن مثال بھی۔

بندہ محمد شفیع عفی عنہ شنبہ ۱۶ شوال ۱۳۶۷ھ
عزیزم محترم مولوی نور احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آخر رمضان المبارک میں چاٹ گام سے روانگی کا تار پہنچا تھا پھر انتظار رہا، کل آپ کا چاٹ گام سے بھیجا ہوا لفافہ ملا، اس سے پہلے محمد زکی سلمہ کے خط سے آپ کا دیوبند پہنچنا معلوم ہو چکا تھا، اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، فکر رفع ہوئی لیکن دیوبند پہنچنے کے بعد آپ کا خود کوئی خط اب تک نہیں ملا، انتظار ہے خدا کرے کہ بہمہ وجوہ بخیر وعافیت ہوں۔ آپ کے دیوبند پہنچنے سے محمد زکی سلمہ کو بہت تقویت ہوگئی اور مجھے بھی بڑا اطمینان ہوا۔ میرا خیال اول یہ تھا کہ بہت جلد آپ سب کو مع والدہ صاحبہ کے بلالوں[1] مگر حالیہ خط سے والدہ صاحبہ کا ضعف شدید اور علالت معلوم ہو کر تشویش و بے چینی ہے آپ بھی اہتمام سے دعا کریں کہ حق تعالیٰ انکو صحت اور قوت عطا فرماویں جس سے وہ با آسانی عافیت کے ساتھ سفر یہاں کا کر سکیں۔

کسی وقت والدہ صاحبہ کی طرف دروازہ پر جاکر ان سے مزاج پرسی اور کوئی کام ہو تو دریافت کر کے کر دیا کریں اور یہ بھی کہہ دیں کہ "محمد شفیع" نے مجھے لکھا ہے اس لئے کام دریافت کرتا ہوں آپ جس وقت بھی کوئی ضرورت ہو مجھے کسی بچہ سے بلوالیں۔

ایک صورت یہ خیال میں آتی ہے کہ آپ ان سب سے پہلے کچھ سامان لے کر آجاویں اور پھر کچھ دنوں کے بعد واپس چلے جاویں پھر سب کے ساتھ کچھ سامان لے کر آجاویں مگر ہنوز کوئی مختتم رائے نہیں پھر اطلاع دونگا، بہرحال ابھی آپ دل جمی سے دیوبند میں مقیم رہیں محمد زکی سلمہ کی کتب خانہ کے کاموں

---

[1] یہ جملہ حضرت مفتی صاحب ﷺ کی آپ پر شفقت اور کمال محبت پر دال ہے کہ بغیر کسی خاندانی قرابت کے آپ کو اہل خانہ میں شمار فرمایا۔ ر۔ا

میں امداد کر دیا کریں۔

سب بچے اور ان کی والدہ سلام کہتے ہیں آپ کے دیوبند پہنچنے سے بہت مسرور ہیں۔

والسلام

محمد شفیع عفی عنہ

اس مکتوب کا یہ پیراگراف :۔

”ایک صورت یہ خیال میں آتی ہے کہ آپ ان سب سے پہلے کچھ سامان لے کر آجاویں اور پھر کچھ دنوں کے بعد واپس چلے جاویں پھر سب کے ساتھ کچھ سامان لے کر آجاویں' لیکن ہنوز کوئی مختتم رائے نہیں پھر اطلاع دونگا۔“

آپ پر حضرت ﷺ کے کس قدر اعتماد' تعلق اور اپنائیت پر دال ہے کہ دیوبند سے کراچی تک کے دو صبر آزما طویل اور کٹھن سفروں کے بارے میں بے تکلفی اور سادگی سے اپنی رائے تحریر فرمادی ظاہر ہے کہ حضرت مفتی صاحب ﷺ جو حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور اپنی ہر نقل و حرکت میں اس کا خیال رکھتے تھے کہ کسی کو آپکی ذات سے ادنیٰ تکلیف نہ پہنچے انتہائی گہرے تعلق اعتماد اور بے تکلفی کے بغیر اتنی بڑی بات تحریر نہ فرما سکتے تھے۔

اس زمانے میں آپ کے مشاغل

دیوبند پہنچنے کے بعد آپ مولانا محمد زکی کیفی صاحب ﷺ کے ساتھ حضرت ﷺ کے کتب خانہ کے انتظامات میں لگ گئے تھے' قابل فروخت کتابوں کو فروخت کرنا اور پاکستان لیجائی جانے والی کتابوں کو علیحدہ کر کے بنڈل وغیرہ باندھ کر ان کو پیک کرنا' آپ کا زیادہ وقت انہی کاموں میں گزر جاتا دوسرے اوقات میں شیخ و مرشد کے گھر پر حاضر ہوکر حضرت ﷺ کی والدہ معظمہ سے کام وغیرہ

دریافت کر کے ان کو اہتمام سے کر دینا آپ کا معمول تھا۔

ایک عجیب واقعہ

راقم الحروف نے بارہا آپ سے یہ واقعہ سنا' فرماتے تھے کہ کتابوں وغیرہ کو پاکستان لے جانے کی چونکہ بڑی فکر تھی اور اس کام سے جلد از جلد فارغ ہونا تھا اس لئے میں دن بھر متفرق کتابوں کو گرد وغبار سے صاف کر کے بوروں وغیرہ میں پیک کرتا جاتا تھا' ایک دفعہ میں دن بھر اسی کام میں لگا رہا جب شام کو فارغ ہوا تو سر سے پاؤں تک گرد وغبار میں اٹا ہوا تھا' میں نے ناک کی ریزش صاف کرنا چاہی تو اس ریزش میں اور مٹی میں کوئی فرق نہ تھا مجھے سخت بھوک لگ رہی تھی' تقریباً ڈیڑھ دو دن سے میں نے کچھ نہ کھایا تھا احباب کو بھی اپنے حال کے بارے میں کچھ نہ بتایا تھا' اس وقت میں نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو اس میں اتنے پیسے بھی نہ تھے کہ کھانے کا انتظام ہو سکے' میں اضطرار کے عالم میں باہر گلی میں نکل آیا اور گھومنے لگا اتنے میں ایک سفید ریش آدمی ملا انہوں نے مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا میں یہ سمجھ کر کہ شاید کسی بوجھل کام کے لئے انہیں مدد کی ضرورت ہے ان کے پیچھے چل پڑا' ہم مختلف گلیوں سے ہوتے ہوئے ایک مکان پر پہنچے اندر جانے کے بعد بجائے اس کے کہ وہ مجھے کسی کام کے لئے کہتے میرے لئے ایک پیالہ میں عمدہ چائے اور روٹی لے آئے نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر میں نے کھانا شروع کیا حتیٰ کہ سیر ہوگیا' اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے غیب سے انتظام فرمایا۔

فرماتے تھے کہ دیوبند ایک چھوٹا قصبہ ہے بالخصوص قیام پاکستان کے وقت تو بہت ہی چھوٹا تھا اس کی ایک ایک گلی اور ایک ایک راستہ مجھے ازبر تھا بعد میں میں بہت گھوما پھرا اور تلاش وجستجو کی لیکن وہ گلی ملی نہ وہ مکان ملا اور نہ ہی وہ شخص کہیں نظر آیا۔

سند فراغ اور دستار

حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ شعبان ۱۳۶۵ھ مطابق ۱۹۴۶ء دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوگئے تھے لیکن فراغت کے بعد تواضعا ایک مدت تک آپ نے سند حاصل نہ کی تھی بعد میں جب پاکستان ہجرت کا وقت قریب آیا تو ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء کو آپ نے سند فراغ حاصل کر کے اپنے اساتذہ کرام کی یادگار اور تبرک کے طور پر اپنے پاس محفوظ کرلی۔

دیوبند کے اجلاس صد سالہ کے موقعہ پر جب دارالعلوم کے فارغ التحصیل حضرات کی دستاربندی کی تقریب منعقد ہوئی اس میں والد ماجد حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ (جو اس وقت بقید حیات تھے) کی نیابت کرتے ہوئے راقم الحروف نے ان کی دستار وصول کی۔ اس موقعہ پر فضلاء دارالعلوم دیوبند کا ایک جم غفیر تھا، باقاعدہ دستاربندی کا موقع نہ تھا دستار فضلاء کے سروں پر محض رکھی جارہی تھی۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ؒ نے خود اپنے دست اقدس سے احقر کے سر پہ دستار رکھی۔

پاکستان ہجرت کی تیاری

پاکستان ہجرت کی تیاری کا سلسلہ ایک مدت سے جاری تھا کتابوں کے سلسلے میں یہ نظم طے ہوا کہ کچھ کتابیں بذریعہ ٹرین لاہور کے لئے بک کرائی جائیں اور بقیہ کتابیں بمبئی سے بحری راستے سے بھیجی جائیں ابتداء میں بعض کتابیں براہ راست فضائی ڈاک سے کراچی بھیجی گئیں اور کچھ کتابیں لاہور کے لئے بک کرادی گئیں اس کے بعد محترم مولانا محمد زکی کیفی صاحب ؒ حضرت مفتی صاحب ؒ کی والدہ معظمہ اور اپنی اہلیہ محترمہ کو لے کر ہوائی جہاز سے کراچی روانہ ہوگئے۔

حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ ابھی تک دیوبند ہی میں قیام پذیر تھے بقیہ بڑے ذخیرہ کتب کو کراچی پہنچانے کا انتظام آپ کو تن تنہا کرنا تھا، حسب پروگرام آپ کا ارادہ یہ تھا کہ کتابوں کو پہلے میرٹھ لے جائیں وہاں سے بمبئی کے لئے بک کرائیں پھر بمبئی پہنچ کر وہاں سے کراچی کے لئے بحری جہاز سے بک کرائیں آپ نے کتابیں انتھک محنت اور جانفشانی سے متعدد بوروں میں پیک کی تھیں بوروں کی تعداد ۲۵ سے ۳۰ کے قریب تھی ان بوروں کو آپ نے خود اپنے ہاتھ سے ہی کر پیک کیا تھا۔

سفرِ پاکستان

بالآخر ۳۰ نومبر ۱۹۴۸ء کو آپ کتابوں کے ساتھ دیوبند سے روانہ ہوئے۔ حضرت مفتی صاحب ﷫ نے اپنے بھانجے محترم جناب فخر عالم صدیقی صاحب (جو اس وقت نوعمر اور محض گیارہ سال کے تھے) کو پاکستان لے جانا بھی آپ کے ذمہ مقرر کیا تھا اس لئے اس سفر میں وہ بھی آپ کے ساتھ تھے۔

دیوبند سے میرٹھ پہنچ کر آپ اسی دن بعد نماز مغرب "بمبئی پنجر" سے بمبئی روانہ ہوگئے ۲ دسمبر ۱۹۴۸ء کو صبح دس بجے کے قریب بمبئی پہنچے بمبئی سے بحری جہاز سے کتابیں بھی بک کرانا تھیں اور اپنا اور اپنے کمسن رفیق سفر کا پرمٹ بھی حاصل کرنا تھا یہ دونوں کام جوئے شیر لانے سے کم نہ تھے چنانچہ ان کاموں کے سلسلے میں آپ ۲ دسمبر تا ۳۰ دسمبر ۱۹۴۸ تقریباً ایک ماہ بمبئی میں ٹھہرے رہے اس عرصے میں بھنڈی بازار بمبئی کے ایک مسافر خانہ میں آپ کا قیام تھا قیام بمبئی کا ایک ایک دن آپ کے لئے آزمائش سے کم نہ تھا صبح سے شام تک طویل طویل لائنوں میں کھڑا رہنا پھر حسرت کے ساتھ واپس لوٹنا ایک معمول بن گیا تھا بالآخر غالباً ۲۵ دسمبر ۱۹۴۸ء کو پرمٹ حاصل کرنے کے بعد کتابیں وغیرہ بک کرانے کے کام سے آپ کو فراغت حاصل ہوئی۔

کتابوں کے اس قیمتی ذخیرہ کو بخیر و خوبی پاکستان پہنچانا ایک کٹھن اور صبر

آزما مرحلہ تھا۔ آپ نے مردانہ وار طے کیا۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ،ام اقبالہم اس مہم کا ذکر کرتے ہوئے ''البلاغ'' میں لکھتے ہیں۔

''حضرت والد صاحب ﷺ (حضرت مفتی صاحب ﷺ کا ذاتی کتب خانہ جو دیوبند میں رہ گیا تھا اور حضرت والد صاحب ﷺ کی عمر بھر کی پونجی تھی اسے پاکستان منتقل کرنے میں مولانا ﷺ (حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷺ) نے بڑی محنت کی[1] جس کی حضرت والد صاحب ﷺ کے دل میں بڑی قدر تھی'' (البلاغ جلد ۲۱ شمارہ ۶ ص ۵۲)

کراچی روانگی

بالآخر آپ ۳۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو بحری جہاز ''ایس ایس انگلستان کلکتہ'' کے ذریعے بمبئی سے کراچی روانہ ہوئے اس طرح آپ کو دو ہجرتوں کی فضیلت حاصل ہوئی پہلی برما سے ہندوستان اور دوسری ہندوستان سے پاکستان۔

اگر کھو گیا اک نشیمن تو کیا غم
مقامات آہ و فغاں اور بھی ہیں
قناعت نہ کر عالم رنگ و بو پر
چمن اور بھی' آشیاں اور بھی ہیں

بعض اوقات پاکستان کے حالات سے پریشان ہوکر فرماتے تھے کہ دو ہجرتیں کر چکا ہوں اب اگر ہجرت کی تو انشاء اللہ حرمین شریفین کی طرف ہوگی۔

آپ اپنے کمسن رفیق کے ساتھ کچھ مانڈوی رکتے ہوئے ۲ جنوری ۱۹۴۹ء

---

[1] یہ وہی کتب خانہ ہے جسے حضرت مفتی صاحب ﷺ نے اپنے جلیل القدر صاحب زادگان زید مجدہم میں تقسیم فرمایا تو اس نے آگے چل کر تین مستقل بڑے کتب خانوں کی صورت اختیار کر لی۔ ایک ''ادارہ اسلامیات'' لاہور' دوسرے ''دارالاشاعت'' کراچی' تیسرے ''ادارۃ المعارف'' کراچی۔ (دیکھئے البلاغ مفتی اعظم نمبر ص ۱۹۳)

کو دن کے تقریباً دو بجے کراچی پاکستان پہنچے حضرت مفتی صاحب ﷫ بنفس نفیس اپنے اہل خانہ کے ساتھ آپ کے استقبال کے لئے بندرگاہ تشریف لائے ہوئے تھے اور مولانا موصوف زبان حال سے گویا تھے۔

ہمارے پاس ہے کیا جو کریں فدا تجھ پر
مگر یہ زندگی مستعار رکھتے ہیں

دورِ پاکستان

اوائل ۱۹۴۹ء تا ۱۹۸۷ء (آخر حیات)

ہجرت کے بعد

پاکستان آنے کے بعد آپ نے اپنے شیخ و مرشد حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی صحبت و معیت کو اختیار کئے رکھا ایک طرف جہاں آپ حضرت مفتی صاحب سے علمی و روحانی فیض حاصل کر رہے تھے تو دوسری طرف آپ نے شیخ و مرشد کی ہر طرح سے خدمت بجا لانے کو اپنا نصب العین بنایا ہوا تھا یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت کے بیشتر صاحبزادگان (زادھم اللہ فضلاً و کرامۃً) کمسن یا نوعمر تھے محترم مولانا محمد زکی کیفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو جوان اور سب سے بڑے تھے وہ پاکستان آنے کے کچھ ہی دنوں بعد حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اجازت سے لاہور میں قیام پذیر ہو چکے تھے' دوسرے بڑے صاحبزادے محترم جناب محمد رضی عثمانی صاحب اس وقت سترہ اٹھارہ سال کے تھے انکو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پاکستان آنے کے کچھ دنوں بعد کتابوں کے کام میں لگا دیا تھا جس نے بعد میں دارالاشاعت کراچی کی حیثیت اختیار کر لی۔

اس دور کے بارے میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ "نقوش و تاثرات"[1] میں لکھتے ہیں:

> "نقل وطن کے بعد ایک نئے ملک' نئے ماحول وطن اصلی سے بہت دور اور اس کی آب وہوا سے بے حد مختلف شہر کراچی میں ایک ایسے مکان میں قیام کیا جہاں آسمان صرف دریچہ سے نظر آسکتا تھا اور وہ

---

[1] ص ۱۸-۱۹ ر ا

بھی ایک مہربان نے رہنے کے لئے دے دیا تھا جس کے ہر وقت ہاتھ سے نکل جانے کا خطرہ لگا ہوا تھا جاننے پہچاننے والے گنے چنے چند نفوس تھے ہر طرف بے گانگی ہی بے گانگی کا دور دورہ تھا جو بچے ساتھ تھے وہ اتنے چھوٹے کہ بازار کی ضروریات بھی انکے سپرد نہ کر سکتا تھا راستے معلوم نہیں بازار کا انداز نہیں گھر میں کوئی سامان نہیں ہر چیز خریدنے بنانے کی ضرورت سامنے"۔

اس تنگ اور پرمشقت دور میں حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ نے ہر طرح سے حضرت ﷫ اور آپ کے اہل خانہ کی خدمت بجالانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، محترم جناب محمد رضی عثمانی صاحب مدظلہم کو ساتھ لے کر تندہی سے کتب خانہ کے کاموں میں لگنا اور حضرت سے متعلقہ چھوٹے بڑے آسان سے آسان اور مشکل سے مشکل کاموں کو پوری جانفشانی سے انجام دینا آپ کا معمول تھا، جب حضرت مفتی صاحب ﷫ نے کتب خانہ کے لئے مولوی مسافر خانہ کے پاس ایک دکان لے لی، اور محترم جناب محمد رضی عثمانی صاحب مدظلہم کو اس کے انتظام کے لئے مامور فرمایا اس وقت وہ اور حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ مل کر اپنے ہاتھوں سے لکڑی کاٹ کر تختے تیار کرتے اور جوڑ جوڑ کر الماری وغیرہ بنا لیتے تھے، اس وقت یہ دکان ایک پرانے فلیٹ کی صورت میں تھی، حضرت مفتی صاحب ﷫ کے ایماء پر کچھ عرصے تک یہ جگہ مولانا موصوف ﷫ کی رہائش گاہ بھی بنی رہی، بعد میں آپ جامع مسجد باب الاسلام کے ایک کمرہ میں منتقل ہوگئے تھے۔

ابتداء میں آپ کا ذریعہ معاش

پاکستان آنے کے بعد ابتداء میں مولانا مرحوم نے ذریعہ معاش کے لئے ایک معروف کتب خانہ میں تصحیح وغیرہ کا کام شروع کر دیا تھا اس ادارہ سے تقریباً سال بھر آپ کا تعلق رہا، یہاں آپ نے قرآن کریم اور متعدد علمی کتب کی تصحیح

کی اسی زمانے میں آپ نے "تلخیص اشرف السوانح" بھی تالیف فرمائی جو ابتداء میں بہشتی زیور کے حاشیہ پر طبع ہوئی اور بعد میں مستقلاً بھی شائع ہوئی۔

جامع مسجد باب الاسلام میں
مدرسہ امداد العلوم اور دار الافتاء

پاکستان آنے کے بعد ابتداء میں حضرت مفتی صاحب ﷫ کی رہائش کراچی میں مختلف جگہوں پر رہی جب آپ کی رہائش ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۰ء میں آرام باغ کے قریب "اقبال منزل" میں تھی اس وقت حضرت ﷫ نے جامع مسجد باب الاسلام میں درس قرآن کریم کا سلسلہ بھی شروع فرمایا اور مسجد کے احاطہ میں ابتدائی کتب کا ایک مدرسہ امداد العلوم کے نام سے قائم فرمادیا تھا نیز جامع مسجد کے دروازہ کے اوپر ایک کمرہ بھی دار الافتاء کے طور پر تعمیر کرادیا تھا تاکہ فتاویٰ حاصل کرنے والوں کو سہولت ہو جن کا رجوع مسلسل بڑھتا جارہا تھا۔

حضرت مفتی صاحب ﷫ کے حکم پر حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ وہیں آگئے اور آپ نے وہاں حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی تربیت اور نگرانی میں افتاء کا کام کرنے کے ساتھ عربی کتب کی تدریس کا سلسلہ بھی شروع کردیا۔

مدرسہ اور دار الافتاء کا عمومی نظم آپ ہی کے سپرد تھا ان مصروفیات میں کتب خانوں سے متعلق تصحیح وغیرہ کا سلسلہ بھی بند ہوگیا اور آپ علمی خدمات اور خدمت شیخ کے لئے یکسو ہوگئے۔

اسی مدرسہ میں مولانا فضل محمد صاحب سواتی اور حضرت مولانا امیر الزمان صاحب کشمیری ﷫ بھی بحیثیت استاد مقرر کیے گئے۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صاحب زادی سے نکاح

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ آپ کا حضرت مفتی صاحب قدس سرہ سے تعلق گہرا اور قوی سے قوی تر ہوتا جارہا تھا حضرت مفتی صاحب کی بھی توجہات' شفقتیں اور عنایات روز افزوں تھیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو آپ پر مثالی اعتماد تھا بالآخر یہ تعلق خویشی پر منتج ہوا اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے اپنی بڑی صاحبزادی (جو سیرت میں حضرت مفتی صاحب قدس اللہ سرہ کی تربیت کا نمونہ ہیں) سے آپ کا رشتہ منظور فرماکر آپ کو اپنی فرزندی میں لے لیا' عقد نکاح ۲۸ شعبان ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۰ء میں ہوا' نکاح علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھایا اور نکاح کے بعد آپ کو مبارکباد دی پھر حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کو مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا:

"مفتی صاحب! مبارک ہو آپ کو اپنی لائن کا بہترین داماد مل گیا"

اس رشتہ کے بعد حضرت مفتی صاحب قدس اللہ سرہ سے آپ کا تعلق اور بھی پختہ اور گہرا ہوگیا' حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی توجہات وعنایات میں بھی مزید اضافہ ہوا' اس طرح آپ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گھر کا ایک فرد بن گئے۔

تأسیس دارالعلوم کراچی

پاکستان ہجرت کے بعد حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے دو کاموں کو اپنا مقصد حیات بنا لیا تھا ایک پاکستان میں اسلامی دستور اور اسلامی نظام کے نفاذ کی کوشش دوسرے کراچی اور پاکستان کے شایان شان علوم دینیہ عربیہ کی ایک وقیع درسگاہ کا قیام' چنانچہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ "نقوش وتاثرات" میں تحریر فرماتے ہیں:

"کراچی میں یہ تیرہ سالہ زندگی کن مشاغل میں گزری اس کی داستان طویل ہے یہ مختصر سفرنامہ اس کا محل نہیں لیکن اتنا اظہار ناگزیر ہے کہ

یہاں پہنچنے کے بعد دو چیزیں مقصد زندگی بن گئیں اول پاکستان میں اسلامی دستور قانون اور نظام اسلام کے نفاذ کی کوشش دوسرے اس طرف علوم دینیہ کا کوئی مدرسہ کراچی کے شایان شان نہ ہونے کے سبب یہاں کے مناسب حال ایک مدرسہ کا قیام' اور تیسری چیز خدمت فتویٰ جو ہر جگہ ساتھ لگی ہی رہتی ہے جہاں بیٹھتا ہوں وہیں ایک دارالافتاء ہو جاتا ہے"۔ (ص ۲۱)

ہجرت کے بعد دو تین سال تک حضرت مفتی صاحب ﷫ کو کوشش کے باوجود باقاعدہ مدرسہ قائم کرنے کا موقع نہ مل سکا نہ اس کے اسباب مہیا ہوئے البتہ جامع مسجد باب الاسلام میں مدرسہ امدادالعلوم کے نام پر' بعد میں جب بعض متعلقین اور خاص احباب نے ایک وقیع مدرسہ قائم کرنے پر اصرار کیا اور دارالحکومت کراچی میں اسکی اشد ضرورت کی طرف توجہ دلائی تو اس وقت بعض اصحاب ثروت اہل رائے نے (جو حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ کی خداداد صلاحیتوں کے بڑے معترف تھے) حضرت مفتی صاحب سے والد صاحب کے بارے میں عرض کیا کہ "وہ بڑے کام کے آدمی ہیں ان سے ایک وقیع مدرسہ کے قیام کے سلسلے میں کام لینا چاہئے اس وقت باہمی مشورے سے یہ طے پایا کہ حضرت مفتی صاحب ﷫ کی سرپرستی اور نگرانی میں مدرسہ قائم کیا جائے اور آپ کو اس کا ناظم مقرر کیا جائے چنانچہ آپ کو اس فیصلہ سے باخبر کر دیا گیا گویا آپ اس زمانے میں دارالعلوم کراچی کے ناظم مقرر کئے گئے جب اس کا وجود محض ذہنی اور فکری تھا بعد میں دارالعلوم کی نظامت کی نسبت سے آپ اپنے حلقہ احباب میں "ناظم صاحب" کے لقب سے معروف ہوگئے یہ نسبت اتنی مشہور ہوئی کہ بہت سے لوگ آپ کو "ناظم صاحب" ہی کے لقب سے پہچانتے اور اصل نام سے ناواقف رہتے۔

بہرحال آپ سے کہہ دیا گیا کہ مجوزہ مدرسہ کے آپ ناظم ہونگے اور فوری طور پر اسکے لئے کسی مناسب جگہ کی تلاش بھی آپ کی ذمہ داری ہے

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے بھی اس سلسلہ میں کوششیں شروع کر دیں اور مولانا مرحوم بھی اس مہم میں لگ گئے ۔

جگہ کی تلاش اور قیام دار العلوم

حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷺ شروع ہی سے بڑے فعال، مہم جو اور انتھک محنت کے عادی تھے کسی کام کو جب شروع کرتے تو مکمل کئے بغیر نہ بیٹھتے خواہ وہ کام کتنا ہی دشوار، کٹھن اور مشکل کیوں نہ ہو چنانچہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی ہدایت کے مطابق آپ نے مدرسہ کے لئے مناسب جگہ کی تلاش شروع کر دی اور اس تلاش میں دن رات ایک کر دیئے، صبح سویرے ہی آپ جگہ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے پھر رات گئے واپسی ہوتی بالاخر حضرت مفتی صاحب کی کاوشیں اور مولانا موصوف ﷺ کی انتھک محنتیں بار آور ہوئیں اور نانک واڑہ میں متروکہ املاک سے متعلق سکھوں کے زمانے کے ایک اسکول کی خالی عمارت مدرسہ کے لئے مل گئی جو اگرچہ تنگ و تاریک، بوسیدہ اور میلی کچیلی تھی لیکن فوری طور پر مدرسہ شروع کرنے کی ضرورت کے لحاظ سے غنیمت تھی چنانچہ[1] ۱۱ شوال ۱۳۷۰ھ مطابق جون ۱۹۵۱ء کو حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے آپ کو ساتھ لے کر مدرسہ کا افتتاح فرمایا، دونوں حضرات نے خود اپنے دست ہائے مبارک سے عمارت کی صفائی کر کے سادگی، تواضع، اخلاص اور للّٰہیت کے سرمائے سے مدرسہ کا آغاز کیا اس طرح "دار العلوم" کراچی جیسی تاریخ ساز جامعہ کی تاسیس کا شرف ان حضرات کے حصہ میں آیا ۔

این سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشند خدائے بخشندہ

---

[1] البلاغ مفتی اعظم نمبر ص ۸۴۷

نانک واڑہ میں مدرسہ کے آغاز کے بعد حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ نے حضرت مفتی صاحب ﷫ کی معیت میں تن من دھن کی بازی لگا کر اپنی تمام طاقتیں اور توانائیاں مدرسہ کی ترقی کے لئے وقف کر دیں، شروع میں مدرسہ کی کوئی آمدنی تھی نہ کوئی فنڈ تھا، نہ کوئی باقاعدہ مدرس اور نہ کوئی قابل ذکر جماعت، طلباء صرف چند طالب علم کتابیں پڑھنے آجایا کرتے تھے لیکن تائید غیبی شامل ہوئی مدرسہ کی طرف طلباء کا رجوع ہونے لگا، اصحاب خیر بھی معاونت کرنے لگے پھر حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی کاوشوں کا پھل تھا اور حضرت مولانا نور احمد صاحب کی شبانہ روز کوششوں کا ثمر کہ یہ پودا جو محض اللہ کے بھروسہ پر لگایا گیا تھا تیزی سے پروان چڑھنے لگا۔ چنانچہ دارالعلوم کے قیام کے دوسرے ہی سال سے اس میں درس نظامی کا پورا نصاب پڑھایا جانے لگا، مختلف تعلیمی شعبہ جات میں پانچ سو طلبہ نے داخلہ لیا جن میں سے سو ایسے تھے جن کی جملہ ضروریات کی کفالت دارالعلوم کے ذمہ تھی، حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے باقاعدہ دارالافتاء قائم فرمایا، دارالعلوم کی ضرورت کے لئے ایک کتب خانہ بھی قائم کیا گیا جس میں دوسرے سال تک چار ہزار کتابیں جمع ہوگئیں تھیں، محاسبی کا بھی باقاعدہ شعبہ قائم کیا گیا، تجوید وقرات کے درجے کا بھی افتتاح کر دیا گیا، مطبخ جو بناء دارالعلوم کے وقت ہی قائم کر دیا گیا تھا اس کو زیادہ بہتر انداز میں منظم کر دیا گیا، دینی کتب کی نشر واشاعت کی بھی ابتداء کر دی گئی۔

دارالعلوم کی مجلسِ منتظمہ

قیام دارالعلوم کے چند ماہ بعد اسکی ایک مجلس منتظمہ بنائی گئی اور طے پایا کہ اس مجلس کو دارالعلوم کے سرمائے املاک اور اس کے نظم ونسق کے تمام تر اختیارات حاصل ہونگے، حضرت مفتی صاحب قدس اللہ سرہ اس مجلس منتظمہ کے

صدر قرار پائے ۔ حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ کو سیکریٹری جنرل نامزد کیا گیا اور حکیم محمد سعید صاحب "چیئرمین ہمدرد (وقف) فاؤنڈیشن پاکستان" اس کے خازن بنائے گئے ان کے علاوہ شہر کی ممتاز شخصیتوں کو اسکا رکن نامزد کیا گیا۔

شہر میں عربی تعلیم کے تربیتی مراکز کا قیام

دارالعلوم کے قیام کے کچھ عرصے بعد حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ نے اپنی کوششوں سے شہر کے مختلف علاقوں میں عربی زبان سکھانے کے سترہ مراکز قائم کئے جو دارالعلوم کے زیر انتظام کام کرنے لگے' آپ نے "الطريقة الحديدة في تعليم اللغة العربية" کے مصنف استاد محمد امین المصری ﷫ کو ان مراکز کا نگران مقرر کیا ان مراکز میں مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والے افراد شریک ہوتے' ہر مرکز میں تقریباً ساٹھ ستر افراد کا اوسط تھا' عربی زبان سکھانے کے ان تربیتی مراکز کے قیام سے دارالعلوم کراچی کی شہرت ہونے کے ساتھ اسکے وقار میں بھی اضافہ ہوا۔

علامہ عثمانی ﷫ کے مزار کے قریب دارالعلوم منتقلی کی کوششیں

نانک واڑہ میں دارالعلوم کے افتتاح کے کچھ عرصے بعد وہاں کی خستہ عمارت کو ضروری مرمت واصلاح کر کے خاصا بہتر بنالیا گیا تھا' مسجد' درسگاہوں' اقامت گاہ اور مطبخ کے ابتدائی انتظامات وقت اور تنگی کے ساتھ کر لئے گئے تھے لیکن جب طلبہ کا رجوع زیادہ ہوا اور ضروریات بڑھتی چلی گئیں تو دارالعلوم

کے وسیع تر مقاصد کے لئے کشادہ اور وسیع جگہ کی ضرورت شدت کے ساتھ محسوس کی جانے لگی۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی خواہش تھی کہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے قریب (جہاں آج کل اسلامیہ کالج واقع ہے) ایک بڑی علمی درسگاہ قائم کی جائے جو شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کی یادگار ہونے کے ساتھ شہر کی علمی ضرورت وقیع انداز سے پوری کر سکے اس لئے ارادہ ہوا کہ کوشش کر کے یہ جگہ حاصل کی جائے۔

جب حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس جگہ کے حصول کا ارادہ کیا تو خود بھی کوشش کا آغاز فرمایا اور اہتمام کے ساتھ حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس مہم پر لگایا یہ جگہ کشادہ اور شہر کے بہترین مقام پر ہونے کے لحاظ سے بھی دارالعلوم کے لئے موزوں تھی اور اس لحاظ سے بھی کہ یہ حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جیسی قد آور عظیم شخصیت کے مزار سے بالکل متصل تھی۔

مولانا مرحوم کے عزم وہمت کا غیر معمولی واقعہ

حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طبیعت کے مطابق پوری جانفشانی اور سرگرمی کے ساتھ اس جگہ کے حصول کی کوشش شروع کر دی بالآخر اس کے حصول میں حائل رکاوٹیں دور ہوگئیں لیکن اس کی باضابطہ الاٹمنٹ ایک کٹھن کام تھا جس کے لئے آپ نے دن رات ایک کر رکھے تھے الاٹمنٹ کے لئے بلدیہ کی اکثریت کے ساتھ منظوری ضروری تھی لیکن جب بھی انتہائی کوششوں کے بعد یہ مسئلہ بلدیہ میں پیش کیا گیا اراکین بلدیہ کا کورم پورا نہ ہونے کی وجہ سے منظوری آئندہ متوقع اجلاس پر ٹلتی گئی' بہت سے اراکین کے بارے میں معلوم ہوا کہ سواری کا معقول انتظام نہ ہونے کی بناء پر وقتاً فوقتاً ان کی غیر حاضری کا سلسلہ رہتا ہے لیکن حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چونکہ اس کام کو کرنے کا عزم کیا ہوا تھا اس لئے انہوں نے بلدیہ کا کورم پورا کرنے کی ایک

انوکھی تدبیر سوچی ' پہلے اراکین بلدیہ سے علیحدہ علیحدہ انفرادی ملاقات کر کے ان پر اس کام کی اہمیت واضح کی اور متوقع اجلاس کے دن متعدد ٹیکسیوں کا انتظام کر کے صبح سویرے ایک ایک ٹیکسی رہبر کے ساتھ ہر ایسے رکن کی رہائش گاہ پر پہنچا دی جس کے پاس ذاتی سواری کا انتظام نہ تھا ان اراکین کو پہلے سے مطلع کر دیا گیا تھا کہ آج کے اجلاس کے لئے سواری کا انتظام ہماری جانب سے ہو گا چنانچہ نظم کے مطابق وقت پر اراکین شریک اجلاس ہوگئے اس طرح کورم پورا کرنے کے بعد الاٹمنٹ کی باقاعدہ منظوری عمل میں آگئی۔

بقول امام شافعی ﷺ

المجد یُدنِی کُلَّ اَمرٍ شاسع
والجدّ یفتح کلّ باب مغلق [1] .

بعض اہل غرض کی فتنہ انگیزی

جگہ کے حصول کے بعد یہاں فوری طور پر دارالعلوم کی عمارت تعمیر کرنے کے انتظامات شروع کر دیئے گئے اور اس کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے ایک بڑے جلسہ کا بھی انتظام کیا گیا جس میں ملک کے مقتدر علماء ' صلحاء اور دوسری بڑی شخصیات کو دعوت دی گئی اس سلسلہ کے تمام کام حضرت مفتی صاحب ﷺ کی نگرانی اور حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷺ کے زیر انتظام کئے جارہے تھے ' معزز مہمانوں کے ہر ممکن آرام کی خاطر خیموں وغیرہ کا انتظام کیا گیا تھا لیکن عین اس وقت جب اس قطعہ ارضی پر چشمہ خیر کی بنیاد ڈالی جارہی تھی بعض اہل غرض نے حضرت علامہ شبیر احمد عثانی ﷺ کی اہلیہ محترمہ رحمہا اللہ کو کسی شدید غلط فہمی میں مبتلا کر دیا جس کی بنیاد پر انہوں نے اس منصوبے کی مخالفت شروع کر

---

[1] کوشش ہر دشوار کام کو آسان کر دیتی ہے اور کوشش ہر بند دروازہ کو کھول دیتی ہے ر۔ا

دی حتیٰ کہ ایک مرتبہ وہ خود حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر تشریف لائیں اور وہاں دارالعلوم کے قیام کی مخالفت کی حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غلط فہمیاں دور کرنے کی خاصی کوششیں کیں لیکن یہ اختلاف بڑھتا چلا گیا۔

جھگڑے سے بچنے کے لئے حضرت مفتی صاحب ؒ کا ایثار

جب کوئی فہمائش کارگر نہ ہوئی تو رفقاء نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ چونکہ مخالفت کی کوئی معقول وجہ نہیں اس لئے آپ اپنا کام جاری رکھیں قانون نافذ کرنے والے اداروں نے بھی یقین دلایا کہ آپ کسی تذبذب کے بغیر یہ کام کر سکتے ہیں قانون اور پولیس کی طاقت بھی آپ کے ساتھ ہوگی لیکن حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نزاع وجدال سے طبعاً نفرت تھی آپ اپنے حق کے لئے بھی جھگڑوں میں پڑنا پسند نہ فرماتے تھے اس لئے آپ نے فرمایا کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا حضرت علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ اگرچہ شدید غلط فہمی میں مبتلا ہوگئی ہیں لیکن میرے لئے یہ کسی صورت ممکن نہیں کہ میں اپنے استاد محترم رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ کے خلاف اس معاملہ میں طاقت استعمال کروں اور فرمایا

> ”دارالعلوم بنانا فرض کفایہ اور مسلمانوں کو جھگڑے سے بچانا فرض عین ہے، فرض عین کو چھوڑ کر فرض کفایہ میں لگنا دین کی صحیح خدمت نہیں، میں جھگڑا مول لیکر یہاں ہرگز دارالعلوم نہ بناؤں گا۔“

چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فوراً ہی وہ جگہ چھوڑنے کے لئے تیار ہوگئے

اتباع شیخ کا مثالی مظاہرہ

حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس جگہ کو چھوڑنے پر کسی صورت آمادہ نہ تھے جگہ کے حصول کی کوششوں سے لیکر نقشہ منظور کرا کے بنیادیں کھدوانے تک آپ نے تمام کاموں میں دن رات ایک کرکے بڑی سرگرمی

جانفشانی اور جوش وجذبہ سے حصہ لیا تھا جلسۂ سنگ بنیاد کے تمام انتظامات مکمل ہو چکے تھے پوسٹر چھپ چکے تھے بنیادیں کھد چکی تھیں مہمانوں کے سلسلہ میں تمام انتظامات مکمل کر لئے گئے آپ تو آپ دوسرے لوگ بھی کسی صورت میں اس جگہ کو چھوڑنے کے حق میں نہ تھے لیکن جب حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد

"من ترك المراء وهو محق بني له في وسطها"[1]

جو شخص حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے اس کے لئے جنت کے بیچوں بیچ گھر تعمیر کر دیا جاتا ہے۔

پر عمل فرماتے ہوئے اس جگہ کو چھوڑنے کا فیصلہ فرما لیا تو آپ بھی اپنے استاد و مرشد کی پیروی کرتے ہوئے رائے اور جذبات کو پس پشت ڈال کر اس جگہ کو چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے[2]، حالانکہ تمام تر محنتوں کاوشوں اور اختیارات کے بعد اس قیمتی جگہ کو چھوڑنا آپ کو بڑا شاق تھا۔

یہ واقعہ جہاں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بے نفسی، توکل اور للّٰہیت پر دال ہے وہاں حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قربانی اور اپنے استاد و مرشد کے اتباع کی بہترین مثال بھی ہے۔

کورنگی میں دارالعلوم کا قیام

شاید اللہ تعالیٰ کو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے غیر معمولی ایثار اور حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی قربانی کا صلہ دنیا میں بھی دینا منظور تھا اس لئے اس

---

[1] سنن ترمذی (ج ۳ ص ۳۰۸ کتاب البر والصلة باب ماجاء في المراء) اور سنن ابن ماجہ (ج ۱ ص ۲۰ باب اجتناب البدع والجدل رقم ص ۵۱) ۱۲ارشید

[2] اس واقعہ کی بیشتر تفصیل حضرت مولانا صاحب سمیت متعدد حضرات سے سنی ہوئی ہے، البلاغ کے مفتی اعظم نمبر میں بھی دیکھی جا سکتی ہے ص ۴۲۵ و ص ۳۶ ص ۲۲۲، ص ۵۱۷، ص ۵۱۸، ر-ا

واقعہ کے کچھ ہی عرصہ بعد ایک صاحب خیر جناب حاجی ابراہیم صاحب دادابھائی ﷫ مقیم جنوبی افریقہ نے شرافی گوٹھ کے قریب ایک کشادہ قطعہ اراضی دارالعلوم کے لئے لوجہ اللہ وقف کر دیا دارالعلوم کو یہ زمین محترم جناب حاجی عبداللطیف باوانی صاحب کے تعاون سے حاصل ہوئی تھی یہ نئی جگہ (جہاں آجکل کورنگی کے ایریا اور انڈسٹریل ایریا آباد ہے جن کا اس وقت نام ونشان نہ تھا) اگرچہ کافی وسیع اور کشادہ تھی لیکن اس وقت شہری ضرورتوں سے یکسر عاری تھی آس پاس سڑکیں تھیں نہ بجلی' نہ پانی کا کوئی معقول انتظام تھا' قریب ترین آبادی شرافی گوٹھ کا دیہات تھا یا پھر لانڈھی کی بستی جو تقریباً دو میل کے فاصلہ پر تھی جب کہ شہر سے یہ جگہ تیرہ چودہ میل کے فاصلہ پر تھی مٹی کے بڑے بڑے تودوں خودرو جھاڑیوں اور خاردار تناور درختوں کی بناء پر یہ علاقہ جنگل اور صحرا کی پوری منظرکشی کرتا تھا' ان حالات میں یہاں کسی بڑے مدرسہ کا قیام ایک حسین خواب سے کم نہ تھا لیکن جن برگزیدہ ہستیوں کے ہاتھوں اللہ جل شانہ کو یہاں مدرسہ کا قیام منظور تھا وہ حوصلہ ہارنے والی نہ تھیں یہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ' کی عالی ہمتی تھی اور حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ کی پامردی کہ فوراً ہی یہاں کام شروع ہوگیا۔

حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ شروع ہی سے بڑے عالی ہمت' بلند حوصلہ' بے حد فعال اور مہم جو تھے بے تکان کام کئے جانا اور مہمات کو سرکرنا آپ کا خاص وصف تھا آپکی پوری زندگی جدوجہد اور پیہم عمل سے تعبیر ہے آپ کی اولوالعزمی اور فعالیت کے اصل جوہر کورنگی میں دارالعلوم کی منتقلی کے بعد ظاہر ہوئے۔

دارالعلوم کی تعمیر و ترقی کے ابتدائی کٹھن مراحل کو آپ نے حسن وخوبی اور استقلال سے طے کیا' دارالعلوم کی کورنگی منتقلی کا فیصلہ ہونے کے بعد ابتداءً آپ نے حضرت مفتی صاحب ﷫ کی ہدایت کے مطابق پندرہ پندرہ کمروں پر مشتمل تین بڑے بڑے بلاک حاجی عبداللطیف صاحب باوانی مرحوم کی معاونت

سے تعمیر کرائے، تعمیر کے اس ابتدائی مرحلہ میں آپ نے دن رات کی جس انتھک اور کٹھن محنت سے جن محدود وسائل کے ساتھ کام کیا یہ کچھ آپ ہی کا حصہ تھا، بالآخر ۱۵/ شعبان ۷۶ ۱۳ھ کو درس نظامی کے درجات، کتب خانہ، مطبخ اور متعلقہ دفاتر یہاں منتقل کر دیئے گئے، حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جوانی کی توانائیاں اور صلاحیتیں یہاں صرف ہونے لگیں اور اس جنگل وصحراے علم کی خوشبو پھوٹنے لگی۔

دے کانٹوں کو پیرہن ہم نے
کر لئے زخم زیب تن ہم نے
یونہی سورج نہیں بنی یہ زمین
جمع کی ہے کرن کرن ہم نے

پھر چونکہ اس گلشن علم کو حضرت مفتی صاحب قدس سرہ جیسی عظیم المرتبت علمی اور روحانی شخصیت کی گراں قدر خدمات اور انکی سرپرستی ونگرانی حاصل تھی اس لئے قلیل ہی عرصہ میں اس مرکز علم کی شہرت دور دراز کے علاقوں میں پھیل گئی، ملکی اور غیر ملکی طلبہ کا رجوع روز بروز بڑھنے لگا ہندوپاک کے علاوہ ایران، افغانستان، برما، ملائشیا، انڈونیشیا، تھائی لینڈ، افریقہ اور دوسرے متعدد ممالک کے بے شمار تشنگان علم نے حصول علم کے لئے دارالعلوم کا رخ کرنا شروع کر دیا اور پاکستان میں دارالعلوم کراچی صحیح معنوں میں دارالعلوم دیوبند کا قائم مقام ہوگیا۔

یہ حضرت شفیع کے انفاس کی مہک
یہ حضرت شفیع کے جلووں کی اک جھلک
یہ حضرت شفیع کے جذبات کا چمن
یہ ان کے علم وزہد و تفقہ کا بانکپن

دار العلوم کے بارے میں آپ کے عزائم اور رجال کار کی فراہمی

حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ کی خواہش تھی کہ اس عظیم دینی درسگاہ میں ایسے علماء' مشائخ اور رجال کار جمع کر دیں جو اپنے اپنے فنون میں اختصاص رکھنے کے ساتھ علمی و عملی لحاظ سے نمایاں حیثیت رکھتے ہوں' چنانچہ حضرت مفتی صاحب ﷫ کی ہدایات کے مطابق آپ نے اس کی کوشش شروع کر دی حتیٰ کہ چند ہی سالوں میں یہاں منتخب جلیل القدر شخصیات جمع ہو کر تشنگان علم کی پیاس بجھانے لگے حتیٰ کہ حضرت ﷫ کی اجازت سے شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب اعلی اللہ درجاتہ فی الجنۃ کو بھی آپ نے بصد آداب دار العلوم آنے کی دعوت دی' حضرت شیخ الادب اس پر نیم راضی بھی ہو گئے تھے کہ داعی اجل آپہنچا اور انہوں نے اسکو لبیک کہا إنا للہ و إنا إلیہ راجعون۔

دار العلوم کراچی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا سحبان محمود صاحب حفظہ اللہ' حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب زید مجدہم حضرت مولانا ادریس صاحب ﷫ اور ان جیسے دوسرے جواہر گراں مایہ بھی آپ کی جوہر شناس نظر کا انتخاب تھے۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام اقبالہم حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:۔

> ۱۹۵۰ء میں میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ نے آرام باغ کی باب الاسلام مسجد میں "امداد العلوم" کے نام سے ایک چھوٹا سا مدرسہ قائم کیا جس میں حفظ و ناظرہ کے علاوہ ابتدائی فارسی اور عربی کی کتابیں بھی پڑھائی جانے لگیں۔ احقر اور برادر بزرگ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم اس مدرسے

کے پہلے طالب علم تھے ' جہاں ہم نے ابتدائی فارسی کتابیں پڑھنی شروع کیں ' اسی مدرسے کے ساتھ حضرت والد صاحب ؒ نے ایک دارالافتاء بھی قائم فرمایا جہاں اہل شہر کی سہولت کے لئے شرعی سوالات کے جوابات دیئے جاتے تھے۔ حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ ان تمام کاموں میں حضرت والد صاحب ؒ کے دست وبازو کے طور پر کام کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے جو بہت سی خاموش خدمات لیں ان میں ایک بڑی خدمت یہ تھی کہ انہوں نے بہت سے ایسے اہل علم کو جو زمانے کی ناقدری کا سامنا کر رہے تھے اور امت ان کی صلاحیتوں سے کما حقہ فائدہ نہیں اٹھا رہی تھی ایک مرکز پر جمع کرکے ان کے علمی اور دینی فیوض کو ایک وسیع میدان فراہم کیا ' حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ؒ دارالعلوم دیوبند میں ان کے ہم سبق رہ چکے تھے اور انہیں پوری طرح اندازہ تھا کہ علم وفضل کا یہ شہسوار درحقیقت کسی ہائی اسکول میں پڑھانے کے لئے نہیں بلکہ اسلامی علوم کے کسی بڑے مرکز سے فیض رسانی کے لئے پیدا ہوا ہے چنانچہ انہوں نے ابتداء میں "امداد العلوم" کے مدرسے اور دارالافتاء سے ان کا رابطہ قائم کرایا اور جب ۱۹۵۱ء میں نانک واڑہ میں دارالعلوم کی بنیاد پڑی تو وہ حضرت مفتی ولی حسن صاحب ؒ کو مستقل طور پر "میٹرو پولیس ہائی اسکول" سے اٹھا کر دارالعلوم لانے میں کامیاب ہوگئے اور دارالعلوم سے حضرت مفتی صاحب ؒ نے پاکستان میں اپنی علمی خدمات کا آغاز فرمایا۔ البلاغ (ج ۲۹ شمارہ ۱۱ ص ۴۹ ' ۵۰)

کتب خانہ دارالعلوم کیلئے آپ کی کاوشیں

کتب خانے ' مدارس اور اہل علم کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے کتب خانہ دارالعلوم کے لے بھی حضرت مولانا نور احمد صاحب

قدس سرہ نے ابتداء سے نادر ونایاب اور گراں قدر کتابوں کے جمع کرنے کا بڑا اہتمام فرمایا ایک ایک کتاب جمع کرنے کے لئے بڑی جان کھپائی مختلف شہروں اور ممالک سے ادارکر آپ نے اس میں کتابیں جمع کرائیں 'کسی اہم کتاب کے بارے میں آپ کو معلوم ہوتا کہ وہ اساتذۂ کرام یا طلبہ کی ضرورت کی ہے تو آپ ہر قیمت پر اس کو کتب خانہ کی زینت بنانے کی کوشش فرماتے 'ایک مرتبہ ''کشاف اصطلاحات الفنون'' تین جلدوں میں دو سو روپے میں افغانستان میں اپنے ایک دوست کے واسطہ سے منگوا کر جمع کرائی اسی طرح لغت کی مشہور کتاب ''لسان العرب'' جو اس زمانے میں بڑی کمیاب اور نادر تھی پانچ سو روپے میں حاصل کر کے کتب خانہ میں داخل کی اس کے علاوہ جب بھی آپ کو حرمین شریفین کے سفر کی سعادت حاصل ہوتی آپ وہاں سے کتابیں ضرور لاتے کبھی خرید کر کبھی دوسرے ذرائع سے دارالعلوم کے لئے عطیات کے طور پر' آپ کی انہی کاوشوں کا ثمر تھا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں دارالعلوم کا کتب خانہ دوسرے مدارس کے کتب خانوں کے مقابلہ میں نمایاں حیثیت اور مقام کا حامل ہوگیا۔ حضرت مولانا موصوف ؒ کی بنیادی جدوجہد کے بعد آج یہ کتب خانہ حضرت صدر دارالعلوم مد ظلہم اور حضرت مولانا محمد تقی عثمانی زید مجدہم کی خوش ذوقی اور کاوشوں سے پاکستان کی ممتاز لائبریریوں میں شمار ہوتا ہے۔

دارالعلوم میں آپ کا مشاہرہ

حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ کی زندگی کا بہترین حصہ اور جوانی کا اصل دور دارالعلوم کی تعمیر و ترقی میں صرف ہوا جب آپ شروع میں دارالعلوم کے کاموں میں لگے اس وقت اپنے گزارہ کے لئے دارالعلوم سے صرف سوا سو روپے ملتے تھے حالانکہ اس سے قبل بعض کتب خانوں کی مختلف کتابوں اور قرآن پاک کے ترجمہ وتفسیر کی ترتیب اور تصحیح ونگرانی کے کام میں اپنی محنتوں

سے صرف ایک سال کی قلیل مدت میں اس زمانہ میں تقریباً دس ہزار روپے کی خطیر رقم حاصل کر چکے تھے۔ لیکن چونکہ آپ نے دارالعلوم کراچی کی تعمیر و ترقی کو محض اللہ جل شانہ کی رضا میں اپنا مقصود بنالیا تھا اس لئے اس راہ میں آپ نے پیسے کو کبھی اہمیت نہیں دی' ویسے بھی مال و دولت کے بارے میں آپ کا مسلک بزبان حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ اس طرح تھا:۔

کسب دنیا تو کر ہوس کم رکھ
اس پہ تو دین کو مقدم رکھ۔
دینے لگتا ہے پھر دھواں یہ چراغ
اک ذرا اس کی لو کو مدھم رکھ

آپ بناء دارالعلوم کے تقریباً ۱۳ سال بعد جب دارالعلوم کی خدمات سے مستعفی ہوئے اس وقت بھی آپ کا مشاہرہ محض ساڑھے چار سو روپے ماہانہ تھا' آپ کی ماہانہ تنخواہ میں سے بھی ایک خاص رقم دارالعلوم ہی کے کاموں میں خرچ ہو جاتی تھی' نظامت دارالعلوم کے تیرہ سالہ طویل عرصہ میں آپ کبھی صاحب نصاب نہیں ہوئے' جب آپ دارالعلوم سے مستعفی ہوئے اس وقت نہ آپ کے پاس کوئی جائیداد تھی نہ زمین نہ مکان' صرف ایک سکونتی فلیٹ تھا جو آپ کی اہلیہ محترمہ ادام اللہ بقاءھا کے کلیم کے سات ہزار روپے میں حاصل کیا گیا تھا' اس زمانہ میں آپ کے پاس کسی بڑی رقم کا ہونا تو کجا آپ چند ہزار کے ذاتی طور پر مقروض بھی تھے یہ قرضہ بھی آپ کے یا آپ کے اہل خانہ کے معیار زندگی کے غیر معمولی ہونے کی بناء پر نہ تھا (اس لئے کہ اس میں تو خاصی سادگی تھی اور رہی) بلکہ ان اجتماعی کاموں کی وجہ سے تھا جن میں مقاصد کے حصول کے لئے بسا اوقات آپ اپنا پیسہ بے دریغ خرچ فرمایا کرتے تھے۔

اس مختصر تفصیل سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے دارالعلوم کی نظامت کا تمام زمانہ اپنے جلیل القدر اسلاف رحمھم اللہ کی اتباع کرتے

ہوئے کس قدر ورع وتقویٰ اور احتیاط کے ساتھ گزارا۔

دارالعلوم سے استعفاء

اللہ تعالیٰ کو حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دارالعلوم سے باہر بھی دین کے دوسرے میدانوں اور مختلف جہات میں غیر معمولی کام لینا منظور تھا اس لئے ایسے حالات پیدا ہوئے کہ آپ ۹/ شعبان ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۴/ دسمبر ۱۹۶۴ء کو بناء دارالعلوم کے ۱۳ سال بعد دارالعلوم سے مستعفی ہوگئے۔

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں
تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں
اسی روز وشب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان ومکاں اور بھی ہیں

آپ نے اپنے استعفاء کا اعلان اخبارات میں بھی شائع کرایا اور اس میں اپنے متعلقین جان پہچان والے اور دوسرے تمام لوگوں سے درخواست کی کہ کسی کا کوئی حق عمداً یا سہواً میرے ذمہ رہ گیا ہو یا خدانخواستہ میرے سے کسی پر زیادتی ہوئی ہو تو للہ مجھے معاف فرمادیں اور اطلاع کریں تاکہ اسکی تلافی کی ہر ممکن کوشش کرسکوں۔

جس زمانہ میں آپ نے استعفاء دیا' اس وقت دارالعلوم اپنے قدموں پر کھڑا ہوکر ترقی کی اہم منازل طے کرچکا تھا اور ملک وبیرون ملک اس کی شہرت پھیلنے کے ساتھ اسکی ساکھ بلند ہوچکی تھی۔ الحمدللہ دارالعلوم آج بھی سلیقہ مند' باذوق اور مضبوط ہاتھوں میں ہے اور شاہراہ ترقی پر گامزن ہے؛ اللھم زد فزد

یا رب لطافت دل جامی ملے اسے
ختم الرسل کا عشق دوامی ملے اسے
خالد کی اس کی مستی کردار بھی ملے
اخلاص و درد رومی وعطار بھی ملے
اس کے بدن کو روح بلالی نصیب ہو
دل کو گداز قلب غزالی نصیب ہو

دارالعلوم کراچی کے لئے حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ کی خدمات کا مختصر جائزہ انشاء اللہ باب دوم (خدمات اور کارنامے) کے ذیل میں آئیگا۔

استعفاء کے بعد

دارالعلوم کراچی سے استعفاء کے بعد حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ تقریباً دو ماہ کراچی میں مقیم رہے اس عرصہ میں آپ نے دارالعلوم اور وہاں کے متعلقین کے حقوق کی ادائیگی اور حساب کتاب صاف کرنے کا اہتمام کیا' ملک وملت اور دین کی خدمت کا جذبہ آپ کو کسی ایک جگہ ٹکنے نہ دیتا تھا اور اہل خانہ کو ساتھ رکھنے میں بچوں کی تعلیم کے متاثر ہونے کا اندیشہ تھا اس لئے دارالعلوم سے علیحدگی کے بعد آپ نے اہل خانہ کو دارالعلوم کے مکان (جس میں صرف ایک سال ہی قبل نانک واڑہ کے فلیٹ سے منتقل ہوئے تھے) سے مدرسہ کے قریب ہی کورنگی کے ایریا کے ایک کواٹر میں منتقل کردیا اور ساتھ ہی ایک اور کواٹر بھی خرید دیا تاکہ اس کے کرائے سے گھر کا خرچہ چل سکے اس طرح آپ نے گھریلو مصروفیات سے خود کو ایک حد تک فارغ کرلیا تاکہ دین کے مختلف میدانوں میں بھرپور حصہ لیکر خاطر خواہ خدمات انجام دے سکیں۔

تبلیغی جماعت کے ساتھ آپ کا ربط

تبلیغی جماعت ' اسکی ہمہ گیر عظیم دینی خدمات عیاں راچہ بیاں کے مصداق نہ کسی پر مخفی ہیں نہ کسی بیان کی محتاج ' اس لئے اس کا یا اس کی خدمات جلیلہ کا تعارف کرانے کی چنداں حاجت نہیں ۔

دارالعلوم سے علیحدگی کے بعد حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ کے قلب میں اس بات کا داعیہ پیدا ہوا کہ تبلیغی جماعت کے پلیٹ فارم سے بھی دین کی خدمات انجام دیں ' چنانچہ مختلف خطوں اور رنگ ونسل سے تعلق رکھنے والے ان گیت بلند حوصلہ لوگوں کی طرح دین مصطفوی ﷺ کو مشعل راہ بناتے ہوئے قلب کو عشق محمدی ﷺ کی حرارت سے گرما کر اور ایثار وقربانی کے جذبہ سے معمور ہوکر آپ نے بھی اس عظیم جماعت کی مجاہدانہ اور صبر آزما مہم میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا شروع کر دیا ' دعوت وتبلیغ تو پہلے بھی آپ کی طبیعت اور مزاج میں شامل تھی اس تعلق کے بعد وہ مزید رچ بس گئی ' چنانچہ دعوت وتبلیغ کے اس مبارک کام کو لیکر آپ شہر شہر ' قریہ قریہ اور کوبہ کوبہ پھرے اور بیرون ملک کے بھی متعدد اسفار آپ نے اس سلسلے میں کئے ۔

سفر ہندوستان اور ۶۵ء کی جنگ

چنانچہ ۱۹۶۵ء کے ابتدائی مہینوں میں تبلیغی جماعت کے ساتھ مختلف علاقوں میں طویل وقت لگاتے ہوئے آپ نظام الدین دہلی تشریف لے گئے ' وہاں جماعت کے ساتھ وقت لگانے کے علاوہ آپ کو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب ؒ کی خدمت میں بھی طویل وقت گزارنے کا موقعہ ملا ' اسی زمانے میں آپ نے جامع مسجد نظام الدین میں چالیس دن کا اعتکاف کیا اسی دوران پاکستان اور بھارت کے درمیان ۱۹۶۵ء کی تاریخی جنگ چھڑ گئی ' آمد ورفت حتیٰ کہ خط وکتابت کے راستے بھی بند ہوگئے اس طرح تمام گھر والوں اور

متعلقین سے کٹ کر ایک صبر آزما اور طویل عرصہ آپ نے بھارت میں گزارا۔

اس زمانہ میں گھر کے حالات
اور اہلیہ محترمہ کا صبر و استقلال

والد بزرگوار حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہندوستان تشریف لیجانے کے بعد خال خال ہی آپ کا کوئی مکتوب مل جاتا ورنہ اس کو راستے مسدود ہونے کی بناء پر عرصہ گزر جاتا جس میں خط ملنا تو کجا خیر خیریت کا بھی علم نہ ہوتا۔

یہ زمانہ اہل خانہ کے لئے جہاں آپ کی خیر خبر نہ ملنے کے لحاظ سے تکلیف دہ تھا وہاں معاشی لحاظ سے بھی کٹھن تھا، ہم سب بہن بھائی بھی کمسن اور نو عمر تھے گھر کے اخراجات کے لئے کسی قدر پس اندازکی ہوئی معمولی رقم تھی یا ایک کوارٹر کا تھوڑا سا کرایہ جو سو ڈیڑھ سو سے زائد نہ تھا مزید کوئی ذریعہ آمدنی نہ تھا، تنگ دستی کے اس دور میں ہماری والدہ مشفقہ ادام اللہ بقاء ھا (جو حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی بڑی صاحبزادی اور ان کی اعلیٰ تربیت کا بہترین نمونہ ہیں) نے جس صبر و استقامت اور حوصلے سے کام لیا وہ حیرت انگیز بھی ہے اور قابل صد ستائش بھی، گھر کا کنبہ آٹھ دس افراد پر مشتمل تھا معمولی آمدنی سے پورے گھر کا خرچہ چلانا آسان نہ تھا، لیکن والدہ مکرمہ نے اس انتہائی محدود آمدنی کے ساتھ جس حسن نظم کے ساتھ گھر چلایا یہ ان ہی کا حوصلہ اور ظرف تھا آج بھی اس کا خیال آتا ہے تو حیرت و استعجاب کی انتہا نہیں رہتی، بے شمار پر مشقت کام ایسے ہوتے تھے کہ جن پر عام حالات میں اچھی خاصی رقم کا خرچ ہونا ناگزیر ہوتا تھا انہیں والدہ مشفقہ یا تو تن تنہا خود انجام دے لیتی تھیں یا اپنے حسن سلیقہ کی بناء پر ہمیں گھر میں تنگی کا ادنیٰ احساس تک نہ ہوتا لیکن حقیقت والدہ ماجدہ ہی کو پتہ تھی کہ کتنی صعوبتوں سے وہ گذارہ کر رہی ہیں قریبی رشتہ دار بھی موجود تھے لیکن والدہ محترمہ نے اپنی غیرت سے کسی کو اطلاع نہ ہونے دی۔

قلندری مری پچھ کم سکندری سے نہیں

والد ماجد حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷺ نے اپنی مبارک حیات میں ایسے بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے جو سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہیں لیکن اس تمام کے باوجود اس میں بھی شک نہیں کہ ہم سب کی تعلیم و تربیت کی عملی ذمہ داری اکثر والدہ معظمہ ہی نے اپنے کمزور لیکن حوصلہ مند کاندھوں پر اٹھائی' راستے کھلنے کے بعد جب حضرت والد صاحب ﷺ واپس تشریف لے آئے وہ اپنی تبلیغی' اسلامی اور ملی مصروفیات کی بناء پر بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے زیادہ وقت نہ دے سکے اس لئے اس سلسلہ میں ان کی بیشتر ذمہ داریاں ہمیشہ والدہ مشفقہ ہی نے بحسن وخوبی پوری کیں۔ تعلیمی لائینوں کے طے کرنے میں بنیادی رہنمائی اور نگرانی تو حضرت والد صاحب ﷺ ہی کی ہوتی لیکن عملی ذمہ داریاں حضرت والدہ مشفقہ ہی انجام دیتیں' افسوس یہ ناکارہ تو نکما ہی رہا لیکن دوسرے سب بہن بھائیوں کی حسن تربیت اور اعلیٰ تعلیم جہاں حضرت والد صاحب ﷺ کی رہنمائی اور دعائے نیم شبی کا ثمر ہے وہاں والدہ مشفقہ ادام اللہ بقاء ھا کی بے لوث قربانیوں اور جدوجہد کا میٹھا پھل بھی ہے۔

یہ بھی محض ایک مثال ہے ورنہ درحقیقت والدہ مشفقہ تو ہر معاملہ ہی میں انکی بہترین رفیقہ حیات رہیں انہوں نے آپ کو گھریلو افکار سے ہمیشہ فارغ کئے رکھا' آپ کی رفاقت حضرت والدصاحب ﷺ کے لئے ہر کام میں مد ومعاون بنی رہی والد ماجد کو بھی اسکا بڑا احساس اور قدر تھی' بے تکلف مجلسوں میں اسکا اظہار بھی فرماتے تھے' حضرت والد صاحب قدس سرہ نے اپنی حیات میں جو جو کارہائے نمایاں انجام دیئے ان تمام کاموں میں انشاء اللہ وہ بھی اجر عظیم کی مستحق ہونگی۔

اللہ تعالیٰ ان کے ٹھنڈے سائے کو تادیر عافیت کے ساتھ قائم رکھے

سلامت رہے انکا سایہ سروں پر
جدائی نہ ان سے کبھی ہو ہماری

آج جب حضرت والد مشفق ﷫ ہم سے رخصت ہوکر زندگی کے بیکراں صحراؤں میں ہمیں تنہا چھوڑ چکے ہیں والدہ مشفقہ (ادام اللہ بقاء ھا) ہی کا سایہ عاطفت ہمارے قلوب کی بے قراری کے لئے سکون کا سامان اور رحمت کی ٹھنڈی چھاؤں ہے بارك الله في حياتها و زادفي زاخر حسناتها.

ریاض دہر میں مانند گل رہے خنداں
کہ ہے عزیز تراز جاں وہ جان جاں مجھ کو

مجلس دعوۃ الحق کا قیام اور سوشلزم کے خلاف علماء کا متفقہ فتویٰ

۱۹۶۵ء کی جنگ ختم ہونے کے کچھ عرصہ بعد جب راستے کھلے تو حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ پاکستان تشریف لائے' کچھ عرصہ اپنے طور پر مختلف ملکی' ملی اور اسلامی خدمات انجام دیتے رہے بعد میں آپ نے دعوتی و تبلیغی نقطہ نگاہ سے حضرت مولانا ظفر احمد عثانی ﷫ کی سرپرستی میں ''دعوۃ الحق'' کے نام سے ایک ادارہ قائم فرمایا' اس طرح دعوتی و تبلیغی خدمات کے لئے ایک بڑا میدان آپ کے ہاتھ آگیا' اس سلسلہ میں تنہا اور علامہ عثانی ﷫ کی معیت میں آپ کے سفر ہوتے رہتے اور حضرت کی خدمت میں کراچی میں ان کی رہائش گاہ پر یا دارالعلوم ٹنڈوالہ یار حاضری رہتی' حضرت والد ماجد ﷫ کی برکت سے حضرت علامہ عثانی قدس اللہ سرہ کی بابرکت رفاقت کے کچھ لمحات ناکارہ راقم الحروف کو بھی نوعمری میں نصیب ہوئے' جب ان لمحات کی قدروقیمت کا کوئی شعور نہ تھا کبھی کراچی سے ٹنڈوالہ یار اور کبھی ٹنڈوالہ یار سے کراچی کے سفر میں' کبھی رہائش گاہ پر حضرت کا عصا بن کر جسکی صورت یہ تھی کہ حضرت چارپائی پر تشریف فرما ہوکر حضرت والد ماجد ﷫ یا دوسرے حضرات سے طویل مجالس میں

گفتگو فرما رہے ہوتے اور احقر فرش پر حضرت کے قدموں کے پاس بیٹھ جاتا اور حضرت اس ناکارہ کے سر پر سہارے کے انداز میں دونوں ہاتھوں سے ٹیک لگاکر دیر تک گفتگو جاری رکھتے' اس وقت یہ مجالس اپنی نادانی کی بناء پر بڑی بور معلوم ہوتیں' آج جب وہ بابرکت لمحات یاد آتے ہیں تو خوشی اور افسوس کے ملے جلے جذبات کا ایک عجیب عالم طاری ہو جاتا ہے

وہ منظر گویا اس وقت بھی نظروں کے سامنے ہے جب ایک مرتبہ حضرت والد ماجد ﷫ کے ساتھ حضرت عثمانی ﷫ کی خدمت میں دارالعلوم ٹنڈوالہ یار حاضری ہوئی کھانے کے وقت بان کی چارپائی پر جس پر کچھ بچھا ہوا نہ تھا بیٹھے حضرت علامہ عثمانی ﷫ خود بنفس نفیس ایک ٹرے میں کھانا لیکر تشریف لائے ایک پیالے میں سالن ایک میں پیاز دستر خوان میں روٹی' دونوں بزرگوں اور اس ناکارہ نے ہم پیالہ وہم نوالہ بنکر کھانا کھایا' جب کبھی ان لمحات کا خیال آتا ہے تو عجیب کیف محسوس ہوتا ہے۔

جس زمانے میں "دعوۃ الحق" کا قیام عمل میں آیا یہ وہ دور تھا جب ملک میں لا دینی قوتیں سر اٹھا رہی تھیں' اسلام کے مقابلہ میں مختلف "ازموں" کی آوازیں سنائی دینے لگی تھیں' بالخصوص سوشلزم کی تحریک زور پکڑ رہی تھی اس لئے ایسے "ازموں" خصوصاً سوشلزم کے خلاف کام کرنے کی شدید ضرورت تھی آپ نے دینی حلقوں میں کافی پہلے اس ضرورت کو محسوس فرمایا اور اسلام کے سوا ہرازم کے خلاف سینہ سپر ہوگئے' اور اس سلسلہ میں آپ نے جہاں اردو' انگلش اور دوسری ملکی زبانوں میں کثیر تعداد میں لٹریچر شائع کرکے مفت تقسیم کرایا وہاں سوشلزم کے خلاف دو سو پچیس (۲۲۵) علمائے کرام کا فتویٰ بھی اپنے مجاہدانہ طوفانی مہم کے بعد حاصل کیا' یہی وہ تاریخی فتویٰ ہے جس نے پاکستان میں سوشلزم کی بنیادیں کھوکھلی کر دیں۔

"دعوۃ الحق" کے پلیٹ فارم سے آپ کی خدمات بالخصوص سوشلزم کے خلاف آپ کے کارناموں کا کسی قدر تفصیلی تذکرہ انشاء اللہ باب دوم میں آئے

گا۔

سوشلزم کے خلاف فتوے پر علماء کے دستخطوں کے لئے آپ کی مجاہدانہ مہم اور اسفار

سوشلزم کے خلاف فتوے پر ہر طبقہ کے مفتیان کرام اور حضرات علماء کے دستخط کرانے کے لئے حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ نے جس مجاہدانہ طرز پر کام کا آغاز کیا وہ انتہائی حیرت انگیز ہے' اس فتوے پر آپ نے نہ صرف دیوبندی مکتب فکر کے علماء و مشائخ سے بلکہ بریلوی' اہل حدیث وغیرہ دوسرے مکاتب فکر کے علماء سے بھی دستخط لئے تمام مکاتب فکر کے علماء کو اس فتوے پر متفق کرنا اور ان سے دستخط لینا کسی صورت آسان نہ تھا' ان مکاتب فکر کا کوئی نمائندہ اجتماع بلایا جاتا تو اس کا انعقاد بھی آسان نہ تھا اگر ایسا کوئی اجلاس ہو بھی جاتا تو بات چیت کے بعد تمام علماء کا کسی ایک موقف پر متفق ہونا بھی کارے دارد تھا' اس لئے حضرت مولانا مرحوم نے ارادہ فرمایا کہ ہر مکتب فکر کے علماء سے فرداً فرداً ملاقات کر کے اس مسئلہ کی اہمیت کا احساس دلا کر سب سے علیحدہ علیحدہ دستخط لئے جائیں چنانچہ اس مقصد کے لئے آپ نے اپنے بعض معتمد علیہ رفقاء کے ساتھ اپنی ذاتی کار میں کراچی سے پشاور تک کے دو طویل اور کٹھن سفر کئے ایک ایک شہر ایک ایک گاؤں اور بستی بستی پھرے' بقول شاعر؂

ہر روز میرا نیا مقام
صبح کہیں' کہیں ہے شام
عشق کی منزلیں تمام
راہ دور و دراز میں

ان اسفار میں حضرت مولانا موصوف نے ہر مکتب فکر کے چھوٹے بڑے

علماء سے ملاقاتیں کرکے مسئلہ کی اہمیت کا احساس دلایا اور دستخط لئے اس طرح یہ عظیم مقصد کامیابی سے ہمکنار ہوا۔

ان اسفار میں اللہ جل شانہ کی غیر معمولی مدد

کراچی سے پشاور تک کے دو طویل و مدید سفر حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے رفقاء نے جس صبرواستقامت اور استقلال سے کئے وہ اپنی نظیر آپ تھے یہ اسفار جہاں ان حضرات کے صبرواستقلال کا امتحان تھے وہاں اللہ جل شانہ کی غیر معمولی اعانت ونصرت کا مظہر بھی' آپ اس سفر کے واقعات بڑے جذب اور کیف کے ساتھ سنایا کرتے تھے۔

کئی مرتبہ خود راقم الحروف نے آپ سے سنا' فرماتے تھے کہ ہم نے ایک دفعہ ڈیڑھ دو گھنٹے تک تیز موسلا دھار بارش میں سفر کیا' ہمارے بستر وغیرہ گاڑی کی چھت پر رکھے ہوئے تھے' جب ہم منزل پر پہنچے تو ہمارا خیال تھا کہ بستر بالکل بھیگ چکے ہونگے لیکن گاڑی سے اتر کر دیکھا تو بستر وغیرہ بالکل خشک تھے اور یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے بارش ہوئی ہی نہیں

خاک وباد و آب و آتش بندہ اند
بامن و تو مردہ با حق زندہ اند

یہ واقعہ بھی آپ سے بارہا سنا' فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم ایک جگہ سے روانہ ہوئے' گاڑی میں پیٹرول ختم ہو رہا تھا روانہ ہونے سے پہلے ڈرائیور پیٹرول بھروانا بھول گیا اتفاق سے رفقاء سفر میں سے بھی کسی کو دھیان نہ رہا جب ہم شہر سے خاصی دور آگئے تو ڈرائیور نے چونک کر بتلایا کہ گاڑی میں پیٹرول ختم ہو چکا ہے لیکن شاید ریزرو میں چند میل چل لے یہ معلوم ہوکر سب کو بڑی پریشانی ہوئی دور دور تک کوئی پیٹرول پمپ نہ تھا' قریب ترین پیٹرول پمپ تقریباً پچیس تیس میل کے فاصلے پر تھا' چند ہی منٹوں میں تین چار میل کا فاصلہ

طے ہوگیا اب خطرہ تھا کہ کسی بھی لمحے گاڑی رک جائے اگر ایسا ہوتا تو شدید پریشانی ہوتی اس لئے کہ آس پاس نہ کوئی معروف بستی تھی نہ کوئی جان پہچان والا' سب فکر مند ہوکر پریشان ہوگئے کوئی صورت نہ تھی 'محض اللہ جل شانہ ہی کی طرف رجوع ممکن تھا چنانچہ سب دعاکرنے لگے لیکن عقلی طور پر سب ہی سمجھ رہے تھے کہ گاڑی اب بند ہی ہوا چاہتی ہے اور کسی بھی لمحہ رک سکتی ہے لیکن گاڑی اپنی رفتار سے چلی جارہی تھی پیٹرول بتانے والی سوئی دیر ہوئی آخری ہندسہ سے نیچے آچکی تھی لیکن گاڑی کی رفتار میں فرق نہ آیا سب حیران ہو رہے تھے ' ڈرائیور بھی تعجب کا اظہار کررہا تھا اس لئے کہ پیٹرول بتانے والا میٹر بھی صحیح تھا جس کے لحاظ سے گاڑی کو اب تک یقینی طور پر رک جانا چاہئے تھا' لیکن اللہ جل شانہ کو اپنی راہ میں نکلے ہوئے بندوں کو پریشانی میں ڈالنا منظور نہ تھا اس کی نصرت شامل حال ہوئی' گاڑی نے پچیس تیس میل کا سفر بغیر کسی پریشانی کے بخیر وخوبی پورا کرلیا اور پیٹرول پمپ تک پہنچ گئی۔

کوئی قابل ہو تو ہم شان کئی دیتے ہیں
ڈھونڈنے والوں کو دنیا بھی نئی دیتے ہیں

اسفار حرمین شریفین

حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس سرہ کو اللہ جل شانہ نے بارہا حرمین شریفین کی زیارت سے مشرف فرمایا اس طرح آپ کو بے شمار "عمروں" کے علاوہ متعدد مرتبہ حج کی سعادت حاصل ہوئی' ایسے موقع پر آپ کا ذوق وشوق اور اہتمام دیدنی ہوتا

پھر پیش نظر گنبد خضرا ہے حرم ہے
پھر نام خدا روضہ جنت میں قدم ہے
پھر شکر خدا سامنے محراب نبی ہے

پھر سر ہے میرا اور ترا نقش قدم ہے
محراب نبی ہے کہ کوئی طور تجلی
دل شوق سے لبریز ہے اور آنکھ بھی نم ہے

حرمین شریفین کا پہلا سفر آپ نے عمرہ کے سلسلہ میں اپنے شیخ و مرشد مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ کی معیت میں کیا۔

اس سفر کا ظاہراً یہ سبب ہوا کہ حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷺ کے خصوصی تعلقات کی بناء پر پین اسلامک کی طرف سے فرسٹ کلاس کے دس اعزازی ٹکٹ دیئے گئے کہ جن حضرات کو بھی آپ چاہیں اپنے ساتھ لے جائیں' چنانچہ اس سفر میں بعض دوسرے رفقاء بھی آپ کے ساتھ تھے۔

آپ کا دوسرا سفر حرمین فریضہ حج کی ادائیگی کے سلسلہ میں تھا' آپ نے یہ سفر ہوائی جہاز سے تنہا کیا' اعزہ اور متعلقین میں سے کوئی ساتھ نہ تھا۔

تیسرا سفر بھی حج کا تھا جو آپ نے بحری جہاز سے کیا' اس سفر میں اہلیہ محترمہ ادام اللہ بقاء ھا بھی آپ کے ساتھ تھیں جبکہ دوسرے اہل خانہ حضرت مفتی صاحب ﷺ کے ہاں قیام پذیر تھے۔

اس سفر میں مدینہ منورہ سے بچوں کے نام آپ کا ایک مکتوب

نور چشم لخت جگر رضیہ خاتون وذکیہ خاتون ورفیعہ خاتون وصفیہ خاتون و امین اشرف ورشید اشرف وآمنہ خاتون وقاسم اشرف سلمہ اللہ تعالیٰ من کل فتن الدنیا والاخرۃ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ورضوانہ وغفرانہ

کراچی سے روانہ ہوکر جہاز میں ایک ہفتہ تک ویسے کھانے پینے' رہنے سہنے میں بڑے آرام سے لیکن روز وشب تمہاری فکر میں گزارتے ہوئے کہ اب کے تمہیں چھوڑ کر ہم دونوں سفر میں آگئے' جدہ تک پہنچے' جدہ میں بھی ایک دن

رات بڑے آرام سے گذار کر مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے' جہاز پر ایک خط جہاز کے ایک ملازم کے ذریعہ دستی ارسال کیا گیا امید ہے کہ پہنچ گیا ہو گا۔ یکم مئی پیر کی شب بعد عشاء مدینہ طیبہ حاضری ہوئی بفضلہ تعالیٰ سفر آرام سے گزارا بس تمام وقت تمہاری فکر اور دعاؤں میں گزارا' الحمدللہ مدینہ طیبہ پہنچ کر رضیہ سلمہا کا لکھا ہوا ایروگرام بذریعہ مولانا عبدالقدوس صاحب وصول ہوکر نہایت خوشی ہوئی' اللہ تعالیٰ سب کو دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے مالا مال فرمائے اور تم سب کو بھی حاضری حرمین شریفین نصیب فرمائے[1]۔

جدہ میں مدینہ طیبہ روانگی سے قبل ہوائی ڈاک سے ایک لفافہ روانہ کیا تھا اس لئے ایک ہفتہ تک یہاں سے مزید خط روانہ نہیں کیا جا سکا۔ بفضلہ تعالیٰ ہم بعد جمعہ بارہ مئی مطابق ۲۷ ذیقعدہ عصر پڑھ کر انشاء اللہ مکہ مکرمہ کے لئے روانہ ہونگے۔

یہاں کے قیام میں روضہ اقدس ﷺ کے سامنے ریاض الجنۃ' اسطوانات متبرکہ' مسجد فتح' مسجد قبا اور دیگر متبرک مقامات میں اور تمام اہم اوقات میں اپنے' تمہارے اور سب اعزہ و رفقاء اور بڑوں کے لئے دعا کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو فیوض حرمین سے مالا مال فرمائے۔

پان اب تک موصول نہیں ہوئے انشاء اللہ مکہ مکرمہ پہنچ کر مل جائیں گے۔ بی بی' امین اشرف اور رشید کی تعلیم کی سب فکر کریں۔

بقر عید کے موقع پر رضیہ' سرور' قمر ملکر جتنا چاہیں خرچ کرکے سب بہن بھائی اپنی خوشیاں پوری کرلینا خرچہ میں کمی ہو تو ابا سے لے لینا میں آکر انشاء اللہ

---

[1] یہاں حضرت والد ماجد قدس سرہ کی دعاء کے دو جزء ہیں ایک دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے متعلق ہے' دوسرا حرمین شریفین کی حاضری سے' موخر الذکر جزء کی مقبولیت کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہو چکا ہے کہ دعا کے وقت اولاد میں سے کسی کو بھی یہ دولت حاصل نہ ہوئی تھی اور اب الحمدللہ کوئی فرد ایسا نہیں ہے جسے یہ سعادت کم از کم دو مرتبہ حاصل نہ ہوئی ہو' اللہ پاک کی شان کریمی سے قوی امید ہے کہ اپنے نیک بندے کی دعا کے اول الذکر جزء کو بھی ضرور شرف قبول بخشے گا۔ ر۔ا

ادا کر دوں گا
باقی تفصیلات اپنی والدہ کے خط میں دیکھ لینا

والسّلام
نور احمد

حضرت مولانا مرحوم کے اس سفر کے بعد حرمین کے مسلسل تین سفر حضرت مفتی صاحب قدّس سرہ کی معیت میں ہوئے' جن میں سے پہلا عمرہ کا اور آخری دو حج کے سلسلہ میں تھے دوسرے سفر میں حضرت مفتی صاحب قدّس سرہ کی معیت میں حضرت کی والدہ ماجدہ رحمہا اللہ بھی تھیں۔

بعد میں بھی حرمین شریفین کی حاضری کا سلسلہ بکثرت رہا بالخصوص حیات مبارکہ کے آخری دور میں۔

ان اسفار میں خدمات دینیہ

جب بھی حرمین کا سفر ہوتا حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷺ کی خواہش اور کوشش ہوتی کہ حرمین کے فیوض حاصل کرنے اور وہاں کے شیوخ و مشائخ سے استفادہ کرنے کے ساتھ موقع محل کی مناسبت سے حرمین' بلاد عربیہ' پاکستان اور عالم اسلام کی ممکنہ خدمت انجام دیدیں یا اس خدمت کا ذریعہ پہنچائیں۔

حضرت مولانا مرحوم خود ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

> "پچھلے سال شوال کے آخر میں حافظ فرید الدین صاحب نے احقر سے صدر دارالعلوم دامت فیوضہم (حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب) کے سامنے پانیر ہاؤس میں فرمایا" اس سال تم بھی حج کے لئے چلو"
>
> احقر نے کہا میرا حرمین آنا جانا کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا' اگر حضرت مفتی صاحب تشریف لے جائیں تو بہت سے اہم دینی مقاصد پورے

ہونے کی توقع ہے 'گزشتہ سفرِ حج میں ہم کوشش کر چکے ہیں کہ سعودی عرب کے نجدی علماء کو افہام وتفہیم اور مذاکرات سے سمجھا بجھا کر احناف' شوافع' حنابلہ اور مالکیہ سے قریب تر کیا جائے حرمین شریفین میں انڈونیشیا سے لیکر مراکش تک کے علماء' صلحاء اور مسلم زعماء جمع ہوتے ہیں' ان کو مسلمانوں کے موجودہ دینی واجتماعی مسائل نیز عصبیتوں سے ہٹاکر اسلامی قومیت کی طرف متوجہ کرنا چاہئے گزشتہ سال بھی ہم اس سلسلہ میں کام کر چکے ہیں اگر اس سال بھی پہنچ جائیں تو بہت کام ہو سکتا ہے۔

اس قسم کی گفتگو کے بعد حضرت صدر دارالعلوم بھی سفر کے لئے آمادہ ہو گئے چنانچہ اس مقصد کے لئے حکیم محمد سعید صاحب کے خصوصی تعاون سے وزارت مواصلات کے سیکریٹری سے رابطہ کرکے دو سیٹیں اور دو نفر کا زرمبادلہ حاصل کیا' پھر عزیزان مولوی محمد رفیع' مولوی محمد تقی صاحبان کو اس غرض میں معین سمجھ کر دو کا زرمبادلہ چار پر تقسیم کرکے سفر کیا گیا' مجھے یقین ہے کہ اگر تمام اسلامی ممالک کی حکومتیں اور عوام مختلف وفود کے ذریعہ زرکثیر خرچ کرکے بین الاسلامی اتحاد کے لئے کچھ کام کرنا چاہتے تو ہرگز اتنا فائدہ حاصل نہ ہوتا جو اس سفر سے ہوا۔

اس کا اندازہ حضرت مفتی صاحب مدظلہم کے اس مذکرہ سے لگایا جاسکتا ہے جو ان کی جانب سے احقر نے سعودیہ عرب کے مفتی اکبر اور چیف جسٹس محمد ابراہیم کو پیش کیا تھا۔ جس کا کچھ حصہ ہندوپاک کے رسائل واخبارات میں منظرِ عام پر آچکا ہے بقول مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی "حضرت مفتی صاحب عالم اسلام کے تمام علماء کی طرف سے فرض کفایہ ادا کرکے سینکڑوں بلکہ ہزاروں اجر کے مستحق ہوئے ہیں۔"

ایک مرتبہ حضرت مولانا نور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ

اور بعض دوسری اسلامی شخصیات کے مشورہ سے متعدد صفحات پر مشتمل ایک اہم مذکرہ سعودیہ عرب کے فرماں روا شاہ فیصل بن عبدالعزیز شہید کی خدمت میں بذریعہ ڈاک ارسال کیا تھا' اس مذکرہ میں عالم اسلام کے دینی' سیاسی' اجتماعی اور قومی مسائل پر توجہ دلائی گئی تھی۔

اس مذکرہ سے متعلق تفتیش اور جواب حاصل کرنے کی کوشش میں امیر فیصل کی وزارت عظمیٰ کے دفتر کے سامنے حفاظتی ڈویژن کی جیپ کار سے ایک سخت ٹکر مولانا مرحوم کی کمر میں لگی اور آپ کئی دن تک جدہ کے ہسپتال میں داخل رہے۔

گو اس موقعہ پر آپ جواب حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ لیکن نہایت معتمد علیہ ذرائع سے آپ کو علم ہوا کہ شاہ فیصل بن عبدالعزیز اس مذکرہ کو کئی مرتبہ ملاحظہ فرماکر اس میں موجود بعض نکات کو نوٹ بھی کر چکے ہیں' نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ یادداشت شاہ فیصل کے خصوصی بریف کیس میں موجود ہے اس خبر سے آپ کو خاطر خواہ اطمینان ہوا۔

اہل اللہ سے وابستگی

کسی عارف کا قول ہے:

یک زمانہ' صحبت با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
صحبت نیکاں اگر یک ساعت است
بہتر از صد سالہ زہد وطاعت است

اس مقولے پر عمل کرتے ہوئے حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷺ نے زندگی کے ہر دور میں کسی نہ کسی صاحب نسبت بزرگ سے اپنے آپ کو وابستہ کئے رکھا۔

حضرت مفتی اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق

ابتداء میں حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اصلاحی تعلق حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سے تھا' آپ کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے جو بے پناہ قلبی تعلق اور عقیدت تھی اس کا کماحقہ اظہار تو ممکن نہیں البتہ کسی قدر ذکر پچھلے صفحات میں آچکا ہے۔

بلاشبہ حضرت مولانا مرحوم جو ہر قابل تھے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے فیض صحبت نے انہیں کندن بنایا' حضرت ہی کی نگاہ تربیت نے انکو علمی، عملی اور روحانی لحاظ سے بلندی اور کمال کے درجے تک پہنچایا' حضرت مولانا مرحوم کو بھی اس کا احساس اور اس کی بڑی قدر تھی۔

بقول حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ

عارفی پیر مغانم بادہ غم سوز داد
یافتم از کیف آں روح دگر جان دگر

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کا طرز اصلاح حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے عین مطابق تھا چنانچہ سالکین اور مسترشدین آپ کو اپنے احوال وکیفیات کی تحریری اطلاع دیتے' آپ اسی مکتوب پر حسب حال ہدایات تحریر فرماکر ایک دو روز ہی میں خط واپس ارسال فرما دیتے' اس طرح طالبین کے پاس اپنے خطوط اور حضرت کے ارشادات دونوں محفوظ ہو جاتے' اور حسب ضرورت ان خطوط سے استفادہ بھی آسان رہتا۔

چار شرطیں لازمی ہیں استفاضہ کے لئے
اطلاع و اتباع و اعتقاد و انقیاد

والد ماجد حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اصلاح احوال کے

لئے ''اطلاع واتباع'' کے سنہری اصول پر عمل کرتے ہوئے ایک عرصہ تک حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی خدمت میں باقاعدگی سے خطوط تحریر کئے۔

اس قسم کے چند نادر خطوط برادر مکرم مولانا امین اشرف صاحب دام اقبالہم کے پاس محفوظ تھے جو قیام پاکستان سے قبل کے ہیں، یہ مکاتیب اہل طریقت کے لئے بڑی افادیت کے حامل اور سالکین کے لئے بیش قیمت سرمایہ ہیں، اسی نقطہ نگاہ سے راقم کی بڑی کاوش کے بعد یہ مکاتیب شامل اشاعت ہیں ورنہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی زندگی سے متعلق ان خطوط کو ان کے صریح ایماء (جس کا معلوم ہونا اب ممکن نہیں) کے بغیر شائع کرنے کی ہمت نہ تھی، اللہ تعالیٰ ان کی اشاعت کو اعلیٰ علیین میں حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے رفع درجات کا ذریعہ بنائے آمین۔

مکاتیب مفتی اعظم رحمۃ اللہ علیہ

مکتوب (۱) ۷ اذی الحجہ ۱۳۶۲ھ

[۱] بحضرت مرشدی جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب لا زالت أنوار رشدہ ولطفہ مشرفة—

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حال: عرض ہے کہ حسب ارشاد حضرت ''قصد السبیل'' میں مذکور طریقہ کے مطابق تمام معاصی سے پوری طرح توبہ کر چکا ہوں اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور عبادات واجبہ فائتہ میں سے اندازہ کرکے پانچ ماہ کی نمازیں قضا کر چکا ہوں احتیاطاً اور بھی چند روز قضا کرونگا، بیماری کے چند روزے قضا ہیں جو ادا کر رہا ہوں اور حقوق العباد میں سے صرف ایک صاحب کے پانچ روپے میرے ذمہ

---

[۱] اختصار کے پیش نظر اگلے خطوط میں القاب وآداب اور ابتدائی جملوں کو حذف کر دیا گیا ہے۔ رسا

ہیں چونکہ وہ صاحب برما میں ہیں اس لئے ان کو پہنچانے کی کوئی صورت نہیں انشاء اللہ جب ملاقات ہوگی دیدونگا دوسراکوئی کام میں نے اس قسم کا نہیں کیا انشاء اللہ آئندہ آپ کے حسب ارشاد عمل کرونگا دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ علم وعمل کی توفیق عنایت فرماویں۔

جواب: کیا کبھی کسی کو ہاتھ یا زبان سے ایذا' تکلیف نہیں پہنچائی؟ اور کسی کی غیبت نہیں کی؟

مکتوب (۲) ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ

حال: میں جب اپنی گذشتہ عمر کی طرف نظر کرتا ہوں تو سوائے دوسرے کو ایذا رسانی وغیبت وبکواس وغیرہ کے یاد نہیں آتا مجھے یقین ہے کہ میری طرح بدکار کوئی نہیں ہوگا واقعی میں بہت برا انسان ہوں۔

لقد ضیعت عمری فی التلھی
وفی الطغیان صار لی الدوام

جواب: پھر کیا وہ حقوق العباد نہیں کہ آپ نے کوئی ذکر ہی نہ کیا بہرحال اب اسکی تلافی آپ کس طرح کریں گے بتلادیں۔

حال: حضرت دنیا میں نہ میرے ماں باپ ہیں نہ بھائی نہ مال ودولت نہ وطن' علم اور نیکی کے اعتبار سے بھی بالکل تہی دست ہوں' ہاں معصیات غیر محدود ہیں نماز' روزہ جو کچھ کر چکا ہوں کیا اعتبار کہ ایک وقت کا بھی صحیح ہو میرا دل چاہتا ہے کہ کہیں اکیلا بیٹھ کر روتا رہوں صرف تعلیم کی خاطر مدرسہ میں گھوم رہا ہوں۔

جواب: یہ حالت اگر صحیح ہے تو بہت اچھی ہے مگر اس سے کام لینے کی ضرورت ہے۔

حال: لہذا میرا علاج آپ ہی بتادیں

جواب: علاج تو شروع کر دیا ہے اور بتلا دیا ہے اب عمل کرنا آپ کے اختیار میں ہے۔

حال: جو کچھ توبہ پہلے خط میں لکھی تھی وہ صرف زبانی ہے مجھ جیسے عاصی کے لئے وہ کافی ہے یا نہیں؟

جواب: آپ پہلے ضابطہ کی توبہ کو تو مکمل کرلیں پھر اخلاص فی التوبہ بھی انشاء اللہ نصیب ہوگا، والسلام

مکتوب (۳) ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ

حال: میں نے جتنی اپنے مسلمان بھائیوں کی غیبت کی اور انہیں برا بھلا کہا ان کا کوئی شمار نہیں ہے اور ان میں سے کسی کے پاس جاکر معاف وغیرہ کرانا میری طاقت میں نہیں ہے چونکہ اس وقت غیبت وغیرہ محسوس نہ ہوئی تھی اور اگر محسوس بھی ہوئی تو دینی کمزوری کی وجہ سے توجہ نہ کر کے معاف نہیں کرائی اور اب معلوم ہی نہیں کون کہاں ہے اور کس کس کے حقوق ہیں؟

لہٰذا میری ناقص فہم میں اس کی تلافی کی صورت اس کے سوا نہیں کہ ان کے لئے خیرات وغیرہ کر کے ایصال ثواب کروں لیکن چونکہ مالی حالت خراب ہے لہٰذا دوسری صورت یہ سمجھ میں آتی ہے کہ رو رو کر دعا کروں جیسے مناجات مقبول میں مرشدی حضرت تھانوی ؒ نے ذکر کی ہے۔

"اللھم انی اتخذ عندك عهدالن تخلفنیه فإنما انا بشر فأيّما مؤمن
اٰذیتُه او شتمتُه او جلدتُه او لعنتُه فاجعلها له صلاة وزكاة و
قربة تقربه بها إليك"

اب میری ناقص فہم میں جو کچھ آیا ہے کرتا ہوں باقی جو صحیح صورت ہو آپ ارشاد فرمائیں انشاء اللہ ضرور کرونگا میں نے اپنے دل میں مکمل تہیہ کر لیا ہے کہ آپ کی تعلیم کے مطابق عمل کرونگا اللہ تعالیٰ میرے ارادے کو پورا فرمائے

اور عاصی کے لئے دعا فرماویں کہ جتنے معاصی کر چکا ہوں پوری طرح معاف ہوں اور آئندہ استقامت علی الدین نصیب ہو۔

ان استغفرت لی مولای یوما
اکن ممن علی الدین استقاموا

جواب: پہلے تو سوچ سوچ کر ان لوگوں کی فہرست بناؤ جن کو آپ کے ہاتھ یا زبان سے تکلیف پہنچی ہے جس قدر یاد آسکے وہ لکھ لو پھر ان میں سے جن سے معاف کرانا ممکن ہو معاف کراؤ اور باقی کے لئے وہی تدبیر ہے جو مناجات مقبول میں لکھی ہے اور مختصر یہ ہے کہ ان کے لئے ہمیشہ استغفار و دعا کرتے رہو۔

مکتوب (۴) ۲۱ ذی الحجہ ۶۳ ۱۳ھ

حال: حسب ارشاد حضرت جس قدر یاد آیا فہرست بنا چکا ہوں حسب فرمان طلب معافی یا دعا کی ہے اور آئندہ بھی کرتا رہوں گا دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ناکارہ کی توبہ اور دعا کو قبول فرماویں اور اصلاح اعمال کو آسان فرماویں اور صحیح علم و عمل کی توفیق عطا فرماویں۔

جواب: بہتر ہے میں بھی دعا کرتا ہوں، حق تعالیٰ سہل فرماوے اور خوب سمجھ لو کہ جب آدمی اپنی کوشش صرف کرنا شروع کر دیتا ہے تو حق تعالیٰ کی طرف سے ضرور امداد ہوتی ہے۔

حال: اور جو کچھ ناکارہ کے مناسب ہو ارشاد فرماویں انشاء اللہ ضرور حسب ارشاد عمل کروں گا۔

جواب: بس ابھی تکمیل توبہ کی فکر کرو اس کے بعد "تبلیغ دین" دیکھ کر امراض نفسانیہ معلوم کرو اور پھر غور کرو کہ تمہارے اندر ان میں سے کیا کیا امراض ہیں اور پھر مجھے اطلاع دو۔

مکتوب (۵) ۲۲ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ

حال: حسب ارشاد حضرت توبہ کر رہا ہوں اور آئندہ بھی انشاء اللہ کرتا رہوں گا' اللہ تعالیٰ عاصی کی توبہ کو قبول فرماویں۔

قدمت إليك مسكينا فقيرا
وزاد النفس آثام عظام

جواب: اللہ تعالیٰ توفیق کامل عطا فرماویں۔

حال: حضرت کی ایماء گرامی کے مطابق "تبلیغ دین" کا مطالعہ کر چکا ہوں انشاء اللہ جب تک مریض ہوں کرتا رہوں گا واقعی بہت بڑا مریض ہوں اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ میرے امراض باطنہ دور فرماویں۔ان میں پہلا مرض کثرت اکل اور حرص طعام اور کثرت کلام وفضول گوئی بفر وعھا' غیبت وغیرہ اور غصہ اور حسد اور بخل اور حب مال اور رعونت اور شہرت وجاہ کی محبت اور دنیا کی محبت اور نخوت وتکبر اور خود پسندی اور ریا' ان کے تحت جتنی برائیاں ہیں سب میرے اندر ہونگی اگرچہ بعض پوشیدہ ہونے کی وجہ سے مجھ کو محسوس نہ ہوتی ہوں۔

مريض أقلقته شئون نفس
وقد أيست مداووه وقاموا

جواب: اب ان امراض میں سے پہلے ایک کا علاج دریافت کرو پھر اس کے موافق عمل کرو جب اس سے شفا کامل محسوس ہو جب دوسرا مرض شروع کرو۔

مکتوب (۶) ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ

حال: میرے امراض نفسانیہ میں سے پہلا مرض کثرت اکل اور حرص طعام

ہے، حالت یہ ہے کہ جب حرص کر کے مدرسہ کی پوری خوراک کھاتا ہوں تو ہاضمہ کے بگڑنے کے علاوہ نیند کا غلبہ زیادہ ہو جاتا ہے، سویرے ہدایہ کے سبق تک نیند کا اثر محسوس ہوتا ہے، لہٰذا صبح تین ربع خوراک اور شام کو نصف خوراک کھاتا ہوں، اگر کبھی دونوں وقت نصف خوراک کھاتا ہوں تو طبیعت ہلکی محسوس ہوتی ہے لیکن آخر وقت میں بھوک برداشت نہیں ہوتی، نیز لذیذ چیزوں کی حرص معلوم ہوتی ہے جیسے مٹھائی وغیرہ یہاں آنے سے پہلے چونکہ روپے پیسے کی کمی نہ تھی اس لئے ان فضولیات میں بہت کچھ خرچ کرتا تھا، فی الحال خدا کا فضل ہے نہ کہیں سے روپیہ آتا ہے نہ سرکاری روپیہ جو اکیابیوں کو ملتا ہے مجھے ملتا ہے، اس لئے ان فضولیات کو چھوڑ چکا ہوں، چائے وغیرہ ہفتہ میں دو ایک دفعہ سے زیادہ نہیں پیتا میرے اس معمول میں جو کچھ خرابی ہو آگاہ فرماویں انشاء اللہ ضرور ترک کر دونگا، حرص طعام چونکہ مستقل ہے لہٰذا اس کا علاج بتاویں انشاء اللہ آپ کی تعلیم پر عمل کرونگا، دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ میری بداعمالی دور فرمائیں اور آپ کو ہمارے لئے رشد وہدایت کا ذریعہ بنا کر تادیر قائم رکھے۔

جواب: طالب علم کو تقلیل طعام مناسب نہیں، جو معمول آپ نے لکھا ہے کہ صبح کو تین ربع اور شام کو نصف یہ بہت مناسب ہے اور اگر حق تعالیٰ روپیہ پیسہ عطا فرماویں تو بنیّت تقویت مٹھائی وغیرہ کا استعمال بھی مضر نہیں، الغرض موجودہ حالت میں یہ کوئی مرض نہیں جس کا علاج کیا جائے، مناسب حالت ہے۔

مکتوب (۷) ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ

حال: میرے امراض نفسانیہ میں سے دوسرا مرض کثرت کلام اور فضول گوئی ہے اس مرض میں میری عمر عزیز تباہ ہو چکی ہے جب بھی دو ایک دن صبر کر کے اپنی زبان کو غیر ضروری باتوں سے روکتا ہوں تو اپنے دل میں خدا تعالیٰ کی یاد

زیادہ ہو جاتی ہے لیکن بھلے برے ہر طرح کے لوگوں کے ساتھ اختلاط سے پھر فضول گوئی کی عادت ہو جاتی ہے' میرے اندازہ کے مطابق کثرت کلام ہی کی وجہ سے دوسرے کو ایذا رسانی بھی ہوتی ہے' دوسروں کی غیبت وغیرہ بھی فضول گوئی کی وجہ سے ہوتی ہے اور بعض دفعہ ہنسی مذاق سے بھی کثرت کلام کی ابتداء ہوتی ہے اپنے اندر تو تمام برائیاں ہیں لیکن اگر کسی کو منکر شرعی میں مبتلا دیکھتا ہوں تو خاموش نہیں رہا جاتا' فضول گوئی کی وجہ سے میری تباہی کی کوئی حد نہیں' اس کے علاج سے آگاہ فرماویں' انشاء اللہ حسب ارشاد ضرور عمل کرونگا' اللہ تعالیٰ مجھے اس بڑی بلا سے جلدی رہائی نصیب فرماکر اپنی مرضیات میں مشغول فرماویں۔

جواب: یہ امر (کثرت کلام اور فضول گوئی) اختیاری ہے یا غیر اختیاری؟

مکتوب (۸) ۳ محرم الحرام ۱۳۶۴ھ

حال: میرا یہ مرض (کثرت کلام) امور اختیاریہ میں سے ہے' اس لئے نفس کو مجبور کرتا ہوں کہ بلا ضرورت کلام بالکل نہ کروں' خدا کے فضل سے یہ مرض پہلے کی بہ نسبت کچھ کم ہوگیا ہے' مگر مدت سے عادت ہونیکی وجہ سے اب تک پوری طرح نہیں چھوڑ سکا' بعض اوقات ایک بات کے ضمن میں دوسری بات بلا ضرورت کہہ جاتا ہوں جس کا بعد میں احساس ہوتا ہے اس سلسلے میں کوئی سہل ترکیب ہو تو ارشاد فرماویں انشاء اللہ ضرور تعمیل کرونگا نیز دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ عاصی کو امراض باطنہ سے جلد رہائی عطا فرمائے۔

جواب: اصل بات یہ ہے کہ امور اختیاریہ میں غلطی ہو جانا بے فکری کا نتیجہ ہوتا ہے اور اس کا علاج استعمال فکر ہے جس کی تدبیر یہ ہے کہ ہر کلام سے پہلے سوچ لے کہ بے فائدہ و بے ضرورت تو نہیں؟ اور درمیان کلام میں بھی بے فکری کے ساتھ کلام میں مشغول نہ ہو بلکہ اس طرف دھیان رکھے پھر بھی اگر

غلطی ہو جائے تو استغفار کرے اور بار بار غلطی ہو تو نفس پر کوئی جرمانہ مثلاً دو رکعت نفل یا تمام دن کلام کا ترک وغیرہ مقرر کرے' اس کی کوشش کرتے رہو اور پھر اطلاع دو۔

مکتوب (۹) ۱۱ محرم الحرام ۱۳۶۴ھ

حال: حسب ہدایت حضرت والا کثرت کلام کے دفعیہ کی کوشش کر رہا ہوں انشاء اللہ آئندہ بھی اس بلائے عظیمہ کو دور کرنے کی پوری کوشش کرتا رہوں گا غلطی ہو جانے پر استغفار کرتا ہوں اور جرمانہ بھی مقرر کیا ہے۔

جواب: کیا؟

حال: دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ من کل الوجہ اس بیماری سے جلد نجات عطا فرماویں۔

جواب: دل سے دعا ہے۔

حال: اس سے متعلق اور کوئی ہدایت ہو تو ارشاد فرماویں۔

جواب: بس وہی کافی ہے۔

حال: دوسری کسی بیماری کا علاج کب شروع کرنا چاہئے آگاہ فرماویں انشاء اللہ حسب ارشاد ضرور تعمیل کروں گا۔ فقط والسلام

جواب: اس سے فارغ ہونے کے بعد۔ والسلام

مکتوب (۱۰) ۱۵ محرم الحرام ۱۳۶۴ھ

حال: حسب ارشاد حضرت اگر غلطی سے بے ضرورت کلام ہو جائے تو استغفار کرنا اور جرمانہ حسب مراتب کلام دو رکعت یا چار رکعت نفل نمازیں مقرر کیا ہے چونکہ اسباق کے علاوہ بیشتر اوقات ساتھیوں کے ساتھ اسباق کے تکرار میں

صرف ہوتے ہیں اسلئے پورے دن کا کلام ترک کرنا مقرر نہیں کیا اگر ارشاد فرمائیں تو انشاء اللہ اسکو بھی ضرور کروں گا۔

جواب: بالکل ترک کلام کس نے تجویز کیا ہے؟ غیر ضروری اور غیر مفید کلام سے منع کیا گیا ہے۔

حال: میری بد اعمالیاں دور ہونے کی دعا فرماویں تاکہ اللہ تعالیٰ ان مہلکات سے جلد نجات فرمائیں۔

جواب: دعا کرتا ہوں۔

مکتوب (۱۱) ۲۰ محرم الحرام ۱۳۶۴ھ

حال: عرض ہے کہ بالکل ترک کلام کرنا میری غلط فہمی تھی، واقعی غیر ضروری اور غیر مفید کلام نہ کرنا کوئی زیادہ مشکل کام نہیں ہے مگر عمر بھر فضولیات میں مشغول رہنے کی وجہ سے ابتداء بار بار غلط ہوتی تھی اب خدا کے فضل سے ایک دن یا دو دن میں ایک دو دفعہ جرمانہ کی نوبت آتی ہے۔

جواب: الحمدللہ اسی طرح لگے رہئے انشاء اللہ تعالیٰ استقامت بھی نصیب ہوگی

حال: مرشدی میری ناقص فہم کے مطابق میرا قلبی حال نہایت خراب ہوگیا ہے پہلے میں اکثر اوقات متفکر رہتا تھا اور اکیلا کہیں بیٹھ کر اپنی بد اعمالیاں یاد کرکے رویا کرتا تھا اب اگر بتکلف رونے کو چاہتا ہوں تو رویا نہیں جاتا۔

جواب: یہ بھی دل کا رونا ہے جو آنکھ کے رونے سے زیادہ مفید ہے۔

حال: کہیں یہ میری گمراہی کا مقدمہ نہ ہو، اگرچہ غیر اختیاری چیز ہے۔

جواب: خدا نہ کرے، ایسا خیال غلطی ہے۔ کام میں لگے رہو پھر جو حالت بھی پیش آئے وہ سب انشاء اللہ رحمت یا مقدمہ رحمت ہے۔

در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست

بڑی فکر کی چیز یہ ہے کہ آدمی صحیح راستے پر گامزن ہو تو کبھی نہ کبھی منزل

7 تک پہنچ کر رہے گا اور جب اپنے آپ کو کسی واقف راہ کے سپرد کر دیا جائے تو
F صحیح راستہ پر ہونے کا مقصد پورا ہو گیا۔

حال: دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ میرے قلب کو نرمی سے بدل دیں اور خوب دل کھول کر گریہ کرنے کی توفیق ہو۔

سپردم بتو مایہ' خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

اللہ تعالیٰ میری قلبی بے قراریاں دور فرمائیں اور حضرت کی ہدایات کے ذریعے میرے جمیع امراض دور فرمائیں۔ والسلام

مکتوب (۱۲) ۲۶ محرم الحرام ۱۳۶۴ھ

حال: میرے کثرت کلام کے مرض میں خدا کے فضل اور آپ کی دعا سے ایک قسم کا افاقہ ہے اگرچہ نفس چاہتا ہے کہ بے ضرورت کلام کیا جائے مگر کوشش کر کے اس کا خیال رکھتا ہوں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قلت کلام کو عادت بنا دیں گے اب اگر اجازت ہو تو دوسرے امراض کا علاج معلوم کر لیا جائے۔

جواب: اجازت ہے۔

حال: یا اور دیر تک توقف کیا جائے؟ جیسا ارشاد ہوا' انشاء اللہ تعمیل کروں گا۔

جواب: بس اب توقف کی ضرورت نہیں۔

حال: حضرت کے ارشاد سے میری بے قرار حالت میں پہلے کے مقابلے میں بہت کچھ سکون ہوا' دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ برے حالات سے بچائیں اور اپنی مرضیات میں مشغول رکھیں اور تمام امراض باطنہ سے جلد نجات بخشیں۔ والسلام

جواب: دل سے دعا کرتا ہوں۔ والسلام

مکتوب (۱۳) ۲ صفر ۱۳۶۴ھ

حال: میرا باطن اخلاق رذیلہ سے پر ہے ان رذائل کا خیال کرتا ہوں تو حیران ہی رہ جاتا ہوں کہ کس کا علاج پہلے شروع کیا جائے؟ "تبلیغ دین" کے مطابق میرا تیسرا مرض غصہ ہے میرے اندر غصہ کی کوئی حد نہیں جب اپنے خلاف طبع کسی سے کوئی کام یا کلام سرزد ہوتا ہے تو خواہ مخواہ غصہ آتا ہے حالانکہ میں کسی کا مالک نہیں ہوں جس کی وجہ سے دوسرے پر غیض وغضب کا حقدار بنوں بعض اوقات جب کوئی خلاف شرع یا خلاف عقل کوئی کام کرتا ہے تو مجھ کو خواہ مخواہ غصہ آتا ہے حالانکہ اس سے بڑھ کر گناہ کے کام یا نامعقول حرکات مجھ سے ہو جاتی ہیں اگرچہ اس کے موجب کے مطابق عمل پر قادر نہیں ہوں یعنی برا بھلا کہنا یا مارنا وغیرہ اگر مغضوب علیہ میرا محکوم ہوتا تو شاید یہ افعال بھی کر لیتا' اس بلائے مہلکہ سے نجات کے ذرائع سے آگاہ فرماویں انشاء اللہ حسب ارشاد حضرت ضرور تعمیل کروں گا۔

حضرت دنیا میں نہ میرے والدین ہیں نہ کوئی خاص تعلق والے اساتذہ یا مربی سوائے آپ کے' لہٰذا آپ سے استدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا فرماویں کہ وہ مقاصد حسنہ میں کامیاب فرما کر اپنی مرضیات میں مشغول رکھے۔ والسلام

جواب: جس وقت غصہ آوے مندرجہ ذیل اعمال کو دستور العمل بناؤ اور ان پر مضبوطی سے عمل کرنے کی سعی کرو۔

(۱) جب غصہ آوے تو اس جگہ سے اٹھ جاؤ اور کسی دوسرے کام میں لگ جاؤ۔

(۲) وضو کر کے دو رکعت پڑھ لو۔

(۳) دل پر جبر کر کے اس شخص سے جس پر غصہ آیا ہے ملاطفت کا معاملہ کرو۔

(۴) دل میں اس کا استحضار کرو کہ ہم اللہ تعالیٰ کی کتنی نافرمانی کرتے ہیں اگر وہ ہم پر غصہ فرماویں تو ہمارا کہاں ٹھکانہ ہو' چند روز کم از کم دو ہفتہ اس پر عمل کریں۔ والسلام

مکتوب (۱۴) ۴ صفر ۱۳۶۴ھ

حال: غصہ کے دفعیہ کے لئے حضرت کے بتائے ہوئے اعمال اربع پر انشاء اللہ ضرور عمل کروں گا خدا کے فضل وکرم سے اب تک غصہ کی نوبت نہیں آئی خدا کرے کہ آئندہ بھی نہ آئے جب اللہ کو پسند نہیں تو ہمیں غصہ کرنے کا کیا حق ہے؟ محض جہالت وسفاہت ہے جب غصہ نہ کرنے میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے تو انشاء اللہ آئندہ ایسا فعل نہ کرونگا۔

یطیعك مثل عبد کل عضوی
وفی قلبی یدوم لك الغرام

اپنے مولا کی رضامندی کے لئے تمام جہاں کو چھوڑنے کے لئے تیار ہوں اگر اس حقیر جان کی ضرورت ہو تو اسے بھی قربان کرنا کوئی مشکل نہیں۔

جواب: یہ دعوے کی باتیں ہیں ہرگز ایسے کلمات زبان سے نہ نکالے جاویں بلکہ ڈرتے ہوئے یہ کہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ توفیق اور ہمت دیں تو امید کرتا ہوں کہ اس پر عمل کر سکوں۔

حال: حضرت میرے اندر فی الحال ایک جنون ہے دعا فرماویں کہ یہ جنون ہمیشہ رہے مجھ کو اس میں عجیب سرور محسوس ہوتا ہے۔ والسلام

جواب: یہ جنون تو ہزار عقلوں سے بہتر ہے حق تعالیٰ ایسا جنون ہمیشہ رکھے' دل سے دعا کرتا ہوں۔ والسلام

مکتوب (۱۵) ۷ صفر ۱۳۶۴ھ

حال: واقعی یہ کلمات بندہ سے غلط صادر ہو گئے لہذا اپنی خطا کا اقرار کرتے ہوئے توبہ کرتا ہوں دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ آئندہ ایسی بے فکریوں سے بچنے کی

توفیق عنایت فرماویں انشاء اللہ سچے عمل کی سعی کروں گا۔

جواب: یغفر اللہ لنا ولکم

حال: غصہ کی بابت حسب ارشاد حضرت انشاء اللہ اعمال اربعہ پر عمل کروں گا خدا کے فضل وکرم سے اب تک غصہ کی نوبت نہیں آئی، دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ایسے مضر امراض باطنہ سے جلد نجات بخشیں۔

جواب: دل سے دعا ہے۔

حال: حضرت غیرت اختیاری درجہ میں اکثر بے قرار حال رہتا ہوں بعض اوقات کچھ اطمینان خلوت وغیرہ میں رونے کی صورت میں نصیب ہوتا ہے اور بے قراری کے وقت بہ تکلف بھی رویا نہیں جاتا ہے اللہ تعالیٰ عاصی کی بے قراری کو بکاء سے تبدیل فرمائے۔

جواب: کیوں کیا رونا مقاصد میں ہے ان فضول فکروں میں نہ پڑو، اعمال اختیاریہ کا اہتمام کرو، کیفیات غیر اختیاریہ میں سے جو پیش آجائے وہی ٹھیک ہے۔

در طریقت ہرچہ پیش سالک آید خیر اوست

مکتوب (۱۶) ۲۱ صفر ۱۳۶۴ھ

حال: حسب ارشاد حضرت غصہ کے دفعیہ کے لئے اعمال اربعہ (جن کو حضرت نے ارشاد فرمایا ہے) پر عمل کی کوشش کر رہا ہوں خدا کے فضل وکرم سے کوئی خاص واقعہ پیش نہیں آیا، البتہ ایک دفعہ ایک ہمسائے کے ساتھ باہمی معاملہ میں غصہ آنے کو تھا مگر طبیعت کو مجبور کر کے اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کر کے غصہ آنے نہیں دیا۔

جواب: یہی عمل ہمیشہ جاری رکھنا چاہئے۔

حال: پھر بھی کسی کے تکلیف دینے یا اپنے حقوق کے ظلماً ضائع کئے جانے کی

صورت میں مجھے اپنے نفس پر اعتماد نہیں۔
جواب: نفس پر اعتماد ہونا تو مستقل مرض ہے خدا کرے کہ کبھی اعتماد نہ ہو
حال: نیز اگر امتحان فرمایا جائے تو کامیابی کی امید بھی کم ہے الا ان یوفقنی اللہ
جواب: اب اسی کی دعا کرتے رہیں۔
حال: آئندہ اگر غصہ کی نوبت آئے تو انشاء اللہ اعمال اربعہ پر عمل کرتا رہوں گا دوسری کوئی ضروری ہدایت ہو تو ارشاد فرمائیں انشاء اللہ تعمیل کروں گا۔
جواب: بس وہی کافی ہے
حال: اللہ تعالیٰ حضرت کے سائے کو صحت و عافیت کے ساتھ تادیر سلامت رکھے تاکہ ہم جیسے عاصیوں کی رہنمائی کا سلسلہ جاری رہ سکے۔

مرشدی! دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ احقر کے قلب کو نجاسات باطنہ سے پاک فرماکر اپنے مصلح اور خدا اور رسول کی محبت سے مزین فرماویں نیز مرضیات الہیہ پر مرمٹنے کی توفیق عطا فرماویں وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔
جواب: سب مقاصد کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں، واللہ الموفق

مکتوب (۱۷) ۲۲ صفر ۱۳۶۴ھ

حال: غصہ کی دفعیہ کے لئے انشاء اللہ مجوزہ اعمال اربعہ پر ہمیشہ عمل کرونگا دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ توفیق کامل عطا فرماویں فی الحال اس مرض کے لئے اور توقف کیا جائے یا دوسرے مرض کا علاج شروع کیا جاوے مرضی ہو انشاء اللہ ضرور تعمیل کرونگا۔
جواب: دوسرے مرض کا علاج شروع کیجئے۔
حال: دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ جلد تمام امراض باطنہ سے نجات عطا فرماکر طلب صادق سے نوازیں نیز فدوی کو سوئے حفظ کی شکایت ہے لہٰذا دعا قلبی فرماویں کہ اللہ تعالیٰ حافظہ درست فرماویں اور علوم دینیہ کو یاد رکھنے کی توفیق ہو۔

جواب: ٹھیک ہیں

حال: حضرت! فی الحال میں مناجات مقبول بلا اجازت پڑھتا ہوں اگر چہ یہ بھی فائدے سے خالی نہیں مگر بقول حضرت تھانوی قدس سرہ مشائخ کی اجازت ظاہری و باطنی ہر طرح مفید ہے لہٰذا بندہ کو بھی اسی نعمت سے بہرہ یاب فرماتے ہوئے اجازت عنایت فرما کر ممنون فرماویں۔

جواب: اجازت ہے

مکتوب (۱۸) ۲۴ صفر ۱۳۶۴ھ

حال: چوتھا مرض حسد ہے اس کے متعلق میرا حال یہ ہے کہ اختیاری درجے میں تو زوال نعمت غیر کی تمنا نہیں کرتا البتہ اگر کبھی خبث باطنی کی بناء پر دل میں حسد آنا چاہتا ہے تو محسوس ہوتے ہی دل کو روکتا ہوں میری ناقص فہم کے مطابق اختیاری درجہ میں حسد نہیں ہے۔

جواب: بس اتنا بھی کافی ہے۔

حال: مرجو ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ایسی بلا سے بچنے کی توفیق عنایت فرمائیں۔

جواب: آمین

حال: ہاں کفار و فجار اور مبتدعین کی نعمت دیکھنے پر زوال کی تمنا محسوس ہوتی ہے حالانکہ ہمیں ایسی تمنا کا کیا حق؟ جب مالک حقیقی نے اسے عطا کی ہے' ان حالات کے اندر جو خرابی ہو اس کا علاج ارشاد فرماویں انشاء اللہ ضرور تعمیل ارشاد کرونگا۔

جواب: اس میں کوئی خرابی نہیں جب کہ اپنی کوئی غرض نہ ہو محض دین کی فلاح کے لئے ایسی تمنا ہو۔

حال: دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ عاصی کو جلد امراض باطنہ سے نجات عطا فرما کر

اپنی مرضیات میں مشغول فرماویں اور خدا اور رسول اور مرشد کی محبت سے میرے باطن کو مزین فرماویں اور حضرت کو مدت دراز، صحت وسلامت کے ساتھ باقی رکھ کر عاصیوں کی ہدایت کا ذریعہ بنائیں۔

جواب: اللهم آمین و السلام

مکتوب (۱۹) ۲۵ صفر ۱۳۶۴ھ

حال: عاصی کا پانچواں مرض حب جاہ اور رعونت ہے بظاہر دل چاہتا ہے کہ گمنام ہوکر کسی گوشہ میں فانی زندگی کو مطلوب حقیقی کی یاد میں صرف کرکے اس کی مرضیات حاصل کرکے حیات جاودانی حاصل کی جائے مگر خواہشات نفسانیہ کی وجہ سے حب جاہ ورعونت بھی باطن میں مخفی ہے جس کا قرینہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب کوئی ذرا سی مدح کرتا ہے اس سے لذت محسوس ہوتی ہے اس میں اگر کوئی بڑا آدمی مدح کرے اور اعلانیہ بھی ہو تو اور زیادہ لذت محسوس ہوتی ہے اگرچہ فکر کرنے سے دل میں ندامت بھی ہوتی ہے اور اگر کوئی چھوٹا آدمی ایسا کرے تو ایسی ندامت نہیں ہوتی لہٰذا معلوم ہوا کہ کمینہ نفس شہرت کا خواہاں ہے لہٰذا اس کا علاج ارشاد فرمائیں انشاء اللہ حسب ہدایت ضرور تعمیل کرونگا۔

جواب: ان دونوں لفظوں (حب جاہ اور رعونیت) کی تعریف جو تم نے سمجھی ہو لکھو۔

حال: دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ جلد خبث باطنی سے نجات عطا فرماکر اپنی مرضیات میں مشغول فرمائیں اور تمام دنیاوی تعلقات سے منقطع فرماکر اپنے واسطے مرمٹنے کی توفیق عنایت فرمائیں اور اپنی اور اپنے رسول کی اور شیخ کی محبت سے دل کو سیراب فرمائیں۔

جواب: دل سے دعا ہے حق تعالیٰ قبول فرمائیں۔

مکتوب (۲۰) ۲۵ صفر ۱۳۶۴ھ

حال: خادم کی ناقص سمجھ کے مطابق حب جاہ کے معنی یہ ہیں کہ انسان لوگوں کے قلوب پر قبضہ کرنا چاہے اور مرتبہ کی خواہش ہو کہ انکے دل میرے مطیع بن جائیں اور میری تعریف کیا کریں اور میری حاجت روائی میں لگیں اور جان تک سے دریغ نہ کریں غالبا رعونت بھی اس کے قریب قریب ہے یعنی خود آرائی اور شیخی کرنا۔

جواب: ٹھیک ہے

حال: اگرچہ ان چیزوں سے کوئی فائدہ نہیں ہے مگر خبیث نفس تو برائی کا آمر ہے اگر بیان کردہ مفہوم صحیح ہو تو ان بیماریوں کے علاج سے آگاہ فرمائیں ورنہ خادم کو غلطی پر متنبہ فرمائیں اور دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ صحیح علم وعمل کی توفیق عنایت فرماویں اور جلد باطنی امراض کو دور فرماکر اپنی مرضیات پر مرمٹنے کی توفیق دیں اور حضرت کے طفیل استقامت علی الدین نصیب فرماویں۔

جواب: اس کا استحضار کہ دنیا اور اس کی عزت وشہرت سب فنا ہونے والی ہیں حق تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا ہے اعمال کا حساب دینا ہے وہاں جب ہمارے اعمال سیئہ سب کے سامنے آویں گے تو مدح کرنے والوں سے کیسی شرم آوے گی۔

۲۔ حب جاہ پر جو وعیدیں حدیث وقرآن میں ہیں ان کو بار بار دیکھنا اور پیش نظر رکھنا۔

۳۔ کسی بزرگ کی صحبت وخدمت کی ملازمت والتزام۔

مکتوب (۲۱) ۲۶ صفر ۱۳۶۴ھ

حال: حضرت نے حبّ جاہ کے دفعیہ کے لئے جن چیزوں کے استحضار کے لئے

ارشاد فرمایا ہے کہ حسب ارشاد کر رہا ہوں اور انشاء اللہ آئندہ بھی کرتا رہونگا اس مہلک مرض کی وعیدی آیات اور احادیث ''تعلیم الدین'' (مصنفہ حضرت تھانوی قدس سرہ) دیکھ چکا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ ایسی مفید چیزوں کا بار بار مطالعہ کرتا رہوں گا دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ جلد اس بلا سے نجات کی توفیق دیں۔

جواب: دل سے دعا ہے۔

حال: باقی رہا کسی بزرگ کی صحبت وخدمت کی ملازمت التزام صرف اسی غرض کی تکمیل کے لئے دیوبند آیا ہوں ورنہ عاصی کی غرض صرف درس نظامی ختم کرنا نہیں ہے اتنے زیادہ معاصی کے ساتھ درس نظامی کیا فائدہ دیگا مجھ جیسے عاصی کے لئے کھود کرید کرکے اصلاح کرنے والی ذات کی ضرورت ہے میرے حق میں ایسی نافع ذات سوائے آپ کے کوئی نہیں' میں نے سراطاعت خم کر دیا ہے' باقی توفیق مولائے حقیقی کے قبضہ میں ہے لہٰذا دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ عاصی کو آپ کی اطاعت سے سرمو تجاوز کرنے سے بچائیں اور آپ کی سچی محبت اور مکمل اتباع کی توفیق عطا فرمائیں' کاش میں اگر اپنے صرفہ کا کفیل ہو سکتا تو ضرور سفر وحضر میں آپ کی خدمت میں رہ کر فیض صحبت سے مستفید ہوتا مرضی مولیٰ دنیاوی ماں باپ کی نسبت سے تو یتیم تھا ہی اب اپنے دینی باپ سے بھی جدا ہو رہا ہوں اب اپنی ایسی قلبی مشکلات کہاں حل کروں جو تحریر سے حل نہیں ہو سکتیں ہے۔

اے لقاء تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

حضرت میرے لئے جو کچھ ضروری ہدایات ہوں ارشاد فرمائیں انشاء اللہ ضرور تعمیل ارشاد کروں گا' دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے رسول اور مصلح کی سچی محبت سے نوازے۔

جواب: محض چند روز کے لئے جانا ہے اس عرصہ میں خط وکتابت سے گفتگو ہو

سکتی ہے۔

مکتوب (۲۲) ۲۸ صفر ۱۳۶۴ھ

حال: حب جاہ کے دفعیہ کے لئے حضرت نے جن باتوں کے استحضار کے لئے فرمایا ہے انکا استحضار کر رہاہوں وعیدی آیات واحادیث بھی پیش نظر ہیں ان باتوں پر عمل کے نتیجے میں اور خدا کے فضل وکرم اور فیض توجہات عالیہ سے حب جاہ محسوس نہیں ہوتا انشاء اللہ ایسی مفید ہدایات پر عمل کرتا رہونگا' اللہ تعالیٰ ایسی ہر بلاء باطنی سے قلب کو محفوظ رکھے' اگر اجازت ہو تو دوسرے مرض کا علاج شروع کیا جائے جیسے مرضی ہو ارشاد فرماویں انشاء اللہ حسب ارشاد ضرور تعمیل کرونگا۔

جواب: ابھی نہیں کم ازکم چالیس روز اس مرض کا پوری توجہ کے ساتھ علاج کرو جس فعل میں حب جاہ ومال مذموم کا شبہ ہو اس کا تدارک کرو اس کے بعد کوئی دوسرا مرض لیا جاوے۔

حال: دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ حب اللہ والرسول اور حب شیخ سے باطن کو مزین فرمائیں اور حضرت کے فیوضات راشدہ سے مستفید فرمائیں اور مدت العمر ایک ہی ذات گرامی کی صحبت سے بہرہ ور فرماکر صحیح علم وعمل کی توفیق عنایت فرمائیں۔

ان استغفرت لی مولای یوماً
اکن ممن علی الذین استقاموا

جواب: اللّٰہم آمین إن کَانَ خیرًا — والسلام

مکتوب (۲۳) یکم ربیع الاول ۱۳۶۴ھ

حال: حب جاہ کے دفعیہ کے لئے جو چیزیں حضرت نے ارشاد فرمائی ہیں ان پر

عمل کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ ہمیشہ توفیق عطا فرمائے حسب ارشاد انشاء اللہ چالیس روز تک اسی کے دفعیہ کے لئے کوشش کروں گا دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ مدت مجوزہ کے اندر بالکلیہ اس بلائے عظیم کو دور فرمائیں۔

جواب: دل سے دعا ہے۔

حال: فی الحال عاصی کی ناقص عقل کے مطابق حضرت کے مجوزہ اعمال پیش نظر رہنے سے حب جاہ نہیں ہوتا ہے نیز مال مذموم کی محبت مجھ کو محسوس نہیں ہوتی۔

جواب: الحمدللہ علی ذٰلک۔

حال: چونکہ عاصی کو تجربہ ہوا ہے کہ روپیہ پیسہ کی ذرا وسعت ہونے سے میری بد دینی معصیت اور خدائے تعالیٰ سے بے تعلقی زیادہ ہو جاتی ہے اسی کے خوف سے اکیاپیوں کو جو سرکاری وظیفہ ملتا ہے اس کو لینے کی میں نے کوشش نہیں کی ہے بلا مال و دولت بھی خدائے تعالیٰ آسانی سے زندگی گزار رہا ہے خدانخواستہ اس بات کے سمجھنے میں میری اپنی جہالت کا دخل نہ ہو۔

جواب: اس میں جہالت کی کیا بات ہے یہ تو عین عقل ہے کہ جب گزارہ بعافیت ہو رہا ہے تو زائد کی ہوس نہ ہو۔

حال: دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ من کل الوجوہ امراض باطنہ کا شعور عطا فرمائے اور دنیاوی علائق سے منقطع فرما کر گمنام زندگی اپنی یاد اور اطاعت مرشد میں بسر کرنے کی توفیق دے اور حب خدا اور رسول ﷺ اور حب شیخ سے قلب کو مزین فرمادے۔ اور جو کچھ میرے مناسب حال ہو ارشاد فرمائیں انشاء اللہ تعمیل کرونگا۔

جواب: صرف ایک چیز کا التزام کریں کہ جتنے اوقات مطالعہ کتب اور اسباق سے فارغ ملیں ان میں ہر وقت کوئی ذکر زبان پر رہے خواہ لا الہ الا اللہ یا صرف اللہ اللہ جس سے زیادہ دلچسپی ہو۔ والسلام

مکتوب (۲۴) ۳ ربیع الاول ۱۳۶۴ھ

حال: حب جاہ کے دفعیہ کی کوشش حسب ارشاد انشاء اللہ مدت مجوزہ تک کروں گا دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے اثرات سے بھی جلد نجات فرمائیں نیز حسب ارشاد سامی عاصی کو کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی طرف قلب کا زیادہ میلان معلوم ہوتا ہے لہٰذا اسی کو ورد لسان کر رہا ہوں۔

جواب: بہتر ہے۔

حال: دعا فرمائیں کہ ہمیشہ اسی کلمہ شریفہ کو لسان وقلب میں جاری رکھنے کی توفیق نصیب ہو اور حضرت کی رہنمائی میں راہ طریقت طے ہو۔ والسلام

جواب: آمین

مکتوب (۲۵) ۷ ربیع الأول ۱۳۶۴ھ

حال: حسب ارشاد حضرت فرصت کے اوقات میں وظیفہ مجوزہ کلمہ طیبہ پڑھتا ہوں دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس ذکر کو لسان وقلب پر ہمیشہ جاری رکھے اور اس کی برکت سے قلب کو انوار ہدایت سے مزین فرمائے۔

جواب: دل سے دعا ہے۔

حال: حب جاہ کے دفعیہ کے لئے حضرت کے مجوزہ اعمال پر عمل کر رہا ہوں۔ بزرگان دین صلحاء اور اتقیاء کے حالات دیکھ کر یا سن کر دل میں تمنا آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ عاصی کو معصیات سے بچاکر ان حضرات کا متبع اور نمونہ بننے کی توفیق نصیب فرمائے، معلوم نہیں کہ یہ خیالات مطلوب کے مطابق ہیں یا نفس کی شرارت کہ

چہ نسبت خاک را بعالم پاک

جواب: شرارت نہیں بلکہ آگاہی کی دلیل اور مبارک ہے یہی انشاء اللہ تعالیٰ

سابق و قائد ہو کر منزل تک پہنچائے گا۔
حال: حب جاہ کے متعلق اگر کوئی ضروری ہدایت ہو تو آگاہ فرمائیں انشاء اللہ ضرور تعمیل کروں گا۔
جواب: اور کچھ ضرورت نہیں
حال: اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ اپنی اور اپنے محبوب کی اور مرشد کی محبت سے قلب کو مزین فرمائیں اور فتن دنیا سے محفوظ رکھیں۔
جواب: اللّٰھم آمین۔

مکتوب (۲۶) ربیع الاول ۱۳۶۴ھ

حال: حسب ارشاد سامی فرصت کے اوقات میں کلمہ طیبہ پڑھتا رہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنی یاد سے عاصی کے دل کو غافل نہ ہونے دے اور اس کی برکت سے مقاصد حسنہ میں کامیاب فرمائے' حب جاہ کے دفعیہ کے لئے حضرت کے مجوزہ اعمال پر عمل کر رہا ہوں' مہلکات باطنہ کے دفعیہ کے لئے انشاء اللہ ارشادات عالیہ پر ہمیشہ عامل رہوں گا دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ عاصی کے قلب کو تمام امراض باطنہ سے جلد نجات عطا فرما کر اخلاق محمودہ کی توفیق دے اگر کوئی ضروری ہدایت ہو تو ارشاد فرمائیں۔
جواب: تمام مقاصد کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں حق تعالیٰ قبول فرماویں وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

مکتوب (۲۷)

حال: بعونہ تعالیٰ ایک قسم کی خیریت سے رہ کر آپ کی صحت اور عافیت کے ساتھ منزل مقصود تک پہنچنے کی دعا کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ حضرت کے سایہ عاطفت

کو تادیر قائم رکھ کر ناکارہ اور دوسرے مسترشدین کی دستگیری فرمائے۔

جواب: احقر آپ حضرات کی دعاؤں کی برکت سے بحمدللہ بالکل عافیت و آرام کے ساتھ ڈابھیل پہنچ گیا سبق بھی شروع کرا دیا۔

حال: مرشدی! عاصی کے والدین کی رحلت سے اتنا رنج نہ تھا جتنا آج حضرت سے دوری پر محسوس کرتا ہوں آج اپنے باطنی والد اور مربی کے دور ہو جانے سے ظاہری وباطنی دونوں طرح سے یتیمی کا احساس ہوتا ہے جس مربی کے دیدار سے بے قراری کو سکون ہوتا تھا خدا معلوم کب دوبارہ اس کی زیارت کی نعمت نصیب ہو؟

اے لقاء، تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

جواب: انشاء اللہ بہت جلد۔

حال: دعا قلبی فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ناکارہ کو دوبارہ صحبت راشدہ نافعہ مدت العمر کے لئے نصیب فرماویں۔

جواب: اللّٰھم اٰمین۔

حال: حب جاہ کے دفعیہ کے لئے حسب ارشاد اعمال مجوزہ پر عامل ہوں اللہ تعالیٰ جلد اس کے اثرات سے بچنے کی توفیق دے، فرصت کے اوقات میں کلمہ طیبہ پڑھتا رہتا ہوں دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس کلمہ کو قلب میں دواماً جاری رکھنے کی توفیق نصیب ہو اور باطن اسکے انوار سے منور ہو۔

جواب: سب مقاصد کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔

حال: حضرت اس ناکارہ کے مناسب حال اگر کوئی خدمت ہو تو ارشاد فرمائیں انشاء اللہ تعمیل کروں گا۔

جواب: جب کبھی فرصت ملے گھر پر جاکر دریافت کرلیا کرو کچھ کام تو نہیں، دروازہ پر کسی بچے کے ذریعے معلوم ہوجائے گا، ایک پرچہ ملفوف ہے وہ محمد زکی

سلمہ کو پہنچا دیں۔

مکتوب (۲۸) ۲۹ ربیع الاول ۶۴ ۱۳ھ

حال: فدوی بعونہ تعالیٰ خیریت سے رہ کر اللہ جل شانہ سے دعاگو ہے کہ وہ حضرت کو تادیر صحت و سلامتی کے ساتھ باقی رکھ کر ہم جیسوں کی اصلاح کا ذریعہ بنائے' حب جاہ کے دفعیہ کے لئے مجوزہ اعمال پر عامل ہوں۔

جواب: الحمدللہ علی ذالك.

حال: حضرت کی اصلاحی توجہ سے قبل عاصی کے اندر ہر طرح کے امراض باطنہ جمع تھے خدا کے فضل اور حضرت کی توجہ سے اب متعدد امراض روبصحت معلوم ہوکر دل میں ایک طرح کا سرور ہے کہ ہر طرح سے عاصی اور ناکارہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے ہر طرح کے احسانات شامل ہیں۔

جواب: زادكم الله تعالى نشاةً في العبادة و وقاكم عن موجبات سخطه.

حال: ابتداءً جب میں اپنے عیوب کی طرف خیال کرتا تھا ناممکن الاصلاح معلوم ہوتا تھا' اب بھی ہزاروں عیوب و امراض مہلکہ ہیں لیکن قوی امید ہے کہ اگر خدا کا فضل شامل حال رہا تو انشاء اللہ حضرت کے ارشادات پر عمل کرنے سے ضرور نجات مل جائے گی۔

جواب: بحمدللہ ان کا فضل شامل حال ہے اور امید ہے کہ رہے گا۔

حال: فی الحال حب جاہ کا مرض میرے اندر محسوس نہیں ہوتا شاید عاصی کے احساس میں غلطی ہو اگر فدوی کا خیال صحیح ہے تو اجازت فرماویں کہ دوسرے امراض کا علاج شروع کیا جائے یا اور توقف کیا جائے جیسی مرضی ہو انشاء اللہ تعالیٰ تعمیل کروں گا' چونکہ اس مرض کے دفعیہ کی مدت حسب ارشاد سامی ۲۹ صفر سے چالیس روز ختم ہونے والے ہیں لہٰذا بعد اختتام اگر مرضی ہو تو دوسرے مرض کا علاج شروع کیا جائے۔

جواب: الحمد للہ بس اب اور کوئی دوسرا مرض لکھو۔
حال: لوگوں کے اختلاط سے نفرت معلوم ہوتی ہے اس لئے اکثر جلسے وغیرہ جو مذہبی یا سیاسی ہوتے رہتے ہیں شریک نہیں ہوتا ہوں جماعت کے خلاف کرنے کی وجہ سے اگر کوئی برائی ہو آگاہ فرماویں۔
جواب: کوئی برائی نہیں البتہ ایسی صورت اختیار نہ کرو جس سے لڑائی ہو اور خواہ مخواہ کشاکش ہو۔
حال: روزانہ تقریباً ایک گھنٹہ تک حضرت تھانوی قدس سرہ کی تصنیفات مثلاً "تربیت السالک" یا "اشرف السوانح" یا "ملفوظات" مطالعہ کرتا ہوں (چھٹی کے روز دو تین گھنٹہ تک) خدا کے فضل سے نہایت نفع محسوس ہوتا ہے۔
جواب: متعکم اللہ تعالیٰ بمنافعہ.
حال: باقی فرصت کے اوقات میں کلمہ طیبہ پڑھتا ہوں اگر کلمہ طیبہ میں مشغول ہونا عاصی کے لئے زیادہ نافع ہو تو اس وقت کو بھی کلمہ طیبہ میں صرف کیا جائے جیسا ارشاد ہو انشاء اللہ تعمیل کرونگا۔
جواب: گو ثواب تو کلمہ طیبہ کا ہی زیادہ ہے لیکن مریض کو غذا سے زیادہ دوا کا اہتمام ضروری ہے اس لئے یہ گھنٹہ بالفعل اسی کام میں خرچ کرو۔
حال: اکثر ایام مناجات مقبول کے ساتھ حزب البحر بھی بدون زکوٰۃ اور بلا مداومت حصول رضائے مولیٰ کے لئے پڑھتا ہوں اگر اس طرح نافع ہو تو اجازت دی جائے ورنہ آئندہ چھوڑ دیا جائے تمام مقاصد حسنہ میں کامیابی کی دعا قلبی فرماویں، حسب ارشاد حضرت کا ملفوف پرچہ اخ محترم محمد زکی سلمہ الولی کو دے دیا ہے۔
جواب: اس طرح اجازت ہے۔

مکتوب (۲۹) ۵ اربیع الثانی ۱۳۶۴ھ

حال: فدوی کے مہلک امراض باطنہ میں سے ایک "کبر" ہے لہذا اس کے دفعیہ کے لئے علاج تجویز فرمایا جائے انشاء اللہ حسب ارشاد سامی ضرور تعمیل کروں گا فدوی کی ناقص فہم کے مطابق "کبر" کی حقیقت کسی کمال میں اپنے کو دوسرے سے اس طرح بڑا سمجھنا کہ اسکو حقیر و ذلیل سمجھے اگر غلط فہمی ہو تو آگاہ فرمائیں۔

جواب: ٹھیک ہے۔

حال: پہلے عاصی کو ایسے امراض کا خیال ہی نہیں ہوا کرتا تھا خدا کا فضل اور حضرت کی توجہات سے اب جب کبھی کوئی مرض محسوس ہوتا ہے تو توبہ کرتا ہوں اور اپنے عیوب کو مستحضر کرتا ہوں تاہم اگر کوئی شخص شریعت کے خلاف کرتا ہے تو میری نظر میں حقیر معلوم ہوتا ہے حالانکہ انجام کی خبر نہیں حتیٰ کہ مرتکب کبائر اور ریش تراشنے والوں کے ساتھ سلام و کلام کرنے کو جی نہیں چاہتا ہے قصداً کسی کی تنقیص تو نہیں کرتا ہوں مگر انکے ساتھ عاجزی بتکلف بھی نہیں ہوتی اپنے باطن میں ہزارہا عیوب ہیں دوسروں کے عیوب برداشت نہیں کر سکتا۔ اس قسم کے خفیہ امراض شاید میرے سواد قلب میں جاگزیں ہیں، اللہ باطن کو ہر طرح کے رزائل سے پاک فرمائے۔ کبر، عجب اور خودپسندی میں کیا فرق ہے اگر اس سے آگاہ فرما دیا جائے تو بہتر ہو اور علاج بھی مختلف ہے یا متحد؟ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ جلد تمام امراض باطنہ سے نجات عطا فرماویں اور تمام معصیات سے بچاکر مرضیات الہیہ میں مشغول رکھیں، اور حب خدا و رسول اور حب شیخ سے قلب کو مزین فرماویں نیز امتحان ششماہی قریب ہے لہذا کامیابی کے لئے دعا فرماویں اگر مکان پر تشریف آوری کا ارادہ فرماتے ہیں تو مطلع فرماویں تو عنایت ہو۔

جواب: ان کے فعل کو حقیر سمجھنا تو عین دین ہے مگر فاعل کو حقیر جاننا کبیرہ گناہ ہے اور اسی لئے مبتدی کو چاہئے کہ دوسرے کے افعال پر نظر ہی نہ کرے، اپنے

عیوب کی فکر میں لگا رہے۔کبر کا علاج چند چیزیں بتلاتا ہوں ان پر عمل کریں پھر حالت کی اطلاع دیں۔

(۱) کبر پر جو وعید شدید حدیث میں آئی ہے اس کو روزانہ ایک دو مرتبہ پڑھ لیا کریں۔کسی پرچہ پر نقل کرکے رکھ لیں۔

(۲) یہ مستحضر کریں کہ جس کو حقیر سمجھتا ہوں اس کا حقیر ہونا تو محتمل ہے کیونکہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا کوئی عمل باطنی ایسا پاکیزہ ہو جو اسکے عمل ظاہری پر غالب آجاوے لیکن اپنا حقیر ہونا بوجہ کبر کے قطعی ویقینی ہے جو خود حقیر ہو اسکو کیا حق ہے دوسرے کی تحقیر کا۔

(۳) رسالہ "دشمن الفضائل" دارالاشاعت سے لے کر اسکا مطالعہ کم ازکم تین مرتبہ غور سے کرو۔

(۴) جس شخص کی تحقیر دل میں آوے بالقصد مجاہدہ کرکے عمداً اس کی تعظیم اور خدمت سب کے سامنے کیا کرو۔تاکہ اپنے نفس کی ذلت ہو۔

(۵) دعا کا بھی التزام کرو کہ حق تعالیٰ اس مرض سے نجات عطا فرمائیں۔

مکتوب (۳۰) ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۴ھ

حال: حسب ارشاد سامی "کبر" کے علاج کے لئے حضرت کے مجوزہ اعمال پر عامل ہوں یعنی کبر کے متعلق وعیدی احادیث ایک جگہ لکھ کر جمع کرلی ہیں اور اسکو روزانہ مطالعہ کرتا ہوں نیز جن باتوں کے استحضار کے لئے فرمایا ہے مستحضر کرتا ہوں۔

جواب: اللہ تعالیٰ نفع اور برکت عطا فرماویں۔

حال: رسالہ "دشمن الفضائل لدفع الرذائل" بار بار مطالعہ کرتا ہوں ہر دفعہ جدی حضرت تھانوی قدس سرہ کے فیوض اور آپکی دعا سے نئے نئے فوائد محسوس ہوتے رہتے ہیں۔

جواب: الحمدللہ علی ذالک۔

حال: ابتداء جہالت کی وجہ سے اپنے اندر کبر ہونے میں ظن تھا۔ اس صحیفہ اعمال کے تحقیقی مطالعہ کے بعد جہالت کا پردہ دور ہوکر یقین ہوگیا کہ عاصی کے اندر کبر اور عجب پوشیدہ طور سے ضرر رساں ہے نیز عجب وحب جاہ وغیرہ کے باہمی بہت سے التباس رفع ہوگئے دعا فرماویں کہ اگر کوئی صورت جہالت کی وجہ سے باقی رہ گئی ہے تو واضح ہوجائے۔

جواب: دل سے دعا ہے۔

حال: نیز خلاف شرع فعل کو حقیر سمجھنے کے ضمن میں فاعل کی بھی حقارت دل میں آتی تھی لہٰذا حسب ارشاد سامی بالقصد اسکی تعظیم اور خدمت کرتا ہوں تاکہ اپنا کبر دور ہو اور دعا کا بھی التزام ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مہلکات سے جلد نجات فرماویں خصوصاً کبر کا نام لیکر دعا کرتا ہوں واقعی یہ مرض سب امراض سے خوفناک ہے۔

جواب: اللہ تعالیٰ امداد فرمائیں۔

حال: اب اگر اس بلا کے دفعیہ کے لئے اور کوئی ضروری ہدایات ہوں تو ارشاد فرماویں انشاء اللہ ضرور تعمیل کروں گا۔

جواب: بس ابھی وہی کافی ہے۔

حال: دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس روسیاہ کو مہلکات باطنہ سے جلد نجات فرما کر مطلوب حقیقی تک ہدایت فرماویں اور معصیات سے بچاکر مرضیات میں مشغول کریں اور حب اللہ والرسول اور حب شیخ اور اتباع نصیب فرماویں۔

جواب: آمین والسلام۔

مکتوب (۲۱) ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۴ھ

حال: حسب ارشاد سامی دفعیہ کبر کے لئے تجویز فرمودہ امور پر عامل ہوں دعا

فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اس بلائے عظیم سے نجات فرما کر مرضیات میں مشغول فرماویں۔

جواب: سب مقاصد کے لئے دل سے دعا کرتا ہوں۔

حال: حضرت والا کچھ دنوں سے کسی کام کے لئے حکم نہیں فرماتے' احقر کو یہ خیال پریشان کئے ہوئے ہے کہ شاید میری بدسلیقہ خدمت سے بجائے راحت کے تکلیف ہوتی ہے (جیسے ایک مرتبہ نادانی سے خراب گوشت لاکر تکلیف دی اگرچہ بعد میں واپس کیا گیا) اس لئے حضرت کام کے لئے حکم نہیں فرماتے' للہ اس ناکارہ کی غلطی کو معاف فرماویں اور آئندہ ایک ادنیٰ خادم سمجھ کر جیسا کام مناسب سمجھیں کرنے کو فرماویں۔

جواب: فضول ایسے اوہام میں نہیں پڑنا چاہئے۔جب تک کوئی شخص مجھ سے بے تکلف نہیں ہو جاتا اس وقت تک کام لیتے ہوئے حیا مانع ہوتی ہے' بے تکلف ہونے کے بعد حسب ضرورت کام لیتا ہوں سو آپ سے بھی اب الحمدللہ بے تکلفی سی ہوگئی اس لئے کام لیتا ہوں اور غلطی ہو جانا تو انسان کا طبعی امر ہے اس سے کہاں نجات ہے۔

حال: خدمت کرنا کوئی احسان نہیں بلکہ مجھ جیسے ناکارہ کو خدمت کے لئے اجازت عطا فرما دینا بڑا احسان ہے۔چونکہ میرے کسی کام میں سلیقہ نہیں ہے۔ لہٰذا دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ نیک شعور عطا فرماویں اور اپنے مربی کی خدمت کی توفیق ہو۔ آمین۔

جواب: اللّٰھم آمین۔

مکتوب (۳۲) ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۴ھ

حال: حسب ارشاد حضرت فرصت کے اوقات میں کلمہ طیبہ پڑھتا ہوں اور دفعیہ کبر کے لئے تجویز فرمودہ امور پر عامل ہوں واقعی یہ مرض بقول حضرت تھانوی

قدس سرہ ام الامراض ہے میرے اندر اس بلائے عظیم کی بہت سی خفیہ شاخیں موجود ہیں۔

جواب: شکر کیجئے کہ حق تعالیٰ نے مرض کا احساس وادراک عطا فرمایا کہ یہی علامت صحت ہے۔

حال: اعمال وافعال' باطن وظاہر' گفتار ورفتار' خوراک و پوشاک' گویا ہر اعتبار سے برائیوں کا مجموعہ ہوں خدا کے فضل اور حضرت کی توجہات اور دعاؤں سے بہت سی اقسام کبر سے روبصحت ہوں۔

جواب: الحمدللہ۔

حال: لیکن پھر بھی جتنی فکر کرتا ہوں اور زیادہ خفیہ تکبر محسوس ہوتا ہے جسکو ظاہری نظر سے معمولی خیال کیا جاتا ہے' دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کے کبر سے نجات عطا فرماویں۔

جواب: دل سے دعا ہے۔

حال: ایک ہمسایہ کے پاس "احیاء العلوم" کا ترجمہ مذاق العارفین موجود ہے اس میں کبر کے متعلق جتنے بیانات ہیں سب کا احقر نے مطالعہ کیا ہے' کلام پاک کی آیتیں واحادیث اور اقوال سلف نقل فرماکر طویل تحقیق فرمائی ہے۔اس کے مطالعہ سے اپنے خیال کے مطابق بہت زیادہ نفع محسوس ہوا اگر واقعی مفید ہو اجازت فرماویں تاکہ اور بھی مطالعہ کروں۔

جواب: اجازت ہے ضرور مطالعہ کریں مگر صرف اسی باب کا اور کوئی دوسرا باب دیکھنا ہو تو اسکی مستقل اجازت لیں۔

حال: دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ عاصی کو تمام امراض سے جلد نجات عطا فرماکر مرضیات الٰہیہ میں مشغول فرماویں اور خدا ورسول اور مصلح کی محبت اور اتباع نصیب فرمائیں۔

جواب: اللّٰھم آمین ان کان خیراً۔

مکتوب (۲۳) ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۴ھ

حال: بلائے مہلک "کبر" کے دفعیہ کے لئے حضرت کے مجوزہ اعمال پر عامل ہوں' ترجمہ احیاء العلوم کا "باب کبر" ایک دفعہ مطالعہ کر چکا ہوں' اب دوبارہ شروع کیا ہے نیز حضرت تھانوی قدس سرہ کے مواعظ میں سے دو وعظ "کبر" کے متعلق مطالعہ کئے ہیں جس سے نہایت فائدہ محسوس ہوا' اب خدا کے فضل وکرم اور حضرت کے توجہات سے کسی کو اپنے سے درجہ میں کم یا حقیر محسوس نہیں کرتا' جی چاہتا ہے کہ راستہ میں تاش کھیلنے والے اور فجار وفساق کو بھی سلام کیا کروں اور خدمت کروں۔ آج مدرسہ میں ایک نہایت کمزور کتا دیکھ کر رحم آیا اور خیال آیا کہ یہ خدا کی غیر مکلّف مخلوق ہے اور میں مکلّف ہو کر عاصی ہوں' روٹیوں کے دو تین ٹکڑے موجود تھے اہتمام سے اسے دیئے۔ صورتاً طالب علم بننے کی وجہ سے کوئی خدمت بھی نہیں لیتا ہے' اپنے ساتھیوں میں سے اگر کسی کی خدمت کرنا چاہتا ہوں تو کرنے نہیں دیتے اور ناراضی ظاہر کرتے ہیں' مخلوق کی خدمت کے قابل نہیں' خالق بہتر کی کیا اطاعت ہم سے ہو سکے گی؟

جواب: الحمدللہ سب حالات قابل شکر ہیں' اسی طرح برابر اصلاح کی فکر میں لگے رہئے مطمئن نہ ہوں کہ اطمینان اہل شقاوت کی علامت ہے اور فکر مند کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی امداد ونصرت ہوتی ہے۔

حال: مناجات کی دعا "اللھم اجعلني في عيني صغيرا" نہایت خوشی سے کہتا ہوں اور "وفي اعين الناس كبيرا" کہنے سے طبیعت رک جاتی ہے اور اس کے بجائے "وفي اعين الناس صغيرا" کہنے کو جی چاہتا ہے۔ اپنی جہالت سے نعوذ باللہ اس دعا میں اپنی بڑائی کی دعا سے کبر کا شبہ ہوتا ہے اس شبہ کو دور فرما کر ممنون فرمائیں۔

جواب: اگر ایسا ہے تو نہ کریں کچھ فرض نہیں لیکن نفس مضمون حدیث کو "کبر" سے کوئی واسطہ نہیں مقصد محض لوگوں کی ایذاء سے بچنے کا سوال ہے۔

حال: ہمیشہ اس مرض (کبر) کو دور کرنے کی فکر میں رہتا ہوں مگر کمینہ مرض پوری طرح جلد دور نہیں ہو رہا ہے پہلے سے کم ضرور ہوا ہے، دعائے قلبی فرماویں کہ اللہ تعالیٰ جلد اس مرض نیز جملہ امراض باطنہ سے نجات فرماکر اپنی مرضیات میں مشغول فرمائیں اور اللہ ورسول اور مصلح کی محبت واتباع نصیب فرمائیں۔

جواب: جملہ مقاصد کے لئے دل سے دعا ہے۔

مکتوب (۳۴) ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۴ھ

حال: حسب ارشاد سامی ام الامراض کے دفعیہ کے لئے حضرت کے مجوزہ امور پر عمل کرکے کوشاں ہوں اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت کی توجہات سے پہلے سے بہت آرام معلوم ہوتا ہے، دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ جلد اس بلائے مہلکہ سے نجات بخشیں۔

جواب: الحمدللہ علی ذلك.

حال: پہلے لوگوں کی خدمات سے نفرت ہوتی تھی اب خدا کے فضل وکرم سے ایک قسم کی خواہش رہتی ہے کہ کوئی میرے ذمہ کسی قسم کی خدمت لگا دے لوگوں کی بعض ایسی خدمات جن سے مخدوم کو گرانی نہ ہو اور نفس میں تذلل پیدا ہونے کی امید ہو بطیب خاطر کرلیتا ہوں، مثلاً حجرہ میں سب ساتھیوں کے لئے ٹھنڈا پانی وغیرہ مہیا کرنا، پہلے تو بڑا بن کر دوسروں کے کرنے کا انتظار کرتا تھا اب سبقت کرکے سب سے پہلے کرلیتا ہوں۔ جی چاہتا ہے کہ ساتھیوں کے یا کسی اور کے پیر وغیرہ دبایا کروں مگر مخدوم کی گرانی کے خیال سے نہیں کرتا ورنہ اگر کوئی اجازت دیدے تو انشاء اللہ ضرور کرلونگا۔

جواب: بس یہی چیز ہے جو سب سے مشکل تھی خدا تعالیٰ کا شکر کرو، بڑی نعمت ہے، بارک اللہ۔

حال: نیز اگر کوئی سوتا ہوا مل جائے تو بلا اجازت راحت رسانی کے لئے پنکھا کرتا ہوں مجھ کو تواضع اور تذلل میں اشتباہ معلوم ہوتا ہے لہٰذا جو فرق ہو آگاہ فرمایا جاوے۔

جواب: اس فکر میں نہ پڑو یہ تذلل نہیں۔

حال: نیز تواضع امور مجوزہ (بسلسلہ دفعیہ کبر) ہی سے حاصل ہوتی ہے یا اور چیزوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے' غالباً میرے اندر تواضع نہیں ہے اس لئے افاقہ ہونے کے باوجود "کبر" جلد دور نہیں ہو رہا ہے۔ تواضع کی حقیقت اور اسباب حصول سے متنبہ فرماویں تو بڑا کرم ہو' انشاء اللہ حسب ارشاد ضرور تعمیل کروں گا۔

جواب: یہی طریقہ حصول تواضع کا بھی ہے اور کسی امر کی ضرورت نہیں۔

حال: دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ امراض باطنہ اور اخلاق رذیلہ سے نجات عطا فرما کر اخلاق محمودہ کی توفیق عنایت فرماویں اور اللہ و رسول ﷺ اور مصلح کی محبت اور اتباع نصیب فرماویں۔

جواب: اللّٰھم آمین۔

مکتوب (۳۵)

حال: دفعیہ کبر کے لئے ارشادات عالیہ پر عامل ہوں خدا کے فضل و کرم سے اگرچہ پہلے کی بنسبت کبر و عجب نہیں ہے مگر اب تک میرے اندر پوری طرح تواضع پیدا نہیں ہوئی ہے۔ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ ناکارہ کو کبر سے بالکلیہ نجات عطا فرماویں اور میرے اعمال و افعال میں تواضع کاملہ پیدا کر دیں' اگر اصلاح اعمال کی کتابیں یا مضامین مطالعہ کرتا ہوں اور اصلاح کی فکر کرتا ہوں تو اپنے سے زیادہ ذلیل کسی کو نہیں پاتا۔

جواب: عزیز من یہ رذیلہ تو وہ ہے جس کے متعلق اکابر اولیاء اللہ نے کہا ہے

سب سے آخر میں عارف کامل سے دور ہوتا ہے اس لئے کام میں لگے رہنا چاہئے۔ انشاء اللہ اس طرح تدریجاً سب رذائل کا ازالہ ہو جائیگا۔

یہ تمام مکاتیب قیام پاکستان سے قبل کے ہیں اور حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ طالب علمی سے تعلق رکھتے ہیں۔

پاکستان آنے کے بعد بھی مولانا مرحوم کا حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق قائم اور روز افزوں رہا' بظاہر خط وکتابت کا سلسلہ بھی جاری رہا' صد افسوس کہ اس قسم کے بعض مکاتیب ناقص حالت میں ملے' ایک مکتوب میں مولانا مرحوم نے اپنی حالت پر تشویش کرتے ہوئے اس خدشہ کا اظہار فرمایا کہ کہیں میری حالت شیخ ومرشد یا مشائخ سلسلہ کی بدنامی کا سبب نہ بن جائے تو جواباً حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے دعا کے طور پر تحریر فرمایا "لن یخزیک اللہ انشاء اللہ تعالیٰ" انشاء اللہ تعالیٰ اللہ جل شانہ آپ کو ہرگز رسوانہ فرمائیں گے۔

حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تزکیہ نفس

قیام پاکستان کے بعد دار العلوم کراچی قائم ہونے پر حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت وسرپرستی میں اس کی نظامت اعلیٰ کی تمام تر ذمہ داریاں حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تھیں اور اصلاحی تعلق بھی حضرت مفتی صاحب ہی سے تھا جو تاسیس دار العلوم کے بعد بھی ایک طویل عرصہ تک رہا' بعد میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے مولانا مرحوم سے فرمایا" میرا اور آپ کا انتظام مدرسہ کا تعلق ہے اور نظم ونسق کے معاملات میں اختلاف رائے کوئی بڑی بات نہیں۔ لیکن اختلاف رائے کے نتیجہ میں غلط فہمیاں پیدا ہوکر بعض اوقات ایک دوسرے سے بدگمانی کا اندیشہ ہوتا ہے اور طریقت میں بدظنی اور

بے اعتمادی سالک کے لئے نہایت مضر ہے اس لئے یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ ضابطہ میں اپنا اصلاحی تعلق اپنے ہم مسلک اور ہم مشرب کسی اور بزرگ سے قائم کرلیں'' مولانا موصوف کو یہ صورت طبعاً کسی طرح گوارا نہ تھی' اس خیال ہی سے آپ کی طبیعت سخت مضطرب اور بے چین ہوئی اور عرصہ تک یہ اضطراب رہا۔ لیکن شیخ و مرشد کے فرمان سے سرتابی بھی ممکن نہ تھی اس لئے حکم کی تعمیل میں بوجھل دل کے ساتھ آپ اس پر تیار ہوگئے''۔

سرِتسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

خود حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی پر آپ نے اس سلسلہ میں حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری قدس سرہ کو اختیار فرمایا۔

حضرت پھولپوری قدس سرہ ایک مرتبہ ہندوستان سے پاکستان تشریف لے آئے تھے اسی موقعہ پر حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے اپنا اصلاحی تعلق قائم فرمایا۔ بعد میں جب حضرت پھولپوری بعض مجبوریوں کی بناء پر واپس ہندوستان تشریف لے گئے تو مولانا موصوف بھی بے چین ہوکر مشتاقانہ پھولپور پہنچ گئے اور بہت ہی تعلق کے ساتھ روتے ہوئے حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے دوبارہ پاکستان تشریف لانے کی درخواست کی اور عرض کیا کہ ہمیں آپ کی سرپرستی کی ضرورت ہے' چنانچہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ دوبارہ پاکستان تشریف لے آئے۔

حضرت مولانا حکیم اختر صاحب حفظہ اللہ اپنے مضمون میں رقم فرماتے ہیں:

''حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری کے پاکستان تشریف لانے کی بنیاد صرف مولانا نور احمد صاحب کے جذبات محبت پر ہے وہ جاکے لپٹ گئے حضرت کو' ان کی محبت اور خلوص کی برکت سے حضرت والا پاکستان تشریف لے آئے مولانا نے ہم سب کا اور میرے شیخ کا نہایت حوصلہ کے ساتھ رہائش وغیرہ کا اعلیٰ انتظام کیا اور وفاداری کا پورا حق ادا کیا' جان' مال ہر طریقے سے حضرت کا ساتھ دیا''۔

(ماخوذ باختصار)

حضرت مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی طبیعت کے مطابق حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے گہرا تعلق قائم کیا اور مجالس مبارکہ میں حاضری کا پورا اہتمام فرمایا اور حضرت کی خصوصی توجہات کا مرکز بن گئے۔

حضرت مولانا حکیم اختر صاحب زید مجدہم تحریر فرماتے ہیں:

"حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا والہانہ تعلق تھا کہ صبح وشام جب دیکھو خدمت میں حاضر، حضرت والا بھی ان پر نہایت شفیق تھے اور ان کی معاونت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ جب بھی مولانا مرحوم حاضر ہوتے حضرت ان کو دیکھ کے کھل جاتے اور خوشی کے عالم میں وجد سا طاری ہو جاتا"۔

حضرت پھولپوری نور اللہ مرقدہ سے آپ کا اصلاح باطن اور استفادہ کا تعلق حضرت کی حیات مبارکہ کے آخری لمحات تک جاری رہا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاح باطن

حضرت مولانا شاہ عبد الغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۔ اگست ۱۹۶۳ء کو دار فانی سے رحلت فرما کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، إنا للہ وإنا إلیہ راجعون۔ حضرت مولانا نور احمد صاحب کا اس حادثہ سے متاثر ہونا طبعی امر تھا۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم وبہار آخر شد

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو شروع سے عقیدت ومحبت تھی، دار العلوم کراچی سے استعفاء کے بعد آپ جب ۱۹۶۵ء کے اوائل میں انڈیا تشریف لے گئے تو سہارنپور بھی حاضر ہوئے اور نظام الدین دھلی

میں بھی طویل قیام رہا' اس دوران حضرت شیخ الحدیث صاحب ﷫ سے باقاعدہ بیعت بھی ہوئے اور استفادہ کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب دامت فیوضہم مولانا مرحوم کے بارے میں اپنے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں۔

"دارالعلوم چھوڑ کر سہارنپور تشریف لے گئے' وہاں شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب کے مہمان رہے' اور ایک عرصہ تک ان کی صحبتوں' برکتوں سے مستفید ہوتے رہے"۔

پاکستان واپس آنے کے بعد بھی مولانا مرحوم کا حضرت شیخ الحدیث صاحب ﷫ سے تعلق قائم رہا' کبھی حضرت کی پاکستان تشریف آوری ہوتی تو مجالس میں حاضری کا شرف بھی حاصل ہوتا' پھر جب حضرت شیخ الحدیث ﷫ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تو چونکہ حضرت مولانا مرحوم کی حرمین شریفین بکثرت حاضری ہوتی رہتی تھی اس لئے ایسے مواقع پر استفادہ مزید سہل ہو جاتا اور اپنے ان لمحات کو غنیمت جانتے ہوئے حضرت شیخ ﷫ کی مجالس میں پابندی کے ساتھ حاضری کا اہتمام فرماتے' آپ کو ہر وقت احساس رہتا کہ:

شیخ کی نسبت سے برسوں جب تپش پاتا ہے دل
زنگ تب ہٹتا ہے کچھ صیقل نظر آتا ہے دل

دین کے مختلف میدانوں میں مولانا مرحوم کی گراں قدر خدمات آپ کی اولوالعزمی اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ سے آپ کی قرابت کی بناء پر حضرت شیخ ﷫ کی مولانا موصوف پر عنایات اور شفقتیں بے پایاں تھیں۔

حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کی کراچی آمد
کے موقع پر
آپ کے نام مولانا مرحوم کا ایک مکتوب

بحضرة سیدی وسندی و وسیلة یومی وغدی حضرت شیخ شیوخ الحدیث متعنا اللہ جل جلالہ وعم نوالہ بفیوضہ وبرکاتہ وطول حیاتہ بالعافیة والکرامة.

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ورضوانہ

ناکارہ غلام حضرت شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال اور دارالعلوم کراچی کے انتظامات سے مستعفی ہونے کے بعد ۱۳۸۴ھ جنگ ۶۵ء سے قبل سہارنپور حاضر ہوکر حضرت والا سے بیعت ہوا تھا۔

میرے معمولات حضرت پھولپوری قدس سرہ کے بتلائے ہوئے ہیں جو اس طرح ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	۸۰۰ آٹھ سو دفعہ
حسبنا اللہ ونعم الوکیل	۳۴۱ تین سو اکتالیس دفعہ
کھٰیٰعص کفایتنا حٰمعسق حمایتنا	۱۰۰ ایک سو دفعہ
سورہ اخلاص	۱۰۰ ایک سو دفعہ
(حضرت والا ۵۰۰ دفعہ فرماتے تھے)	
لاحول ولا قوۃ الا باللہ	۵۰۰ پانچ سو دفعہ
اللّٰھم صل علی محمد النبی الامی والہ وصحبہ وبارک وسلم	۲۰۰۰ دو ہزار دفعہ
اسم ذات اللہ اللہ کی طرف کچھ توجہ کے ساتھ	۲۰۰۰ ہزار دفعہ

روزانہ یاسین شریف ایک دفعہ نوافل میں اور رات کو سورۂ ملک نوافل

میں اور چند سورتیں نصف پارہ کے قریب نوافل میں۔

عرصہ سے امت مسلمہ کے تشتت وافتراق کی وجہ سے طبیعت بوجھل رہتی ہے۔ اتحاد بین المسلمین کی کوششوں میں لگا رہتا ہوں۔ یہود ونصاریٰ' ہنود ومشرکین' دہریوں'کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں کی شرارتوں اور سازشوں سے مطلع ہونے پر ان کے خلاف مہم چلانے میں زندگی کے کافی اوقات صرف کر دیئے' شروع میں حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی' حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب' حضرت مولانا شبیر علی تھانوی'حضرت مولانا اطہر علی صاحب اور مولانا پیر محمد ہاشم مجددی سرہندی سندھی رحمتہ اللہ علیہم کو سامنے رکھ کر انکی نگرانی میں کرتا تھا۔

تین چار سال سے ختم نبوت کے سلسلہ میں حضرت مولانا محمد یوسف بنوری مدظلہ العالی کو آگے کرکے جدوجہد کرتا رہا' مسلمانوں کی ایک عالمی تنظیم ''موتمر عالم اسلامی'' ہے۔تقریباً ساٹھ پینسٹھ ممالک میں کچھ رجال اس کے کام کرتے ہیں' پاکستان میں دینی' تبلیغی انداز کے کاموں کی نگرانی احقر کے ذمہ ہے' اس دینی جدوجہد کے نتیجہ میں الحمدللہ اب جاپان میں وہاں کے ذمہ دار عبدالکریم سانو بتلاتے تھے کہ تقریباً دوہزار جاپانی سالانہ مسلمان ہو رہے ہیں۔ امریکہ میں ایک شخص عالی جاہ محمد نے مدعی وحی والہام بنکر چھ سات لاکھ متبعین کو گمراہ کر رکھا تھا' اس کا بیٹا ویلس محمد کچھ عربی پڑھنے کے بعد خفیہ طور پر مسلمان ہو گیا' باپ کے مرنے کے بعد تین سال قبل اس نے رابطہ کیا کہ قرآن پاک انگریزی ترجمہ والا اور دینی کتابیں انکے متبعین میں پھیلائی جائیں چنانچہ فوری طور پر پانچ سو انگریزی ترجمہ کا قرآن امریکہ بھیج دیا گیا۔بعد میں مختلف رفقاء اسی جدوجہد میں لگے رہے' الحمدللہ اب دوتین ماہ قبل سربراہ ویلس محمد نے اپنے متبعین کو نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج وغیرہ اعمال وارکان اسلام کے اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے اور اس کا اعلان کر دیا ہے۔

دارالعلوم سے مستعفی ہونے کے بعد سے اب تک اردو میں دس لاکھ کتب ورسائل اور بنگالی میں بھی تقریباً اتنے ہی' انگریزی میں بھی تقریباً دس لاکھ کتب

ورسائل اور چالیس بیالیس ہزار قرآن پاک عربی انگریزی اسی طرح سندھی میں تقریباً دو لاکھ رسائل طبع کرا کر حسب ضرورت ملک وبیرون ملک تقسیم کروائے، یہ سب کام مختلف اشخاص اور تنظیموں کے نام سے کئے 'الحمدللہ اپنے نام سے کچھ نہیں کیا' متعلقہ رفقاء کے علاوہ کسی کو خبر نہیں ہونے دیتا اور عموماً اپنا نام بھی طبع ہونے نہیں دیتا۔

یہ ناکارہ غلام برمی ہے' ۱۹۲۶ء میں تعلیم کے لئے وطن سے نکلا تھا اس کے بعد سے سوشلسٹ حکومت کی وجہ سے ایک دو مرتبہ سے زائد وطن نہ جا سکا اب وہاں ماں باپ سمیت کوئی قریبی عزیز حیات نہیں دور کے اعزہ بھی اکثر ختم ہو گئے۔

برما میں تقریباً (۲۸) اٹھائیس لاکھ مسلمان آباد ہیں۔ بیس کے قریب ایسے مدارس ہیں جہاں دورۂ حدیث تک کی تعلیم ہوتی ہے' صحاح ستہ اور دیگر درسی کتابیں تقریبا مفقود ہیں۔ صحاح ستہ کے چالیس مکمل سیٹ اور پانچ ہزار قرآن کریم وہاں کے مدارس کو مفت ارسال کرنے کے لئے تیار کئے لیکن وہاں کی حکومت کی رکاوٹوں کی بناء پر دو سال کی محنت وکاوش کے باوجود کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

کراچی اور پاکستان کے دینی اداروں کے لئے بھی کوشش کرتا رہتا ہوں زمین کے حصول کے سلسلہ میں' تعمیراتی کام یا عام ضروریات میں' بالخصوص اندرون سندھ کے مکاتب قرآنیہ کے لئے' بعض جگہ کے رجال کار خود رابطہ کرتے ہیں' بعض جگہ خود سفر کر کے جاتا ہوں' کچھ دن قبل مشرقی پاکستان کے تین چار اداروں کے لئے امداد پہنچوائی ہے۔

''رابطۂ عالم اسلامی'' مکہ مکرمہ نے مؤتمر کے ذریعہ احقر سے خصوصی مشورہ کے بعد اہم مدارس اور دیگر مختلف اداروں کے لئے امداد کا تعین کیا ہے اور بہت سے غلط اور گمراہ فرقوں کی درخواستیں منسوخ کر دی ہیں اس میں کوئٹہ' پنڈی' اور پشاور کے ادارے بھی شامل ہیں' بنگلہ دیش کے دینی اداروں کے

لئے بھی احقر نے کافی کوششیں کی ہیں۔

مسلمانوں کے دینی اجتماعی کاموں کے سلسلہ میں متعدد مسلم سربراہوں کے ساتھ مختلف ذرائع سے رابطہ کیا اور انہیں خطوط لکھے، معمولی معمولی اقدامات کسی کسی سے کرنیکی اطلاعات ملی ہیں۔ اریٹریا (حبشہ) فلپائن مورو کے مسلمانوں سے بھی واسطہ در واسطہ علاقہ رہا، اب ہماری کوششوں سے "برما" میں کچھ لوگ پہاڑوں میں کفار سے مقابلہ کرنے کی ٹریننگ لے رہے ہیں، تاکہ سوشلسٹ حکومت کے خلاف جہاد کا آغاز کیا جاسکے، اس سلسلہ میں دوستوں کا اصرار اور میرا ارادہ ہے کہ میں بنگلہ دیش اور برما وغیرہ کا سفر کروں۔

دارالعلوم چھوڑنے کے بعد بارہ تیرہ سال کے عرصہ میں الحمدللہ متفرق طور پر بہت سے کام کئے، مختلف قسم کی مہموں میں ہمارے بعض رفقاء شہید بھی کر دیئے گئے۔

عالم اسلام کے مسلمانوں کے بارے میں جب کبھی کسی تکلیف کا علم ہوتا ہے تو شدت غم وفکر میں تنہائی میں رو دیتا ہوں، دعاؤں میں اکثر قنوت نازلہ روزانہ مختلف اوقات میں سات آٹھ دفعہ تک پڑھتا ہوں، کبھی دل میں وہم ہوتا تھا کہ ساری امت کے لئے یہ فکر کہیں میری اپنی باطنی بیماری تو نہیں ہے کہ خود مریض ہے، محتاج ہے، اخلاص وعمل سے عاری ہے اور اپنے آپ کو ساری امت کے لئے فکر اور دعا کا اہل سمجھتا ہے۔ جب اس وسوسہ کی شدت ہوئی تو بڑی پریشانی ہوئی لیکن الحمدللہ مولی نے دستگیری فرمائی۔

اور خواب میں دیکھا کہ حضور پاک ﷺ (فداہ ابی وامی ونفسی واولادی وعرضی ومالی) احقر کی موجودہ بیٹھک میں اس تخت پر جو جنوبی جانب بچھا ہوا ہے قیام کی حالت میں قبلہ رخ کچھ جھکے ہوئے دونوں دست اقدس اٹھائے ہوئے دعا فرما رہے ہیں۔

اللّٰھم اغفر للمومنین والمومنات والمسلمین والمسلمات والف بین قلوبھم. اللّٰھم اصلحھم واصلح ذات بینھم

ووفقهم ان يشكروانعمتك التى انعمت عليهم، وان يوفوا بعهدك الذى عاهدتهم عليه وانصرهم على عدوك وعدوهم.

ایک طرف یہ ناکارہ خود چارپائی پر دو زانوں حضور اکرم ﷺ کی طرف رخ کرکے بیٹھا ہوا تھا۔ دوسری طرف احقر کی اہلیہ فرش پر بیٹھی ہوئی تھی۔ خواب میں، میں نے ان سے کہا تم بھی حضور ﷺ سے دعا کے لئے درخواست کرو، انکی درخواست پر پھر حضور ﷺ نے یہی دعا فرمائی۔

اس خواب میں حضور اکرم ﷺ کو صرف ازار باندھے ہوئے دیکھا، کمر مبارک سے لیکر سر مبارک تک کوئی لباس کرتہ وبنیان وغیرہ حجاب نہیں تھا جی بھر کے دیدار کا ایک مدت کا شوق اللہ تعالیٰ نے پورا فرمایا۔ اگرچہ نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت خواب میں بھی نہیں ہوئی، بعد میں ہمیشہ یہ ارمان رہا کہ جسد مبارک نظر بھر کر دیکھ لیتا، روئے مبارک منور، سینہ انور وجہ انور، شانہ مبارک، گردن مبارک، دست اقدس دونوں اتنے اٹھائے ہوئے کہ بغل مبارک کی سفیدی نظر آنے لگے۔ یہ دلکش منظر تصور سے اوجھل نہیں ہوا خدا کرے ابدا الاباد تک اوجھل نہ ہو۔

مشرف گرچہ شد جامی زلطفش
خدایا ایں کرم بارے دگر کن
صلی اللہ علیہ وسلم دائما ابداً

علالت وضعف کے عالم میں حضرت والا کے مجاہدانہ سفر کے بعد آنجناب کی زیارت سے مشرف ہونا اگرچہ سال بھر میں محض ایک دفعہ ہی کیوں نہ ہو اس ناکارہ کے لئے بڑی نعمت ہے۔

اے لقاء تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

جب سے غلام زادہ مولوی امین اشرف سلمہ نے حضرت مفتی صاحب مرحوم سے اجازت لیکر کلیہ القرآن الکریم جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ لیا ہے بہت کوشش کی کہ مدینہ منورہ حاضر ہوکر حضرت والا کی زیارت کروں' تباین دار کیوجہ سے احقر کے لئے سہارنپور حاضر ہونا آسان نہیں ورنہ سہارنپور حاضر ہوتا رہتا' امید ہے کہ حضرت والا کی مدینہ منورہ واپسی پر انشاء اللہ حاضر خدمت ہو سکوں گا۔

دو تین سال سے صحت خراب ہے 'بواسیر' دل کی کمزوری' بے خوابی اور مختلف بیماریاں ہیں' حضرت والا سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ حسن خاتمہ اور شہادت کی موت سے مالا مال فرمائے۔

عریضہ طویل اور غیر مربوط ہونیکی بناء پر شاید حضرت والا کی زحمت کا باعث ہو اس لئے معافی کا خواستگار ہوں۔

والسلام

نور احمد

عفا اللہ عنہ

۲۸/ رجب ۱۳۹۷ھ

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کا جوابی مکتوب گرامی

عنایت فرمائم سلمہ بعد سلام مسنون آپ کا بہت طویل گرامی نامہ بہت ذوق وشوق اور مسرت سے سنا' اللہ جل شانہ مساعی جمیلہ کو مثمر ثمرات فرمائے' قبول فرمائے' امراض سے صحت عطا فرمائے' ترقیات سے نوازے' اپنے وقت پر حسن خاتمہ کی دولت سے مالا مال فرمائے' آپ نے میری واپسی پر مدینہ منورہ کا

ارادہ فرمایا اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، قبول فرمائے، اسباب مہیا فرمائے۔ یہ ناکارہ آپ کے لئے بہت دل سے دعائے ترقیات دارین کرتا ہے خود بھی سراپا امراض ہوں اور یہاں کے ہجوم کی وجہ سے دوران سر بہت کثرت سے رہتا ہے، صبح کو کہیں جانا نہ ہو تو مصافحوں اور خصوصی ملاقاتوں سے فرصت نہیں ہوتی ہے، ایک ہی حالت میں بیٹھنا پڑتا ہے اور اگر کہیں جانا پڑتا ہے تو امراض کی وجہ سے اور زیادہ مشقت ہوتی ہے، آپ کی مدینہ منورہ تشریف آوری ہوگی تو وہاں اطمینان سے ملاقات ہوگی اس خط کو اپنے ساتھ ہی رکھیں اور مدینہ میں ملاقات ہو تو دوبارہ سنائیں تفصیلی جواب انشاء اللہ عرض کرونگا۔ فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم
بقلم احسان کراچی ۱۹ جولائی ۷۷ء

حضرت مولانا غلام النصیر صاحب چلاسی
دامت فیوضھم کی خدمت میں

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب ﷫ کے وصال تک حضرت مولانا مرحوم کا ان سے اصلاح تعلق قائم رہا، شعبان ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۴ مئی ۱۹۸۲ء بروز دوشنبہ حضرت شیخ قدس سرہ نے دارفانی سے رحلت فرمائی إنّا للہ وإنّا إلیہ راجعون۔

محفل سوز و گداز غم کو گرمائے گا کون؟
اہل دل کو اپنے درد دل سے تڑپائے گا کون؟

حضرت شیخ کے وصال کے بعد حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ نے اصلاحی باطن کے سلسلہ میں حضرت مولانا غلام النصیر صاحب مدظلہم سے رجوع کیا، چونکہ حضرت مولانا موصوف زیدمجدہم کا تعلق شمالی علاقہ جات سے ہے اس لئے راقم الحروف کی معلومات کی حد تک ان کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

شیخ چلاسی زید مجدہم کا مختصر تعارف

حضرت مولانا غلام النصیر صاحب زید مجدہم (معروف بہ "چلاسی بابا") ۱۹۲۷ء میں گلگت ضلع دیامر کے علاقہ چلاس میں "تھک" نامی مقام میں پیدا ہوئے آپ کے والد کا نام سید میر ہے جو اپنے علاقہ کے ایک معزز شخص ہیں' حضرت چلاسی بابا ان کے تین صاجزادگان میں سب سے بڑے ہیں' آپ نے بارہ سے سترہ سال کی عمر تک اپنے ہی علاقہ میں ابتدائی علوم وفنون کی مختلف کتابیں پڑھیں۔

اسی زمانہ میں ایک مرتبہ آپ ایک نہر پر تعمیر شدہ پلیا پر سے گزر رہے تھے کہ اچانک پرکشش اور نورانی شخصیت کے حامل ایک بزرگ نظر آئے۔ ان بزرگ نے آپ پر ایک بھرپور نگاہ ڈال کر فرمایا "آخر تم کب آداب سیکھوگے" اس فقرہ نے چلاسی بابا پر گہرا اثر چھوڑا اور ان بزرگ کی عقیدت ومحبت آپکے دل میں گھر کرگئی' اس واقعہ کے بعد ان بزرگ کی دوبارہ زیارت نہ ہوئی لیکن بابا چلاسی پر ایک سال تک جذب وسکر کی کیفیت طاری رہی (لیکن جذب وسکر بھی ایسا کہ اس دوران "دیوان عشق" نامی ضخیم حکمت سے بھرپور فارسی کتاب وجود میں آئی) سال بھر بعد جب جذب وسکر کی یہ کیفیت ختم ہوئی تو انکے تبحر علمی کا یہ عالم ہوگیا کہ صغر سنی کے باوجود عمر رسیدہ لوگوں کو علوم وحکم کی تعلیم دینے لگے' ایسا محسوس ہونے لگا کہ گویا انہوں نے جملہ علوم کو باقاعدگی سے پڑھ کر ان میں درجہ کمال حاصل کرلیا ہے۔ آپ کے علاقہ کے مختلف علماء وقت اور طلبہ علم نے آپ کی آزمائش کی اور تفسیر وحدیث' فقہ ومنطق وغیرہ میں آپکے تبحر علمی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ آپ نے علماء اور طلباء کے اصرار پر تدریسی سلسلہ بھی شروع کیا چنانچہ آپ کے علوم لدنیہ کا فیض عام جاری ہے' کتاب کے مطالعہ کی نوبت کم ہی آتی ہے اور من جانب اللہ آپ کے ساتھ معاملہ یہ ہے کہ علوم

ومعارف کے چشمے اندر ہی اندر ابلتے رہتے ہیں۔ جب کبھی کسی کتاب کے مطالعہ کی نوبت آتی ہے تو ادنیٰ توجہ کے بعد اس مسئلہ کے مالہا وماعلیہا کے بیان پر قدرت ہوتی ہے۔

حضرت مولانا غلام النصیر صاحب مدظلہم پر توحیدی رنگ غالب ہے اور سنت پر عمل کا بڑا اہتمام ہے۔ آپ نے اپنے علاقہ میں ردبدعات کے سلسلہ میں بڑی خدمات انجام دی ہیں آپ کے ہاں مریدین کے احوال واخلاق کی اصلاح کا بڑا اہتمام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنے متعلقین اور ان کے گھرانوں کو شادی بیاہ، خوشی اور غمی کے مواقع پر سنت کا تابع بناکر رسومات سے پاک کر دیا ہے۔

عربی، فارسی، پشتو اور شینا زبان پر آپ کو عبور حاصل ہے، غالباً ان تمام زبانوں میں آپ کا منظوم کلام شائع ہو چکا ہے۔

شینا جو انکی علاقائی زبان ہے، اس میں آپ نے "جواہر چلاسی" کے نام سے ایک منظوم کتاب لکھی ہے بحور عروضی کی پابندیوں کے ساتھ شینا زبان میں یہ پہلی کتاب ہے۔

فارسی زبان سے آپ کو خصوصی مناسبت ہے اور اس کے متعدد منظوم مجموعے شائع ہو چکے ہیں جو توحید وحکمت، موعظت ونصیحت، تصوف ومعرفت اور روحانیت سے پر ہیں۔

فارسی زبان میں ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل آپکا دیوان "معارف لدنیہ" کے نام سے "ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی" سے شائع ہو چکا ہے، یہ دیوان حافظ وجامی اور رومی وسعدی کی بلند پایہ شاعری کا حسین امتزاج ہے۔

عجیب بات یہ ہے کہ نہ تو آپ باقاعدہ شاعر ہیں نہ آپ کو شعر گوئی کا شوق ہے، بلکہ آمد کے مخصوص اوقات ہوتے ہیں جن میں آپ اپنی وارداتی کیفیت کو منظوم عبارت میں ظاہر فرما دیتے ہیں۔ خود فرماتے ہیں:

سخن بے قصد از فیض خیالش نظم می گردد
نمی دانم چرا گویند مردم شعر نظمم را

غالباً مقصد یہ ہے کہ شعر کے لئے اہل عروض کے نزدیک قصد متکلم شرط ہے جبکہ یہاں ایسا نہیں۔

ایک مرتبہ ایک ملحد شخص نے بابا چلاسی کے نام اپنے خط میں خدا کے وجود اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے سے انکار کیا۔ اس خط نے عارف چلاسی کے دل میں جو اضطراب پیدا کیا وہ باعث آمد بن گیا' چنانچہ ایک ہی دن میں آپ نے سو سے زائد صفحات کی منظوم کتاب تیار کر دی جو "گنجینہ معرفت" کے نام سے شائع ہوئی' اس میں عارف چلاسی مد ظلہم نے آیت قرآنی ﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ﴾ کی روشنی میں ثابت کیا کہ اول تو دلائل آفاق بھی کچھ کم نہیں لیکن خود اس منکر کے اپنے وجود کے اندر وجود باری تعالیٰ کے دلائل موجود ہیں۔

حضرت مولانا غلام النصیر صاحب مد ظلہم کا چشتیہ سلسلہ سے تعلق ہے۔ وقت کی قلت کی بناء پر مزید معلومات حاصل نہ ہو سکیں' مختصر تعارف کے لئے یہ چند سطریں بھی الحمد للہ کافی ہیں۔

شیخ موصوف زید مجدہم سے حضرت مولانا مرحوم کا تعلق

حضرت مولانا غلام النصیر صاحب دامت فیوضہم سے حضرت مولانا مرحوم کا کس طرح تعلق قائم ہوا اس کا واقعہ محترم جسٹس محمد افضل چیمہ صاحب دام اقبالہم اپنے مضمون میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

"مولانا (نور احمد صاحب مرحوم) رابطے کے دفتر میں میرے پاس

تشریف فرما تھے کہ اتفاق سے مولانا عبدالمنان صاحب امیر جماعت اسلامی گلگت تشریف لے آئے۔ کچھ عرصہ پہلے انہوں نے ایک جوان سال گوشہ نشین عالم دین اور ولی اللہ چلاسی بابا سے میرا غائبانہ تعارف کرایا تھا اور انکے منظوم فارسی کلام اور تصنیفات کے بعض نمونے بھی مجھے عطا کئے تھے جن سے میں بہت متاثر ہوا اور انکی معیت میں زیارت بھی ایبٹ آباد میں کی' میں نے مولانا عبدالمنان صاحب سے کہا کہ آپ مولانا نور احمد صاحب کو "چلاسی بابا" کے حالات سنائیں۔ چنانچہ انہوں نے چلاسی بابا کے مختصر حالات زندگی' کچھ عرصہ کے لئے مجذوبی کیفیت کا حال سنایا اور پھر انکے منظوم فارسی کلام کے چند اشعار بھی سنائے جنہیں سنکر مثنوی مولانا روم کا شبہ ہوتا ہے' یہ تعارفی کلمات سنکر حضرت مولانا نور احمد صاحب چلاسی بابا کی ملاقات کے لئے اس قدر بے تاب ہوگئے کہ اسی وقت ایبٹ آباد کے لئے عازم سفر ہوئے اور چلاسی بابا کی صحبت اور مجلس سے اس قدر متاثر ہوئے کہ باقاعدہ نسبت کے بعد ہی واپس لوٹے۔ خود چلاسی بابا بھی "دل را بدل رہیست" کے مصداق مولانا سے اثر پذیر ہوئے اور اپنے منظوم فارسی کلام میں مولانا کی بہت تعریف کی جب کہ مولانا نے ان کے مجموعہ کلام کا از خود اہتمام کیا۔

آملے تھے سینہ چاکان چمن سے سینہ چاک

حضرت مولانا مرحوم نے جب عارف چلاسی کو اتباع سنت کا پیکر اور علوم لدنیہ کا منبع پایا اور انکے ساتھ طبیعت کی مناسبت بھی محسوس کی تو ان سے اصلاحی تعلق قائم کرنے میں دیر نہ لگائی۔ یہ امر جہاں اس پر دال ہے کہ حضرت مولانا مرحوم نے زندگی کے آخری دور تک اپنی اصلاح باطن کا خیال رکھا اور کسی زمانہ میں اپنے بارے میں مطمئن ہوکر نہیں بیٹھے' وہاں اعلیٰ درجے کی تواضع کی علامت بھی ہے کہ شیخ مرشد اگرچہ

آپ سے عمر میں چند سال چھوٹے تھے لیکن آپ نے اسلوب تجاہب نہیں بنایا۔

مولانا مرحوم کے علمی و عملی کمالات سے عارف چلاسی بھی غیر معمولی طور پر متاثر ہوئے جس کا کسی قدر اندازہ مولانا مرحوم کے نام آپ کے جوابی مکتوب اور اس نظم سے ہو سکتا ہے جو حضرت عارف چلاسی نے آپ کے بارے میں کہی۔

مورخہ ۵ نومبر ۱۹۸۵ء

ایبٹ آباد' ہزارہ

محترم و مکرم 'مولانا نور احمد صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کے تحائف بمع خط موصول ہوئے' جزاک اللہ' مولانا عبدالمنان صاحب ٹیلی فون پر آپ کو تمام حالات سے باخبر کر دیں گے آپ کا خط پڑھتے ہی جو تاثرات منظوم ہوئے مناسب معلوم ہوا کہ انہیں اس خط میں تحریر کروں:

خط تو دیدم و گفتم بجان جزاک اللہ
زمدح حسن تو قاصر زباں جزاک اللہ
اگرچہ پیر بہ ریش ولے ترا دیدم
زروئے ہمت عالی جواں جزاک اللہ
بہ کار ہائے نکومی رسی بہ تعجیلے
چو عندلیب بہ ہر بوستاں جزاک اللہ
برائے امت مرحومہ می کنی کارے
بہ روئے پاک بہ اشک رواں جزاک اللہ
دوبارہ تازہ کنی نور احمد مرسل

زدرد قلب تو پس شد عیاں جزاک اللہ
دلیل صدق تو پس است چو وصف تو گفتم
گرفت لذت شکر دہاں جزاک اللہ
اگر قبول کند حق دعائے نیم شتی
شوی ز شرزماں دراماں جزاک اللہ
بہ آہ وگریہ چلاسی بہ فلک تنہا بود
شریک گریہ گریہ کناں جزاک اللہ

"زاد سفر" تصحیح کے بعد حبیب الرحمٰن کے حوالہ کی ہے' بذریعہ ڈاک پارسل آپ کی خدمت میں ارسال کرے گا تاکہ جلدی طباعت ہو سکے۔

اپنے تمام اقارب واحباب کو سلام عرض کریں۔

والسلام
دعاگو
عاجز چلاسی

تکمیل سلوک اور خلافت

جب حضرت مولانا غلام النصیر صاحب دامت فیوضھم نے حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ کے علمی وعملی کمالات کا مشاہدہ کیا اور تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کے باب میں مولانا مرحوم کی ترقی اور غیر معمولی پیش رفت کو محسوس کیا تو چند ہی دنوں میں مجاز بیعت بنا کر خلافت سے سرفراز فرمایا۔

آنکھوں سے میں نے بھر لیا سب دل میں عارفی
ساقی کی چشم مست میں جتنا خمار تھا

مولانا مرحوم نے تواضعاً اپنے متعلقین بالخصوص اہل خانہ میں سے کسی کو

اس امر پر مطلع نہ فرمایا' حضرت مولانا مرحوم کی رحلت کے بعد جب ایک مرتبہ برادرم مولانا قاسم اشرف نور صاحب حفظہ اللہ حضرت مولانا غلام النصیر صاحب مدظلہم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو یہ بات علم میں آئی' اس امر سے اہل خانہ کی لا علمی اور مولانا مرحوم کی تواضع پر شیخ و مرشد نے بھی تعریف کے انداز میں تعجب کا اظہار فرمایا۔

حیات مبارکہ کا آخری دور

حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷺ کی حیات کا آخری دور بڑا سنہری دور تھا' آپ نے اپنی مبارک حیات کے آخری سالوں میں مختلف جہات سے جو دینی' تبلیغی' علمی اور ملی خدمات انجام دیں وہ آپ کی دوسری خدمات کے مقابلہ میں اور بھی نمایاں ہیں' اگر آپ نے اس سے قبل کوئی اور دینی خدمات انجام نہ دیں ہوتیں تو بھی یہ خدمات آپ کی بلند اقبالی' جلالت شان اور نجات آخروی کے لئے انشاء اللہ کافی تھیں ان میں جہاں "موتمر العالم الاسلامی" کی عظیم خدمات ہیں وہاں جہاد افغانستان کے لئے آپ کی گراں قدر مساعی اور سنہری خدمات بھی ہیں اور ان سب سے بڑھ کر اسلامی علوم وفنون کی نادرونایاب کتب کی معیاری نشرواشاعت کے نقطہ نگاہ سے "ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ" جیسے وقیع ادارہ کا قیام ہے

دیکھ کر جوش طلب میرے دل پر شوق کا
منزل مقصود خود ہی راہبر ہونے لگی

مذکورہ بالا تینوں خدمات جلیلہ کا کسی قدر تفصیلی تذکرہ انشاء اللہ باب دوم میں آئیگا۔

آخری شب و روز

ہفتہ ۲۴ جنوری ۱۹۸۷ء کو مختلف کاموں کے سلسلہ میں حضرت مولانا مرحوم اسلام آباد اور پشاور تشریف لے گئے۔

وہاں سے جہاد افغانستان کی مختلف انتظامی مہمات کے سلسلہ میں سرحدوں تک جانا ہوا' اور مجاہدین کے مختلف زعماء سے ملاقاتیں رہیں' ایک مقصد ڈربن یونیورسٹی کے محترم جناب حبیب الحق ندوی صاحب کو جو اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے یہ دکھلانا تھا کہ اس جہاد میں افغان مجاہدین کی کیا مدد کی جاسکتی ہے۔

حضرت مولانا محمد تقی عثانی صاحب زید مجدہم اپنے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں۔

> ۳۰ جنوری ۱۹۸۷ء کے جمعہ کو نماز جمعہ کے بعد ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ میں ابھی اسلام آباد کے سفر سے واپس آیا ہوں اور اس مرتبہ پشاور کے بعد افغان سرحد پر ایسی جگہ تک جانا ہوا جہاں سے گولہ باری کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں' یہ کہہ کر ایک لمحہ کے لئے رکے اور روہانسی آواز میں فرمانے لگے کہ "لیکن حسرت یہ ہے کہ وہاں سے شہادت لئے بغیر کیسے واپس آگیا[1]"
>
> البلاغ (جلد ۲۱ شمارہ ۶)

اسی سفر میں آپ نے اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا غلام النصیر صاحب

---

[1] اللہ ہی کے رستہ میں جو موت آئے تو اچھا
آسیر کی ایک دعا میرے لئے ہے

راقم الحروف نے ایک مرتبہ حضرت مولانا مرحوم سے سنا' فرمارہے تھے کہ مجھے جہاد میں بنفس خود عملی حصہ لینے کی بڑی تمنا اور عزم ہے' لیکن جب بھی اپنی اس خواہش کو عملی جامہ پہنانا چاہتا ہوں تو مجاہدین کے افغان رہنما مجھے باصرار روک دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں میدان جنگ کے بجائے جہاد افغانستان کے سلسلہ میں مختلف میدانوں میں آپ کی اعانت ومدد اور رہنمائی کی ضرورت ہے' بالخصوص اسلحہ' مال واسباب اور مختلف ضروریات کی فراہمی اور ممالک اسلامیہ کے ساتھ تعلقات اور روابط کے سلسلہ میں۔ ۱۲ - رشید

حفظہ اللہ کی خدمت میں بھی چلاس جاکر حاضری دی۔

محترم جناب افضل چیمہ صاحب دام اقبالہم اپنے مضمون میں تحریر فرما۔ ہیں:

> ''چنانچہ مولانا مرحوم سے میری آخری ملاقات بھی اسی وقت ہوئی جب وہ چلاس کا طویل سفر طے کرکے چلاسی بابا سے ملاقات کے بعد عصر کے وقت میرے پاس تشریف لائے۔ وہ بلڈ پریشر کے مریض بھی تھے اور پہاڑی علاقے کے طویل سفر کی کوفت اور کلفت کے آثار بھی انکے چہرے پر نمایاں تھے۔ میرے سخت اصرار کے باوجود مولانا کراچی کے لئے عازم سفر ہونے پر بضد رہے اور صبح کی پرواز سے کراچی تشریف لے گئے۔ اگلی رات ٹیلی فون پر مجھ سے رابطہ قائم کیا جو آخری ثابت ہوا اور وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے' اِنَّا للہ و اِنَّا اِلیہ راجعون''۔

راقم الحروف نے ۱۳۹۶ھ میں دارالعلوم کراچی سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد والد ماجد حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور نانا محترم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی تجویز وایماء پر عمل پیرا ہوتے ہوئے دارالعلوم ہی میں تدریسی سلسلہ شروع کر دیا تھا' تعلیمی مشاغل کی بناء پر عرصہ سے پورے ہفتہ دارالعلوم ہی میں قیام رہتا' جمعرات کی شام کو شہر میں لسبیلہ ہاؤس گھر آنا ہوتا اور جمعہ کی شام یا ہفتہ کی صبح تک دارالعلوم واپسی ہوتی۔

حسب معمول ۲۹ جنوری ۱۹۸۷ء جمعرات کی شام گھر آنا ہوا' حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی ابھی تک سفر سے واپسی نہ ہوئی تھی گھر آکر معلوم ہوا کہ بعض اعزہ کے ہاں اجتماعی دعوت کی بناء پر جمعہ کی صبح اس ناکارہ سمیت سب کو دارالعلوم جانا ہے۔ چنانچہ جمعہ کی صبح جب ہم سب بہن بھائی والدہ معظمہ کے ساتھ دارالعلوم جانے کے لئے روانہ ہونے لگے' اسی وقت غیر متوقع طور پر ایک ٹیکسی میں حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ پہنچ گئے' معلوم ہوا سیدھے ایئرپورٹ سے

تشریف لا رہے ہیں۔ ہماری راحت کی خاطر ٹیلی فون پر رابطہ کر کے ایئر پورٹ گاڑی لانے کو بھی نہ فرمایا تھا۔ ورنہ یقیناً راقم کے برادران وقت پر گاڑی لے کر ایئر پورٹ پہنچتے ' آپ کو دیکھ کر خوشی بھی ہوئی اور حیرت بھی اس لئے کہ پروگرام تقریباً ایک ہفتہ بعد آنے کا تھا۔

سب سے پہلے اس ناکارہ سے ملاقات ہوئی سلام ومعانقہ کے بعد شفقت سے سر پر ہاتھ پھیرا اور اپنے مخصوص انداز میں ٹیکسی ڈرائیور سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"یہ میرا بیٹا رشید اشرف ہے دارالعلوم میں استاد ہے اس نے دو جلدوں میں ترمذی کی شرح کا بھی کام کیا ہے[ل]"۔

اس کے بعد ڈرائیور سے نماز پڑھنے کا وعدہ لے کر اسکو ایک قرآن کریم اور استحقاق سے زائد کرایہ دیکر رخصت کیا۔

حضرت والد صاحب ﷺ کو دیکھ کر دارالعلوم جانے کا پروگرام ڈھیلا پڑنے لگا تو آپنے باصرار فرمایا کہ تم اپنا پروگرام کھوٹا نہ کرو اس پر ہم نے دارالعلوم چلنے کی فرمائش کی تو فرمایا مجھے کام بھی ہیں اور تکان بھی ' میری وجہ سے اپنے طے شدہ پروگرام میں خلل نہ ڈالو۔

بالاخر مشورہ سے جانا طے ہوا۔ حضرت والد صاحب ﷺ کے طعام وغیرہ کا انتظام کر کے روانہ ہوئے ' حضرت والد ماجد ﷺ کی تشریف آوری کے بعد نہ جانے کیوں اس ناکارہ راقم الحروف کی طبیعت جانے پر آمادہ نہ تھی بلکہ ایک بوجھ سا دل پر محسوس ہو رہا تھا ' اپنے طور پر گھر ہی پر ٹھہرنے کا ارادہ کیا تو سب نے کہا کہ جب پروگرام بنا ہی ہے تو پھر ضرور چلو اس لئے جانا پڑا۔ رخصت ہوتے ہوئے

[ل] حضرت والد ماجد ﷺ کی عادت تھی کہ ٹیکسی وغیرہ میں بیٹھنے کے موقع پر اپنا تعارف کراتے ڈرائیور سے اس کا تعارف حاصل کرتے ' دونوں سے مقصود بے تکلفی کا وہ ماحول پیدا کرنا ہوتا جس میں ڈرائیور کے مناسب حال تبلیغ کا موقع مل سکے ' مذکورہ بالا جملہ بھی سابقہ تعارف کے ایک حصہ کے طور پر تھا۔ ۱۲ ر۔ا

ناکارہ نے اپنی بچی حفصہ سلمہا کو گود میں لے کر اس کی ناسازی طبع کا حضرت والد صاحب ﷫ کے سامنے ذکر کیا تو اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر اہتمام سے دعا پڑھی اور دم کیا' یوں سلام و دعا کے بعد روانگی عمل میں آئی' کیا معلوم تھا کہ اس محروم کی حضرت والد ماجد ﷫ سے یہ آخری ملاقات ہے اور اب زندگی میں دیدار کی مزید سعادت مقدر نہیں' شام تک سب دارالعلوم میں رہے' پھر بعض اہل خانہ رات کو اور بعض ہفتہ کی صبح سویرے لسبیلہ گھر چلے گئے' اسباق کی وجہ سے یہ ناکارہ شہر نہ جا سکا۔

یوم وصال

ہفتہ کا پورا دن آپ نے گھر پر گزارا' نہ جانے کتنے کام نمٹائے؟ کتنے ہی لوگوں سے ٹیلیفون پر رابطہ کر کے ضروری امور انجام دیئے' چونکہ اس ناکارہ کی بچی حفصہ سلمہا کو بخار تھا اس کے علاج کے سلسلہ میں احقر سے بات کرنے کے لئے متعدد بار دارالعلوم فون کیا' لیکن یا تو فون ہی نہ مل سکا' ملا بھی تو اس ناکارہ سے رابطہ نہ ہو سکا' بدقسمتی سے اطلاع بھی نہ ہو سکی کہ یہ محروم ہی رابطہ کر لیتا۔

پانچوں نمازیں آپ نے جماعت سے ادا کیں' اکثر نمازوں میں ادارۃ القرآن پریس کے ملازمین و کارکنان کو بھی اہتمام سے شریک جماعت کیا۔ بالخصوص ان ملازمین کو جن کے بارے میں نماز میں کوتاہی یا سستی کی شکایت تھی۔

عصر کے بعد ٹیپ ریکارڈ سے برادر عزیز مولوی قاسم اشرف نور استاد اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد حفظہ اللہ (جن کی تلاوت امام حرمین شریفین شیخ حذیفی زید مجدہم کی تلاوت کے مشابہ ہے) کی تلاوت سنتے رہے۔

آخری لمحات

عشاء کی نماز کے بعد تک آپ پر کسی طرح کی بیماری یا کمزوری کے آثار نہ تھے اور سوائے گھٹنے کی تکلیف کے آپ پوری طرح تندرست وتوانا تھے لیکن کسے معلوم تھا کہ "چراغ نور" گل ہونے کو ہے اور پیکر عزم وہمت اب محض چند ساعتوں کا مہمان اور زبان حال سے گویا ہے۔

آہ اس آباد ویرانے میں گھبراتا ہوں میں
رخصت اے بزم جہاں سوئے وطن جاتا ہوں میں

بارہ بجے کے قریب عزیزان مولوی نعیم اشرف ومولوی فہیم اشرف سلمہما (جو نچلی منزل میں ادارۃ القرآن کے کاموں میں مصروف تھے) کو آواز دے کر آرام کرنے کو کہا' عزیزان ابھی آکر لیٹے ہی تھے کہ والد ماجد حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷺ کو کھانسی کا دسکہ اٹھا اور سینے میں بھی درد کا احساس ہوا اور سانس زور زور سے چلنے لگا۔ اہلیہ محترمہ اچانک آپ کی طبیعت کی خرابی کو دیکھ کر گھبرا گئیں' کمر کو سہلانے لگیں کھانسی کا دسکہ ختم کرنے کے خیال سے چینی دینی چاہی تو آپ نے انکار کر دیا' آپ کی خواہش پر شربت صدر لے آئیں لیکن آپ نے وہ بھی نہ پیا' جب اہلیہ محترمہ نے طبیعت کی خرابی میں شدت محسوس کی تو پریشان ہو کر صاحبزادگان مولوی نعیم اشرف اور مولوی فہیم اشرف کو (جنھیں آخری دور میں حضرت والد صاحب مرحوم اور والدہ مشفقہ ادام اللہ بقاءھا کی خدمت کرنے کی بیش بہا سعادت حاصل رہی) جگایا' والد ماجد کی طبیعت کی خرابی کو دیکھ کر وہ دونوں بھی گھبرا گئے خود حضرت والد صاحب کے حکم پر مولوی نعیم اشرف تو ہندوستانی دواخانہ کے حکیم محمد یونس صاحب کو لانے کے لئے گاڑی لے کر چلے گئے' بیماری کی شدت تو محسوس ہو رہی تھی لیکن اس کی سنگینی کا اندازہ نہ تھا ورنہ فوری جناح ہسپتال کے شعبہ امراض قلب سے رابطہ کیا جاتا' گھر کے دوسرے افراد بھی جاگ چکے تھے۔ بیماری کی شدت اور آپ کی بے چینی

میں اضافہ کو دیکھ کر سب مضطرب ہو گئے' بس میں پڑھ نہ تھا بے تابانا اذکار پڑھنے اور دعا کرنے لگے تو، حضرت والد ماجد ؒ حسبنا اللہ و نعم الوکیل اور اللہ اکبر' اللہ اکبر مسلسل زور سے پڑھ رہے تھے' پڑھنے کی کیفیت سے محسوس ہوتا تھا کہ بدقت پڑھ رہے ہیں "اللہ" کے لفظ پر نسبتاً زیادہ زور تھا' سانس سے ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے بلغم اٹک رہا ہو' اللہ اکبر اللہ اکبر اور بعض دوسرے اذکار کا ورد آپ نے پچاس ساٹھ یا اس سے زائد مرتبہ کیا

لب پہ دم اخیر تیرا نام آگیا
رکتا ہوا یہ سانس بہت کام آگیا

پھر حاجت کا تقاضا محسوس ہوا تو بدقت بیت الخلاء تشریف لے گئے' جلد ہی فارغ ہو کر باہر گیلری میں نکلے' چال میں کسی قدر لغزش تھی اہلیہ محترمہ اور چھوٹے صاجزادے مولوی فہیم اشرف سلمہ نے سہارا دے کر کمرے میں لے جاکر مسہری پر لٹایا سانس زور زور سے چل رہا تھا اتنے میں برادرم مولوی نعیم اشرف حکیم محمد یونس صاحب کو لے کر آگئے' انہوں نے حالت دیکھ کر کہا کہ بخارات دماغ پر چڑھ گئے ہیں دل کی حالت تشویش ناک ہے آپ انہیں فوراً ہسپتال لے جائیں' حسب ہدایت فاطمید والوں سے ایمبولنس اور ڈاکٹر کے لئے رابطہ کیا' ایمبولنس پہنچی نہ تھی کہ وقت آخر آپہنچا' نعیم اشرف سورۂ یاسین پڑھنے لگے' دوسرے اعزہ بھی اللہ جل شانہ سے لو لگائے دعا میں مصروف تھے فہیم اشرف زم زم لے آئے' والدہ محترمہ جن کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے اور حالت غیر ہو رہی تھی' انہوں نے زم زم آپ کے منہ سے لگایا' آپ نے ایک گھونٹ پیا لیکن دوسرا گھونٹ نہ لے سکے اور زم زم منہ سے باہر چھلک گیا۔

یوں ۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۷ھ مطابق یکم فروری ۱۹۸۷ء شب یک شنبہ بارہ بج کر ۴۵ منٹ پر آپ نے نرمی اور آہستگی کے ساتھ اپنی جان جاں آفریں کے حوالہ کر دی إنّا للہ وإنّا إلیہ راجعون ۔ محلہ میں مقیم ڈاکٹر محترم جناب

آفتاب صاحب نے سینہ پر پوری قوت سے مالش بھی کی کہ شاید سکتہ سا ہو اور حرکت قلب پھر جاری ہو جائے' لیکن آپ اپنے آخری سانس پورے فرما چکے تھے۔

بیمار عشق لے کے تیرا نام سو گیا
مدت کے بے قرار کو آرام آگیا

اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه وأكرم نزله ووسع مدخله واغسله بالماء والثلج والبرد ونقه من الخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس وأبدله دارا خيرا من داره وأهلا خيرا من أهله و زوجا خيرا من زوجه وأدخله الجنة وأعذه من عذاب القبر وعذاب النار.

خبر صاعقہ اثر

دارالعلوم میں جب رات ایک سوا ایک بجے کے قریب ماموں زاد برادر عزیز مولوی زبیر اشرف سلمہ نے اس ناکارہ کو جگا کر ناگہانی طور پر حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی علالت کی خبر دی تو دل دھک سے رہ گیا' اور دماغ دفعتاً طرح طرح کے پریشان کن خیالات کی آماج گاہ بن گیا' برادرم زبیر کے ساتھ فوراً ماموں محترم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دام اقبالہم کی قیام گاہ میں آیا تو انہیں منتظر پایا' انہی سے والد ماجد کے بارے میں دل کی شدید تکلیف کا علم ہوا۔

ماموں محترم کے انتظام پر جب یہ ناکارہ دارالعلوم میں موجود اپنی دونوں ہمشیرہ کے ساتھ گاڑی میں فوری طور پر لسبیلہ روانہ ہونے لگے تو معلوم ہوا کہ ماموں محترم بھی ساتھ ہی تشریف لے جارہے ہیں' اتنی رات گئے ان کا جانا کوئی معنی رکھتا تھا' اس خیال سے طبیعت سخت مضطرب ہوئی اور دل کو دھکا سا لگا اور

10 B اب تک اپنے قلب مضطر کو یہ ناکارہ جو تسلیاں دے رہا تھا وہ جھوٹی محسوس ہونے لگیں بقول حضرت ماموں تقی دام اقبالہم ۔

کیوں تیرہ و تاریک ہے نظروں میں جہاں آج
کیوں چھائے ہیں ہر سمت ظلمت کے نشان آج
کیا نخل تمنا کو مرے آگ لگی ہے؟
رہ رہ کے یہ سینے سے جو اٹھتا ہے دھواں آج

لسبیلہ روانہ ہوئے تو ماموں محترم نے پہلو میں بٹھایا اور تسلی آمیز انداز میں پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے آہستہ آہستہ دھیمے لہجے میں والد شفیق کی رحلت کی اندوہناک اور صبر آزما خبر سنائی، دل کو سکتہ سا ہوگیا اور جھوٹی تسلیوں کے رہے سے بند بھی بہہ گئے ۔

دل میں وہ تلاطم ہے کہ ہلچل سی مچی ہے
اور آنکھ ہے ظالم کہ بس اک خشک کنواں آج

نہ معلوم راستہ کس طرح طے ہوا؟ لسبیلہ پہنچے تو گھر میں داخل ہونے کی ہمت نہ تھی ایک ایک قدم من من بھر کا معلوم ہو رہا تھا، جس گھر میں ہر وقت انکے ہنگامہ خیز وجود میمون کی رونقیں رہتی تھیں حزن ویاس کا پیکر بنا سامنے تھا ۔

کیا سچ ہے کہ اب ان کو نہ میں دیکھ سکوں گا
یا دیکھ رہا ہوں میں کوئی خواب گراں آج

بوجھل قدموں کے ساتھ گھر میں داخل ہوئے، افسردہ عزیزوں کے درمیان بہنوں کے بھیگے اور بھائیوں کے ستے ہوئے چہرے دیکھ کر دل ودماغ میں ہیجان سا پیدا ہوا اور آنکھیں بھیگ گئیں ۔

فرط غم میں بھی نہ ہم رو پائے جی بھر کے کبھی
دل جو امڈا بھی تو آنسو زیر مژگاں ہی رہے

ہمت کر کے حضرت والد ماجد کے کمرے میں داخل ہوئے تو پہلی نگاہ والدہ مشفقہ پر پڑی جو حزن وملال کا پیکر اور غم ویاس کی تصویر تھیں اور زبان حال سے گویا۔

دل کا جو حال ہے لفظوں میں بیاں کیسے ہو
سانس لینا مجھے مشکل ہے فغاں کیسے ہو

مزید نگاہ اٹھانے کی ہمت نہ تھی آخری دیدار سے محروم ہونے کا حوصلہ حضرت والد ماجد ﷺ اپنی مسہری پر آرام فرمارہے تھے' ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے محو خواب ہیں اور ابھی اٹھ کھڑے ہوں گے' چہرہ مبارک ""نور علیٰ نور"" کا مظہر تھا' رخ انور پہ غایت درجہ کا اطمینان اور سرمدی سکون مترشح تھا۔

اب نہ کلفت ہے نہ شکوے ہیں نہ گویائی ہے
آج بیمار محبت نے شفا پائی ہے

اس ناکارہ نے آگے بڑھ کر ڈبڈباتی آنکھوں کے ساتھ پیشانی پر بوسہ دیا اور یاس ومحرومی کے عالم میں چہرہ مبارک کو تکنے لگا' جو زبان حال سے گویا تھا

نیرنگ ہست وبود میں گم ہو گیا ہوں میں
ڈھونڈا کرے گی گردش شام وسحر مجھے

اللہ تعالیٰ نے آخری لحات میں آپ کے ساتھ بڑی نرمی اور لطف ومہربانی کا معاملہ فرمایا' فرماتے تھے ""میں ہمیشہ اس کی دعا کرتا ہوں کہ اللہ پاک میری روح اس طرح قبض کرنا جیسے آٹے میں سے بال نکل جاتا ہے""کبھی فرماتے کہ ""نور احمد تو انشاء اللہ ایسے رخصت ہو جائے گا کہ کسی کو پتہ بھی نہ چلے گا"" چنانچہ ہوا بھی ایسا ہی' رحلت سے محض ایک گھنٹہ قبل بیماری کا شائبہ بھی نہ تھا' آپ کا مرض وفات آدھے پون گھنٹہ سے زائد نہ تھا' اس وقت کا بھی ایک اہم حصہ ذکر کرتے ہوئے گزرا' عین عالم نزع میں جب اس دار فانی سے روح کے رشتے ٹوٹ رہے تھے' قابل رشک طمانیت طاری تھی' نزع کی کسی قسم کی

تکلیف اور کرب واذیت کے کوئی آثار نہ تھے۔

حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً سڑسٹھ سال کی عمر میں رحلت فرمائی۔ آپ کو حیات مبارکہ کے آخری سالوں میں موت کا بہت استحضار رہنے لگا تھا' وقتاً فوقتاً ارشاد فرماتے "میرا وجدان کہتا ہے کہ میں ساٹھ سے ستر کے درمیان رخصت ہو جاؤں گا"، پھر حدیث مبارک کا مضمون نقل فرماتے "میری امت کے لوگوں کی اوسط عمر ساٹھ سے ستر سال کے درمیان ہوگی[1]"۔

آخری ایام میں تو کبھی کبھی فرماتے "اب تو ہم بونس میں جی رہے ہیں" اس پر ہمیں ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے فرمارہے ہیں ؎

بیدل خستہ کو پاؤ گے کہاں
کر لو اس کی مہمانی چند روز

غسل اور تجہیز و تکفین

کسی قسم کی طویل علالت کے بغیر دار فانی سے حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت اتنی اچانک اور غیر متوقع طور پر ہوئی کہ اوسان خطا ہو گئے' صدمے سے دل پھٹے جارہے تھے' اخبارات میں اطلاع دینا تو کجا کسی کو ہوش ہی نہ تھا' ویسے بھی رات خاصی گزر چکی تھی اس لئے یکم فروری ۱۹۸۷ء کے اخبارات میں اس حادثہ کی خبر نہ آسکی (اگرچہ ۲ فروری کے بیشتر اخبارات میں یہ خبر کسی کوشش کے بغیر خاصی تفصیل کے ساتھ آگئی) لیکن اس کے باوجود وفات کی خبر سارے شہر میں پھیل گئی' اعزہ و متعلقین اور عقیدت مندوں کا ہجوم ہونے لگا۔

برادرم مکرم مولانا امین اشرف صاحب حفظہ اللہ مدینہ منورہ میں تھے اور

---

[1] یہ مضمون جامع ترمذی (ج ۲ ص ۵۶۶' ۲۳۳۱) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے بلکہ سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۱۴۱۵' ۴۲۳۶) کی روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں' "واقلھم من یجوز ذلک" کم ہی لوگ ستر سال سے تجاوز کریں گے۔ ۱۲ رشید

برادر عزیز مولوی قاسم اشرف سلمہ اللہ اسلام آباد میں اور بعض اعزہ کو لاہور سے آنا تھا اسلئے ماموں محترم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی دام اقبالہم کے مشورے سے طے یہ ہوا کہ نماز جنازہ دارالعلوم کراچی میں ظہر کے بعد ہو اور تدفین بھی دارالعلوم ہی کے قبرستان میں ہو۔

الحمدللہ سب اعزّہ وقت پر پہنچ گئے 'البتہ برادرم مکرم مولانا امین اشرف صاحب کو بڑی مشکلات کے بعد اطلاع تو ہوگئی لیکن تمام تر کوشش کے باوجود وقت پر پہنچنا ممکن نہ ہو سکا' جس کا انہیں ایک عرصہ تک قلق رہا لیکن وہ پھر بھی خوش نصیب ہیں کہ انہیں حضرت والد ماجد ﷺ کی خدمت کا کافی موقع ملا اس ناکارہ کی طرح محرومی نہ رہی۔

گیارہ بجے کے قریب گھر ہی میں اہتمام سے غسل دیا گیا'غسل کی سعادت اس ناکارہ سمیت حکیم محمد ذاکر الدین صاحب زیدمجدہم' حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب مدظلہم (استاذ دارالعلوم کراچی) اور بعض دوسرے اعزّہ کے حصہ میں آئی۔

نماز جنازہ اور تدفین

ایک بجے کے قریب جنازہ اعزہ و متعلقین کی آہوں' سسکیوں اور عقیدت مندوں کے ہجوم میں دارالعلوم کراچی (کورنگی) روانہ ہوا' بڑی بس کے علاوہ گاڑیوں کی ایک طویل قطار تھی' درد والم کی شدید کیفیات کے باوجود تقدس کا ایک عجیب سماں تھا۔

اک جنازہ جا رہا ہے دوش عظمت پر سوار
پھول برساتی ہے اس پر رحمت پروردگار

یہ قافلہ دارالعلوم پہنچا تو وہاں بھی دینی مدارس کے طلباء واساتذہ کرام کے علاوہ والد ماجد ﷺ کے متعلقین وعشاق اور ہر طبقہ فکر کے لوگوں کا ایک جم

منگل کا دن تھا، بارہ فروری یک شنبہ کے اخبارات میں وفات کی خبر نہ آسکی تھی لیکن نماز جنازہ میں عوام و خواص کا غیر معمولی اجتماع اتنا عظیم تھا کہ خال خال ہی دیکھنے میں آتا ہے، ماموں محترم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم بہتر سے بہتر انتظامات کے لئے کوشاں تھے۔

ظہر کے بعد نماز جنازہ ادا کی گئی، امامت کے فرائض والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی طالب علمانہ زندگی کے ساتھی مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد ولی حسن صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی) نے انجام دئے۔

نماز کے بعد جنازہ کو دار العلوم کے مبارک قبرستان کی طرف لے کر چلے، متعلقین و عشاق کا بے پناہ ہجوم تھا ہر ایک کاندھا دینے کا مشتاق تھا اور پروانہ وار آگے بڑھ رہا تھا۔

زیادہ سے زیادہ لوگوں کو موقع دینے کے خیال سے راستہ طویل کیا گیا، پھر بھی نہ جانے کتنے لوگ یہ سعادت حاصل نہ کر سکے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کے مزار اقدس کے قریب شیخ عارفی حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی، جسد مبارک کو دوسرے اعزہ کی مدد سے اس ناکارہ نے "بسم اللہ و باللہ وعلی ملۃ رسول اللہ" پڑھتے ہوئے قبر میں رکھا

رحمة الله عليك، خير أخلاف الكرام
نم قرير العين في قبرك إلى يوم القيام لہ

اور یوں عرصے تک ایک جہاں کو اپنے نور سے منور کرنے کے بعد یہ آفتاب "دعوت و عمل"، غروب ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

لہ بزرگوں کے بہترین خلف، تم پر اللہ کی رحمت
قیامت تک اپنی قبر میں، میٹھی نیند سوتے رہو
ر۔ا

تاریخ ہائے وفات[1]

حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس سرہ

آیات کریمہ، احادیث مبارکہ، عمدہ اشعار اور قیمتی ومفید مقولوں سے تاریخ ہائے وفات نکالنا ایک دلچسپ ومفید فن ہے جس پر ہر دور کے اہل قلم طبع آزمائی کرتے رہے ہیں، اس سے جہاں عظیم شخصیات کی تاریخ ہائے وفات محفوظ ہو جاتی ہیں وہاں انکے امتیازی اوصاف کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ ان کے حق میں دعا اور نیک فال بھی۔ ذیل میں احقر کے والد ماجد مدیر الدعوۃ والارشاد موتمر العالم الاسلامی، بانی ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ اور دارالعلوم کراچی کے ناظم اول حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس سرہ کی چند تاریخ ہائے وفات پیش خدمت ہیں جو امید ہے کہ ان کے متعلقین اور بے شمار محبت رکھنے والوں کے لئے باعث دلچسپی ہونگی۔

خادم اسلام داعي حق
مولانا نور احمد

۱٤۰۷ھ

---

[1] تاریخ ہائے وفات سے متعلق راقم الحروف کا یہ مضمون البلاغ شوال المکرم ۱۴۰۷ھ مطابق جون ۱۹۸۷ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ ۱۲- رشید اشرف سیفی

غُفِرَ لَهٗ وَلِوَالِدَيْهِ [1]

۱٤۰۷ھ

وقال الحي السميع الودود:

ومن أحسن قولا ممن دعا إلى الله وعمل صالحا وقال إنني من المسلمين

۱۹۸۷

قال الحليم الكريم الودود جلّ جلاله

ألا إن أولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون

۱۹۸۷

و (قال الله تعالى)

﴿أفمن شرح الله صدره للإسلام فهو على نور من ربه﴾

۱۹۸۷

---

[1] یہ دعائیہ جملہ حضرت مولانا موصوف اپنی حیات میں اپنے نام کے ساتھ بھی لکھا کرتے تھے۔ قیام پاکستان سے قبل آپ نے جو مکاتیب مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع ﷫ کی خدمت میں تحریر کئے ان میں بھی یہ دعائیہ جملہ مکتوب ہے۔ ۱۲-ر-ا

قال الله الودود جل جلاله وعم نواله :
والله عليم بالمتقين
۱۴۰۷ھ

مولانا نور احمد
وارث سکون بہشت

۱۹۸۷

مرد مجاہد رجل عظیم
مولانا نور احمد

۱۹۸۷

بانیِ ادارۃ القرآن لسبیلہ چوک کراچی
پاکستان
۱۹۸۷

چند اور تاریخ ہائے وفات

نثر و نظم میں درج ذیل تاریخ ہائے وفات محترم جناب شمیم صبائی متھراوی کا نتیجہ فکر ہیں۔ یہ تاریخ ہائے وفات جناب جمیل الدین عالی صاحب کے زیر صدارت شائع ہونے والے ماہنامہ ''قومی زبان'' (فروری ۱۹۸۷ء شمارہ نمبر ۲ جلد نمبر ۵۹) میں مختصر مضمون کے ساتھ شائع ہوئی تھیں۔رشید اشرف سیفی

سن ستاسی میں جدا ہو گئے ہم سے یہ لوگ

۱۹۸۷ء

مولانا نور احمد وارث سکون بہشت

۱۹۸۷ء

نور احمد کی سوئے باغ جناں جب بہشت دہر سے ہجرت ہوئی
انکی تاریخِ اجل فوراً شمیم ''نور احمد خادمِ جنت'' ہوئی

۱۴۰۷ھ

حلیہ

آپ مردانہ وجاہت کے حامل نسبتاً دراز قامت تھے' رنگ گندمی' کتابی چہرہ' کشادہ پیشانی' بڑی آنکھیں' گھنی ڈاڑھی' چہرے سے اعتماد اور ذہانت مترشح' لمبا کرتہ' مغلی پاجامہ کرتہ پر صدری یا شیروانی' سر پہ دوپلی ٹوپی اکثر ہاتھ میں بڑا رومال لئے بڑے وجیہ اور باوقار نظر آتے۔

پسماندگان

حضرت مولانا موصوف کی پسماندگان میں اہلیہ محترمہ ادام اللہ بقاءھا کے علاوہ پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔

آپکی اہلیہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی بڑی صاحبزادی ہیں، نیکی، تقویٰ وطہارت اور خوب سیرتی میں خاندان بھر میں ممتاز ہیں، آپکی بہترئ پرورش میں حضرت مفتی صاحب ﷫ کے علاوہ دادا محترم حضرت مولانا یاسین صاحب نور اللہ مرقدہ (صدر شعبہ فارسی دارالعلوم دیوبند) کی تربیت کا بھی بڑا دخل ہے۔

اہلیہ محترمہ کو نو عمری میں حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ سے بیعت کی سعادت بھی حاصل ہوئی بعد میں بھی مختلف مشاہیر سے اصلاحی تعلق قائم رہا۔

بڑے صاحبزادے مولانا امین اشرف صاحب حفظہ اللہ ہیں، حافظ قرآن اور دارالعلوم کراچی سے فارغ التحصیل ہیں، فاضل عربی کا سرکاری امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا، حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ کی نگرانی میں تخصص فی الفقہ والافتاء کر کے سند حاصل کی، کچھ مدت تک حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے خطوط وفتاویٰ لکھنے اور حضرت کو مختلف علمی کتب ورسائل سنانے کی سعادت بھی حاصل رہی، دو سال تک دارالعلوم ہی میں تدریسی خدمات بھی انجام دیں۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی رحلت کے بعد مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ لیا اور کلیۃ القرآن الکریم سے سند فراغ حاصل کی، آجکل مدینہ منورہ ہی میں "دارالقضاء" (ہائی کورٹ) میں موظف ہیں۔

صاحبزادگان میں دوسرے نمبر پر "راقم الحروف" ہے، اس ناکارہ کے سوا حضرت والد ماجد ﷫ کے تمام صاحبزادگان الحمدللہ علمی اور عملی لحاظ سے فائق اور آپکے نام کو مزید روشن کرنے کا باعث ہیں جبکہ یہ ناکارہ آپ کی تمام تر توجہات کے باوجود نکما اور بسم اللہ کے گنبد میں محصور رہا، علمی اور عملی

میدانوں میں کسی قدر جو جو پیش رفت ہوئی، وہ بھی محض اللہ جل شانہ کا فضل اور آپ کی تربیت و دعائیم شبی کا ثمر ہے۔

شروع سے دارالعلوم کراچی میں تعلیم حاصل کی' اور دورۂ حدیث میں پہلی پوزیشن کے ساتھ کامیابی حاصل کی' فراغت کے فوراً بعد اپنی خواہش (جو تخصص فی الفقہ والافتاء کی تھی) کے علی الرغم حضرت والد ماجد کے فرمان اور نانا محترم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کے حکم پر دارالعلوم کراچی ہی میں تدریسی سلسلہ شروع کیا جو الحمدللہ سترہ سال سے ابتک باقاعدگی سے جاری ہے۔

ماموں محترم حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دام اقبالہم کی شفقتوں اور بے پایاں عنایات کے طفیل ان کی تقاریر ترمذی کو ضبط کرنے اور ترتیب دینے کا موقع ملا' الحمدللہ یہ تقاریر ''درس ترمذی'' کے نام سے راقم الحروف کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ تین جلدوں میں شائع ہو کر اہل علم میں غیر معمولی مقبولیت حاصل کر چکی ہیں چوتھی اور آخری جلد کا کام باقی ہے' اللہ تعالیٰ آسان فرمائے اور مزید توفیق بخشے۔

تیسرے صاحبزادے مولانا قاسم اشرف صاحب ہیں۔ دارالعلوم میں قرآن کریم حفظ کیا اور ابتدائی تعلیم حاصل کی' درس نظامی کی بیشتر تعلیم جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں حاصل کر کے سند فراغ حاصل کی پھر دارالعلوم کراچی میں ''قضاء'' کے خصوصی کورس میں شرکت کر کے پہلی پوزیشن کے ساتھ سند قضاء حاصل کی' بعد میں ''عالمی اسلامی یونیورسٹی'' اسلام آباد میں ایل ایل ایم کر کے اسی یونیورسٹی میں ''الاستاذ المحاضر'' کی حیثیت سے تدریسی سلسلہ شروع کیا جو مقبولیت کے ساتھ کئی سال جاری رہا' حال ہی میں یونیورسٹی ہی کی جانب سے فقہ میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے جامعۃ الامام ریاض گئے ہیں۔

صاحبزادگان میں چوتھے نمبر پر مولانا نعیم اشرف صاحب ہیں' حافظ قرآن

کریم اور جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن سے فارغ التحصیل ہیں ' کچھ عرصہ جامعہ رحمانیہ بفرزون میں اور مدرسہ عائشہ للبنات تدریسی سلسلہ رہا' آجکل جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں اور وہاں کے مقبول اساتذہ میں سے ہیں۔

اصل ذمہ داریاں "ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ" کی ہیں جس نے علوم اسلامیہ کے قدیم ذخائر کو جدید خوبصورت عصری انداز میں شائع کرنے کی مہم شروع کر رکھی ہے۔ "ادارہ" میں بنیادی طور پر کمپیوٹر کا شعبہ ان سے متعلق ہے جسے انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور کاوشوں سے اوج کمال تک پہنچا دیا ہے۔

سب سے چھوٹے صاحبزادے مولانا فہیم اشرف صاحب ہیں ' جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن سے فارغ التحصیل ہیں 'کچھ عرصہ دارالعلوم کراچی کے زیر انتظام جامع مسجد بیت المکرم گلشن اقبال کراچی میں تدریسی سلسلہ رہا' ان کی بھی اصل ذمہ داریاں "ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ" سے متعلق ہیں۔ نشرواشاعت کی تربیت حضرت والد ماجد سے حاصل کی۔ کمپوزنگ کے مرحلہ سے فارغ ہونے کے بعد کتابوں کی معیاری طباعت ' عمدہ بائنڈنگ اور وقیع انداز میں ان کی موثر نشرواشاعت کی تمام کٹھن ذمہ داریاں ان سے متعلق ہیں جن سے یہ حسن سلیقہ کے ساتھ مردانہ وار عمدہ براہوتے ہیں۔

ادارۃ القرآن کی تعمیر و ترقی میں موخر الذکر دونوں برادران کی انتھک کوششوں کا بڑا دخل ہے۔ حضرت مولانا نور احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی بنیادی جدوجہد کے بعد ان دونوں برادران کی کاوشوں سے حال ہی میں سات سو سال کے عرصہ میں دنیا میں پہلی بار طیبی شرح مشکوۃ کمپیوٹر پر طبع ہو کر دیدہ زیب انداز میں منظر عام پر آئی ہے۔

صاحبزادگان کی طرح حضرت مولانا موصوف کی صاحبزادیاں بھی دینی تعلیم کے ساتھ ضروری دنیاوی تعلیم سے آراستہ ہیں ایک صاحبزادی قرآن مجید

کی بہترین حافظ اور معلمہ ہیں۔

آپ کے سب سے بڑے داماد محترم جناب حافظ ظفر احمد صاحب زید مجدہم سالہا سال سے مکی مسجد (تبلیغی مرکز کراچی) کے امام وخطیب ہیں' تبلیغی جماعت کی ہمہ گیر بلند پایہ دینی خدمات میں آپ کا بھی موثر حصہ ہے۔

آپ کے دوسرے داماد محترم جناب محمد اقبال مظفر صاحب دام اقبالہم انجینئر اور تبلیغی جماعت کے معتمد علیہ ذمہ داروں میں سے ہیں' قیام پاکستان کے ابتدائی دور سے اس جماعت سے وابستہ ہیں اس سلسلے میں ملک وبیرون ملک ان کی خدمات مسلم ہیں۔

آپ کے تیسرے داماد حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب حفظہ اللہ ہیں' دارالعلوم کراچی کے معروف فضلاء متخصصین اور حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کے معتمد علیہ تلامذہ میں سے ہیں' ربع صدی سے دارالعلوم کراچی ہی میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں' کچھ عرصے سے خدمت افتاء بھی آپ سے متعلق ہے' دارالعلوم میں استاد حدیث ہونے کے ساتھ متوسطہ وثانویہ کے نگران تعلیم بھی ہیں اردو کے علاوہ عربی' فارسی وغیرہ متعدد زبانوں پر مہارت رکھتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کی عدیم الفرصتی کی بناء پر ایک عرصہ سے ماہنامہ البلاغ کے مدیر مسئول کی حیثیت سے اداریے بھی آپ ہی تحریر فرمارہے ہیں' اس میدان میں بھی اہل علم وقلم سے خراج تحسین حاصل کرچکے ہیں۔

آپ کے چوتھے داماد حضرت مولانا محمد انور بدخشانی مدظلہم ہیں جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے معروف فضلاء اور محدث عصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے معتمد علیہ تلامذہ میں سے ہیں' عرصے سے جامعہ ہی میں تدریسی فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اس وقت وہاں کے اکابر اساتذہ میں شمار کئے جاتے ہیں' متعدد زبانوں پر عبور رکھتے ہیں' نیز مدرسۃ الامام محمد بن اسماعیل البخاری کراچی کے بانی ومہتمم ہونے کے علاوہ بہت سی مقبول گراں قدر علمی کتب

ور رسائل کے مولف ہیں۔

آپ کے سب سے چھوٹے داماد محترم جناب محمد عطاء الرحمٰن دھلوی حفظہ اللہ ہیں مولد امکی ہیں' حافظ قرآن کریم اور جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ سے فارغ التحصیل ہیں' شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب ﷺ کے متعلقین وخدام اور تبلیغی جماعت کے اہم اعوان وانصار میں سے ہیں' آجکل مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہیں[1] ۔

مرثیہ ہے ایک کا اور نوحہ ساری قوم کا

والد ماجد حضرت مولانا نور احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی رحلت پر تبلیغی جماعت پاکستان کے مرکزی امیر محترم جناب بھائی عبدالوھاب صاحب متعنا اللہ بفیوضہ وبرکاتہ کا

ایک اثر انگیز تعزیتی مکتوب

مکرمانِ بندہ مولوی امین اشرف صاحب وجمیع إخوانہ وفقنا اللہ وإیاکم لمایحب ویرضیٰ- السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ پاک سے امید ہے آپ تمام احباب بخیر ہوں گے' احباب کے ذریعہ سے آپ حضرات کے والد محترم کے انتقال وارتحال کی وحشت ناک خبر موصول

---

[1] صد افسوس جب یہ کتاب اپنی تیاری کے آخری مراحل میں تھی کہ ۱۷/ شوال ۱۴۱۹ھ کو ہمارے "بھائی عطا" جنہیں "ﷺ" لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے' ٹریفک کے ایک حادثہ میں شہید ہو کر ہمیں جوانی میں داغ مفارقت دے گئے اور ہر دل کو افسردہ کر گئے إنا للہ وإنا إلیہ راجعون انہیں دیار پاک کے جنت البقیع میں سیدنا حضرت عثمان غنی ﷺ کے مزار کے قریب مدفون ہونے کی سعادت حاصل ہوئی' اللہ تعالیٰ بال بال مغفرت فرما کر ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمشیرہ کو صبر جمیل کے ساتھ عافیت اور دنیا وآخرت کی اعلیٰ راحتیں عطا فرما کر قلب ونظر کو ہمیشہ ٹھنڈا رکھے۔ اور ان کے صاحبزادے احمد عطاء دہلوی ومحمد عطاء دہلوی اور صاحبزادی ثنا سلمہم الرحمٰن کو بہترین تربیت اور دینی علوم سے بہرہ ور فرمائے اور ان کو ان کی والدہ کیلئے ٹھنڈک کا باعث بنائے۔ آمین- رشید

ہوئی اور دلی رنج اور صدمہ ہوا' إنا لله وإنا إليه راجعون، لله ما أخذوله ما أعطى، إن في الله خلفا من كل تلف وعزاء من كل مصيبة، اللهم أجرنا في مصيبتنا هذه واخلف لنا خيرا منها، جانے والے سے جتنا تعلق ہوتا ہے اتنا ہی اسکے جانے پر صدمہ ہوتا ہے اور بقدر صدمہ کے صبر کا اللہ کی طرف سے مطالبہ ہے اور بقدر صبر کے معیت الٰہی حاصل ہوتی ہے اور وہ آپ کے والد تھے ان پر محبت کی ایک نگاہ ایک حج کا ثواب دلاتی تھی' ان کی دعا آپ سب کے حق میں یقیناً مقبول تھی' ان کی شفقت بہت سی پریشانیوں کے ازالہ کا ذریعہ تو یہ تھی اب ان سب سے آپ صاحبان کو محرومی ہوئی لیکن اصل مربی اور سنبھالنے والے تو اللہ پاک ہی ہیں' وہ اپنی تمام شفقتوں کے ساتھ موجود ہیں' اس لئے اللہ پاک سے ہی دل لگایا جائے بلکہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اللہ پاک سے تعلق کو بڑھایا جائے کہ دل کے جس گوشہ میں والد محترم تھے وہ گوشہ اب خالی ہوا ہے تو اس کو اب اللہ کی محبت سے بھرلیا جائے قبل اس کے کہ اس میں کسی مخلوق کی محبت داخل ہو' اور پھر آپ حضرات کے والد محترم عالم دین بلکہ خادم دین تھے' دارالعلوم لاڈھی کی بنیاد میں وہ پیش پیش تھے اور نہ معلوم کتنی دینی و تبلیغی کتب کی اشاعت کا وہ ذریعہ تھے خصوصاً تصحیح شدہ قرآن پاک کی اشاعت ان کا خاص مشغلہ رہا' اور پھر ہمارے تبلیغی کام سے بھی ان کو بہت تعلق رہا' اجتماعات میں شرکت اور دوسروں کو اس کام کی شرکت پر تشجیع وتحسین فرماتے تھے' بلکہ خود بھی خوب مجاہدے کے ساتھ سات چلے لگائے جبکہ اس زمانے میں چلہ لگانے والے علماء بہت کم تھے اور پھر انہوں نے اپنی ساری اولاد کو حفظ قرآن اور علم دین اور خدمت اسلام میں لگایا' غرضیکہ وہ آسمان سے رحمتوں اور برکتوں کے نازل ہونے کا ذریعہ تھے اور پوری امت مسلمہ کے لے خیروفلاح کا سامان تھے' ان کے داماد حافظ ظفر ہماری مکی مسجد کے مستقل امام ہیں ان کے جانے سے ہمارا بھی اور امت مسلمہ کا بھی نقصان ہوا ہے' جہاں آپ حضرات قابل تعزیت ہیں وہاں ہم بھی اور ساری امت مسلمہ بھی قابل تعزیت ہے' جانے والا تو جاچکا'

رونے دھونے سے یا جانے والے کے اوصاف بیان کرنے سے جانے والے کا کوئی فائدہ نہیں' ہاں ایصال ثواب جتنا زیادہ کیا جائے گا اتنا جانے والے کا فائدہ ہو گا اور خود ہمارے دلوں کو تسلی ہوگی' ایصال ثواب ہم لوگوں نے کیا بھی ہے اور کر بھی رہے ہیں اور آئندہ بھی انشاء اللہ کرتے رہیں گے۔ آپ حضرات بھی صبر وہمت سے کام لیتے ہوئے ایصال ثواب کر رہے ہوں گے اور روزانہ ان کے لئے دعا کرتے ہوں گے' آپ سے یہ درخواست ہے کہ حضرت مولانا کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنے آپ کو آپ تمام بہن بھائی خدمت دین کے لئے وقف سمجھیں' اشاعت اسلام میں لگے رہیں اور دعوت وتبلیغ میں بڑھتے رہیں اور کیا اچھا ہو کہ آپ سب بھائی باری باری، چلے لگالیں' اس سے یقیناً مولانا مرحوم کی روح کو بھی خوشی ہوگی اور ہماری مسرت وتقویت کا ذریعہ بھی ہو گا۔

چونکہ حضرت مولانا مرحوم سے ہمارا قدیمی تعلق ہے اور وہ ہمارے شروع سے مشفق ومحسن رہے ہیں اور پھر ایک دوسرے سے ایسے موقع پر تعزیت کرنا مسنون ومحمود ہے اور آپ بھائیوں سے بارہا ملنا ہوا ہے اس وجہ سے یہ عریضہ ارسال کر رہے ہیں اور اس وقت آپ سب کے دل خستہ ہیں اس لئے ہم سب کو اپنی مقبول دعاؤں میں یاد رکھیں' آپ تمام بھائیوں اور ہمشیرگان والدہ محترمہ کی خدمت میں سلام مسنون ومضمون تعزیت پیش ہے۔

فقط

والسلام

بندہ عبدالوہاب عفی عنہ

11
B

حدیث میں تعزیت کے چند واقعات

تعزیت سے متعلق حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ کا یہ مضمون البلاغ شمارہ ذیقعدہ وذی الحجہ ۱۳۹۵ھ میں شائع ہوا تھا۔ یہ جہاں حضرت مولانا موصوف کے طرز تحریر کا نمونہ ہے وہاں آپ کی رحلت کے صبر آزما موقعہ پر خود آپ ہی کے الفاظ میں تسلی کا سامان بھی ہے۔ ر۔ا

رسول پاک ﷺ سارے مسلمانوں کے (روحانی) باپ ہیں اور ازواج مطہرات کو قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے امہات المومنین قرار دیا ہے۔

آنحضرت ؐ کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کیا کچھ صدمے پیش آئے ان کا تصور ہمارے لئے ممکن نہیں، تسلی وتعزیت کے لئے اللہ رب العزت نے سنت مسلوکہ پہلے سے چلا رکھی ہے' روایات میں ہے کہ اس موقعہ پر صحابہ کرام کی تسلی کے لئے فرشتے آئے اور عام مومنین کو خطاب کرتے ہوئے فرشتوں کا یہ جملہ سنا گیا۔

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته إن في الله عزاء من كل مصيبة وخلفا من كل فائت فبالله ثقوا وإياه فارجعوا۔ فانما المحروم من حرم الثواب والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته،

یعنی اللہ آپ لوگوں کو سلامتی دے اور رحمت وبرکتیں عطا فرمائے بیشک اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر پہنچنے والے حادثہ ومصیبت پر تسلی کا سامان ہے اور اسی کے ہاں عوض وبدلہ ہے ہر فوت ہونے والی چیز کا' اس لئے اللہ ہی پر اعتماد کرو اور اپنی تمام تر امیدیں اسی سے وابستہ کرو بلاشبہ محروم تو وہ ہے جو اللہ کے اجروثواب سے محروم ہو' مکرر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سلامتی اور اپنی رحمتیں

وبرکتیں عطا فرمائے ۔ (رک حاکم)

مستدرک حاکم ہی کی ایک روایت ہے کہ حضور ﷺ کی وفات کے روز ایک سفید ریش ' لحیم شحیم ' خوبصورت بزرگ صحابہ واہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس صحابہ کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے مجمع میں تشریف لائے اور خفیف سی رونے کی کیفیت ان سے ظاہر ہوئی اور اس کے بعد انہوں نے صحابہ کی طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمایا:

"ان في الله عزاء من كل مصيبة وعوضا من كل فائت وخلفا من كل هالك، فإلى الله فأنيبوا وإليه فارغبوا ونظره إليكم في البلاء فانظروا فإنما المصاب من لم يجبر وانصرف فقال أبوبكر وعلى : هذا الخضر عليه السلام"

یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر مصیبت پر تسلی کا سامان ہے اور ہر فوت ہونے والی چیز کا عوض اور بدلہ ہے ہر ہلاک ہونے والی چیز کا' پس اللہ ہی کی طرف رجوع کرو اور اس کے اجروثواب کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور یہ یقین رکھو کہ اس کی نگاہ ہروقت تمہاری طرف ہے ' تمہاری ابتلاؤں میں تو فکر کرنی چاہئے اور اللہ تعالیٰ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم کیسے صبر کرتے ہو مصیبت زدہ تو بلاشبہ وہی ہے جس کو بدلہ نہ ملے' یہ فرماتے ہوئے موصوف چلے گئے بعد میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ خضر تھے ۔

اور خود حضور ﷺ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب والی یمن بناکر بھیجا اور ان کے صاحبزادے کی ان کے پیچھے مدینہ میں وفات ہوگئی تو آنحضرت ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی جانب تعزیت وتسلی کا والا نامہ تحریر فرمایا:

بسم الله الرحمن الرحيم، من محمد رسول الله، معاذ بن جبل سلام عليك، فإني أحمد إليك الله الذي لا اله الا هو، أما بعد، فأعظم الله لك الأجر، وألهمك الصبر، ورزقنا وإياك الشكر، فإن أنفسنا وأموالنا وأهلينا وأولادنا من مواهب الله

الهنيئة، و عواريه المستودعة، تمتع بها إلى أجل معدود، ويقبضها بوقت معلوم، ثم افترض علينا الشكر إذا أعطى، والصبر إذا ابتلى، فكان ابنك من مواهب الله الهنيئة، وعواريه المستودعة، متعك به في غبطة وسرور، وقبضه منك بأجر كبير الصلاة والرحمة والهدى إن احتسبت، فاصبر ولايحبط جزعك أجرك فتندم، واعلم ان الجزع لايرد شيأ ولا يرفع حزنا وما هو نازل فكان قد وقع والسلام عليك.

(رک حاکم)

یعنی اللہ کے نام پر یہ خط شروع کرتا ہوں جو نہایت بخشنے والا ہے اور نہایت رحم والا ہے' محمد رسول اللہ کی طرف سے' یہ خط ہے معاذ بن جبل کی طرف آپ پر سلام ہو میں اللہ کی تعریفیں آپ تک پہنچاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے' اس تمہید کے بعد دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اجروثواب عطا فرمائے اور مصیبتوں پر صبر کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اور آپ کو اپنی نعمتوں پر شکر گزار بنائے بلاشبہ ہماری جانیں اور ہمارے مال اور ہمارا اہل وعیال اور اولاد اللہ تعالیٰ کی نعمت باردہ میں سے ہیں اور عاریت پر دی ہوئی امانتوں میں سے ہیں ان نعمتوں سے ایک خاص مدت متعین تک جتنی اسکی مرضی ہو وہ مستفید ہونے کی توفیق دیتے ہیں اور ان عاریت اور امانتوں کو وقت مقررہ پر وہ واپس لے لیتے ہیں ایسی نعمتوں کے ملنے پر ہمارے لئے شکر ضروری قرار دیا' بلاشبہ آپ کے صاحبزادے اللہ کی اچھی اور بہترین نعمتوں اور چند روزہ امانتوں میں سے تھے اللہ تعالیٰ نے اچھے اور قابل رشک حالات میں آپ کو ان سے مستفید ہونے کا موقع بخشا اور جب امانت واپس لے لی تو بہت بڑا اجروثواب آپ کے لئے مقرر فرمایا اور آپ کو رحمت کاملہ' ہدایت واجروثواب کا مستحق قرار دیا ایسی حالت میں صبر ہی کرنا چاہئے اور آپ کی بے صبری' جزع فزع (رونا دھونا) اجر کو ضائع نہ

کر دے جس سے ندامت کے سوا کوئی حاصل نہیں ہے۔ بلاشبہ بے صبری جزع فزع کسی چیز کو واپس نہیں لاتی اور پریشانی کو دور نہیں کرتی اور جو حکم ربانی سے ہونا تھا واقع ہو چکا اللہ تبارک تعالیٰ آپ کو سلامتی دیں۔

مبشّرات

بخاری[1] شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

لم يبق من النبوة إلا المبشرات قالوا وما المبشرات! قال الرؤيا الصالحة.	بشارتوں کے سوا نبوت کا کوئی حصہ باقی نہ رہا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا بشارتوں سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا اچھا خواب۔

بخاری[2] ہی میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

الرؤيا الصالحة[3] جزء من ستة وأربعين جزء من النبوة.	اچھا خواب نبوت کا چھالیسواں حصہ ہے۔

خواب اگرچہ شرعاً حجت نہیں ہوتے لیکن اچھے خواب بندے کی مقبولیت عنداللہ کی علامت ہوتے ہیں بالخصوص جبکہ ان "رؤیا صالحۃ" کے دیکھنے والے علماء اور صلحاء ہوں۔

اس مضمون میں بعض ان "رؤیا صالحۃ" کا تذکرہ مقصود ہے جو مجاہد

---

[1] جلد دوم ص ۱۰۳۵ کتاب التعبیر، باب المبشرات۔
[2] حوالہ بالا، باب الرؤیا الصالحۃ جزء من ستۃ واربعین جزأمن النبوۃ۔
[3] بعض روایات میں اس مقام پر "رؤیا المومن" کے الفاظ آئے ہیں۔ حوالہ بالا۔

ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ نے خود دیکھے یا ان کے دوسروں نے ان سے متعلق دیکھے۔

والد ماجد حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ کے رؤیا صالحہ بڑے لطیف اور اثر انگیز ہوتے تھے' خواب میں بارہا آپ کو سرکار دوعالم آنحضرت ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی' آپ ایسے مبارک رؤیا اشک بار آنکھوں کے ساتھ جذب وکیف کے عالم میں مزے لے لیکر سنایا کرتے تھے' اس قسم کے ان گنت خواب آپ سے سنے جن میں سے بیشتر یاد بھی نہ رہ سکے۔

ایسا ہی ایک مبارک خواب آپ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں تحریر فرمایا جو آپ ہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔

۱۔...... خواب میں دیکھا کہ حضور پاک ﷺ (فداہ ابی وامی ونفسی واولادی وعرضی ومالی) احقر کی موجودہ بیٹھک میں اس تخت پر جو جنوبی جانب بچھا ہوا ہے قیام کی حالت میں قبلہ رخ کچھ جھکے ہوئے دونوں دست اقدس اٹھائے ہوئے دعا فرما رہے ہیں:

> اللھم اغفر للمؤمنین والمؤمنات والمسلمین والمسلمات، وَألِّف بَین قلوبھم، اللھم أصلحھم وأصلح ذَاتَ بینھم وَوفّقھم أن یشکروا نِعمتك الّتی أنعمت عَلیھم وَأن یُوفوا بَعھدك الّذی عَاھدتھم علیه وَانصُرھم عَلٰی عَدوّكَ وَعَدوّھم.

ایک طرف یہ ناکارہ خود چارپائی پر دوزانو حضور اکرم ﷺ کی طرف رخ کرکے بیٹھا ہوا تھا دوسری طرف احقر کی اہلیہ فرش پر بیٹھی ہوئی تھی' خواب میں میں نے ان سے کہا تم بھی حضور ﷺ سے دعا کے لئے درخواست کرو' ان کی درخواست پر پھر حضور ﷺ نے یہی دعا فرمائی۔

اس خواب میں حضور اکرم ﷺ کو صرف ازار باندھے ہوئے دیکھا کر

مبارک سے لیکر سر مبارک تک کوئی لباس کرتہ، بنیان وغیرہ حجاب نہیں تھا، جی بھر کے دیدار کا ایک مدت کا شوق اللہ تعالیٰ نے پورا فرمایا، اگرچہ نگاہ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت پورے خواب میں بھی نہیں ہوئی، بعد میں ہمیشہ یہ ارمان رہا کہ جسد مبارک نظر بھر کر دیکھ لیتا، روئے مبارک منور، سینہ انور، وجہ انور، شانہ مبارک، گردن مبارک، دست اقدس دونوں اتنے اٹھائے ہوئے کہ بغل مبارک کی سفیدی نظر آنے لگے۔ یہ دلکش منظر تصور سے اوجھل نہیں ہوا، خدا کرے ابد الاباد تک اوجھل نہ ہو۔

مشرف گرچہ شد جامی زلطفش
خدایا ایں کرم بارے دگر کن
صلی اللہ علیہ وسلم دائما ابدا

۲۔ ...... ایک اور خواب جو اس ناکارہ اور دوسرے اعزہ نے حضرت والد ماجد سے ایک سے زائد مرتبہ سنا فرماتے ہیں کہ:

میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ مسجد میں تنہا تشریف فرما ہیں، البتہ حضرت عمر فاروق ؓ بھی تشریف رکھتے ہیں، احقر نے حاضر خدمت ہو کر سلام عرض کیا اور ادباً ذرا فاصلے پر بیٹھ گیا، ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے لوگ اپنے کام کاج اور دنیاوی مشاغل میں مصروف ہیں اور آنحضرت ﷺ کی طرف التفات کم ہے یہ حالت دیکھ کر احقر دل گرفتہ اور مضطرب ہے، نیز ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پاکستان اور وہاں کے لوگوں کے حالات پر تشویش کا اظہار فرما رہے ہیں لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ "البتہ دلوں میں ایمان ہے"، یہ سن کر دل کا اضطراب رفع ہو کر تسلی محسوس ہونے لگی۔

حضرت فاروق اعظم ؓ نے احقر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ امت کی فکر اور دین کے کاموں میں لگا رہتا ہے اس پر آنحضرت ﷺ نے خوشی کے انداز میں تبسم فرمایا۔

ایک اور تفصیلی خواب خود حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ نے میدان حشر کے منظر سے متعلق دیکھا تھا جس میں حق تعالیٰ جل شانہ کی تجلیات کا منظر بھی شامل تھا' چونکہ اسکی تفصیلات یاد نہیں اس لئے اس کے تفصیلا تحریر کرنے سے یہ راقم عاجز ہے۔

۳۔ ...... حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مد ظلہم حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق اپنے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

''ایک بشارت مجھ کو ان (حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے بارے میں ہوئی' عالم رؤیا میں میں نے ان کو ایک عظیم الشان حالت میں دیکھا خود بھی تعجب میں ہوں' میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں ایسا خواب ان کے بارے میں دیکھوں گا کیونکہ ہمارا ان کا یارانہ تھا۔ بحیثیت بہت زیادہ بزرگ ہونے کے نہ ہم ان کو دیکھتے تھے نہ وہ ہم کو' بس پیر بھائی تھے وہ ہمارے پیر بھائی تھے ہم ان کے' آپس میں خوب بے تکلفی' لطف وانبساط' چائے نوشی' کھانا پینا اور ہنسنا بولنا تھا' لیکن میں نے خواب کے بعد سمجھ لیا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کا کوئی عظیم ترین مقبول بندہ ہے۔

خواب میں میں نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر میری حاضری ہوئی جالیوں کے باہر نہیں روضہ مبارک کے اندر' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار اقدس سامنے ہے نظر آرہا ہے' مولانا نور احمد صاحب'' وہیں روضہ مبارک کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مبارک کے سامنے' میں نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں لال لال ڈورے ہیں اور آنکھیں سرخ ہیں۔ عجیب کیفیت سے مخمور' جن سے جذب معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی محبت اور معرفت الٰہیہ کی زبردست شراب پیے ہوئے ہو' اس وقت ان کی داڑھی کے سفید سفید بال اس قدر چمک رہے تھے اور اتنے روشن تھے جیسے چاندی کے تاروں پر سورج کی شعاعیں پڑ رہی ہوں' نہایت چمکدار چہرہ' خواب میں میں نے ان کے چہرہ پر اللہ تعالیٰ کی ولایت اور تعلق مع اللہ کی عظیم دولت کے آثار مشاہدہ کیے''۔

۴- ...... برادر عزیز مولوی قاسم اشرف نور سلمہ کی ۱۴۰۸ھ میں جب پہلی مرتبہ حرمین شریفین حاضری ہوئی وہاں رمضان المبارک میں انہیں والد ماجد حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ کی خواب میں زیارت ہوئی، جس کو برادرم اپنے مکتوب میں اس طرح تحریر کرتے ہیں:

"رمضان المبارک میں مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران اللہ تعالٰی نے چار عمروں کی سعادت نصیب کی جس میں سے پہلا اپنی جانب سے' دوسرا حضرت ابا جان رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے' تیسرا امی جان مد ظلہا کی طرف سے اور چوتھا ابا جان' دادا ابا' دادی اماں' نانا ابا' نانی اماں' رحمھم اللہ کی جانب سے کیا' اللہ پاک اپنے فضل سے قبول فرمائے۔

اللہ تعالٰی نے مکہ مکرمہ میں چند یوم ایک بہت ہی مبارک جگہ یعنی "مولد النبی ﷺ" میں جو آجکل دینی لائبریری ہے اس کے ایک حصہ میں رہنے کی سعادت عطا فرمائی۔

آخری عمرے سے کچھ دیر قبل بعد افطار اس مبارک جگہ میں آنکھ لگی تو ابا جان (مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب) رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ بہت مسرت کے عالم میں طواف کر رہے ہیں' حلق کرایا ہوا ہے' ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عمرہ پہلے کر چکے ہیں"۔

۵-...... دارالعلوم کراچی کے شعبہ قرات وتجوید کے استاد محترم جناب قاری عبدالملک صاحب حفظہ اللہ نے ایک صاحب کشف بزرگ (جنھوں نے اپنا نام بتانے سے تاکیداً منع فرمایا) کی نسبت بیان کیا کہ جب مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ کا جنازہ دارالعلوم کراچی کے قبرستان میں داخل ہوا تو میں نے کھلی آنکھوں دیکھا کہ پورے قبرستان میں ہر طرف نور ہی نور پھیل گیا' پھر جب ان کے جسد مبارک کو لحد میں اتارا گیا تو سارا نور سمٹ کر ان کی قبر میں داخل ہوگیا۔

۶-...... جس رات مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ

سرہ کی اس دار فانی سے رحلت ہوئی اسی شب دارالعلوم کراچی کے استاد محترم جناب قاری صغیر احمد صاحب مدظلہم نے خواب میں دیکھا کہ:

"دارالعلوم میں حضرت مولانا نور احمد صاحب طلبہ کے ایک بڑے حلقہ میں درس دے رہے ہیں' سب کے سامنے بڑی کتابیں رکھی ہوئی ہیں"۔

قاری صاحب فرماتے ہیں کہ صبح کو دارالعلوم آیا تو فضا میں بڑی اداسی اور لوگوں میں ایک قسم کا اضطراب محسوس کیا' دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آج شب حضرت مولانا نور احمد صاحب کا وصال ہوگیا ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۷۔...... ایک خواب برادر عزیز مولوی فہیم اشرف نور سلمہ نے دیکھا کہ جیسے وہ والدہ محترمہ أدام اللہ بقائہا کی معیت میں حرم مکہ میں ہیں' طواف کا منظر دکھلانے کے لئے وہ والدہ معظمہ کو لیکر حرم شریف کی سہ منزلہ عمارت کی چھت پر چڑھے' دیکھا تو سامنے والد ماجد حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ تشریف لاتے ہوئے نظر آئے' احرام باندھا ہوا ہے' ڈاڑھی پر پانی کے قطرے چمک رہے ہیں' بڑے شاداں وفرحاں نظر آتے ہیں۔

یہ حیرت استعجاب اور خوشی وغم کے ملے جلے جذبات کے ساتھ جاکر لپٹ گئے اور دل گیر آواز میں عرض کیا: اباجی! آپ کہاں چلے گئے تھے ہم نے آپ کو کتنا ڈھونڈا اور کتنا یاد کیا' والدہ مشفقہ نے بھی والد ماجد سے برادر عزیز کے بارے میں فرمایا کہ یہ آپ کو بہت یاد کرتا رہا جواب میں آپ مسکراتے رہے' استفسار کرنے پر کہ آپ کہاں رہ رہے ہیں؟ ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "وہاں"......

سامنے بیت اللہ شریف کے طواف کا روح پرور منظر نظر آرہا ہے..... فہیم اشرف سلمہ نے ساتھ جانے پر اصرار کیا تو معنی خیز انداز میں جواب دیا کہ "ابھی نہیں"۔

۸۔...... ایک خواب احقر کی ہمشیرہ اور حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب

مد ظلہم استاد دارالعلوم کی اہلیہ محترمہ نے دیکھا' فرماتی ہیں :۔

ایک رات حسب توفیق حضرت والد صاحب ﷫ کیلئے ایصال ثواب کر کے سوئی' آخر شب میں خواب میں دیکھا جیسے دارالعلوم کراچی کا قبرستان ہے اس کا دروازہ شمال کی طرف کھل رہا ہے' میں قبرستان میں داخل ہوئی' ہاتھوں میں دو بھرے ہوئے جگ ہیں جن میں غالباً دودھ ہے' میں بڑے جذب کے عالم میں کچھ پڑھتی ہوئی جنوب کی طرف جارہی ہوں' سامنے ایک طاق نظر آیا وہ جگ میں نے اس پر رکھ دیئے پھر مغرب کی سمت میں آگے چلی گئی۔

سامنے نانے ابا (حضرت مفتی اعظم ﷫) ایک کرسی پر بیٹھے ہوئے نظر آئے جو کچھ پڑھ رہے تھے۔ میں نے ان سے حضرت والد صاحب ﷫ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے قریب کے ایک چبوترے کی طرف اشارہ کیا' اس طرف چلی راستہ میں ایک قبر کے پاس محترم ماموں رضی بیٹھے ہوئے نظر آئے' میں چبوترے کے پاس آئی تو دیکھا کہ وہاں سر سے پیر تک سفید چادر اوڑھے کوئی لیٹا ہے دل میں یقین ہے کہ وہ حضرت والد صاحب ﷫ ہیں' میں نے انہیں آواز دی تو انہوں نے چادر کے اندر سے پاؤں ہلائے لیکن کوئی جواب نہیں دیا۔

وہیں میں نے دیکھا کہ جیسے شیشے کی ایک دیوار ہے جس کے دوسری طرف نہایت خوبصورت منظر ہے' خوبصورت پھول بوٹے دھیمی دھیمی ہوا سے مسحور کن انداز میں لہرا رہے ہیں' صبح یا شام کا نہایت بارونق منظر ہے دھوپ نہیں ہے'..... اتنے میں میری آنکھ کھل گئی اس وقت فجر کی اذان ہو رہی تھی۔

۹۔ ...... حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ کے نواسے حافظ مولوی محمد زکریا اقبال (اسامہ) سلمہ نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ گویا وہ مسجد نبوی ؐ میں موجود ہیں اور عصر کی نماز کا وقت ہے۔ مسجد نبوی ؐ میں مختلف مقامات پر مختلف حلقے لگے ہوئے ہیں۔ کہیں پر درس قرآن ہو رہا ہے' کہیں وعظ و نصیحت کی مجالس قائم ہیں۔

اسی دوران کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنے مخصوص لباس میں انتہائی تروتازہ اور بشاشت والے چہرے کے ساتھ تشریف فرما ہیں اور ان کے اردگرد لوگوں کا ایک حلقہ لگا ہوا ہے اور حضرت مولانا درس دے رہے ہیں' طبیعت میں انتہائی فرحت کا احساس ہے۔

باب دوم

آبِ زر

(خدمات اور کارنامے)

لکھے گا وقت آبِ زر سے ترے کارناموں کو

عملی خدمات

تحریک پاکستان میں آپ کا کردار

جس زمانے میں حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ دیوبند پہنچے اس وقت تحریک پاکستان عروج پر تھی سرزمین ہند "پاکستان کا مطلب کیا لآ الہ الا اللہ" "بٹ کے رہیگا ہندوستان، بن کے رہیگا پاکستان" کے ولولہ انگیز نعروں سے گونج رہی تھی۔

حکیم الامت حضرت تھانوی ﷫ کے متعلقین واجلہ خلفاء اس مہم میں بھرپور حصہ لے رہے تھے، بالخصوص حضرت علامہ شبیر احمد عثانی اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمھم اللہ نے اپنے آپ کو اس مہم کے لئے وقف کر رکھا تھا، قیام پاکستان کے لئے ان حضرات کی کوششیں اور قربانیاں اہل نظر سے مخفی نہیں۔

حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ نے نوعمری میں ظالم برمی حکومت کے مسلم اقلیت پر المناک مظالم دیکھے تھے، تاریخ اسلام پر آپ کا وسیع مطالعہ تھا، تحریک پاکستان کی عظیم مہم آپ کے مزاج ومذاق کے عین مطابق تھی چنانچہ آپ نے بھی اس مہم کو اپنی تمام تر دلچسپیوں کا محور بنالیا اور ان حضرات کی معیت میں جوش وخروش کے ساتھ اس عظیم اسلامی تحریک میں حصہ لینا شروع کر دیا بالخصوص حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے لئے آپ دست راست بن کر تحریک

سے متعلق متفرق چھوٹے بڑے کاموں میں خصوصی معاون بنے رہے' اس تحریک کے دوران آپ کی یہ بھرپور کوشش رہی کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گھریلو مشاغل اور متفرق کاموں سے حتی الامکان فارغ کر دیں تاکہ وہ یکسو ہو کر اس تحریک کے لئے کام کر سکیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہم آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"مرحوم بذات خود ایک تحریک اور ایک ادارہ تھے' تحریک پاکستان کے دوران انہوں نے انتھک کام کیا اور بڑوں بڑوں کو تحریک پاکستان کے لئے رام کیا۔" بینات' ذیقعد ۱۴۰۷ھ

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدھم آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"قیام پاکستان کی تحریک سے لے کر روز وفات تک ملک وملت کے نہ جانے کتنے اہم کاموں میں انہوں نے موثر حصہ لیا' لیکن اس طرح کہ جب ان کاموں کی تاریخ مرتب کرنے والے تاریخ مرتب کریں گے تو شاید ان کاموں میں ان کا نام نہ آئے' یا آئے تو سرسری اور مختصر انداز میں۔" البلاغ (ج ۲۱ شمارہ ۲)

ہفت روزہ تکبیر لکھتا ہے:۔

"مولانا دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے اور تحریک پاکستان کے لئے کام کرنے والے صف اول کے علماء میں سے تھے' مولانا شبیر احمد عثمانی' مولانا ظفر احمد عثمانی اور مولانا مفتی محمد شفیع کے ساتھ وہ دینی وتحقیقی کام انجام دیتے رہے"۔

12 F

پاکستان میں اسلامی قانون کے نفاذ کے لئے آپ کی کاوشیں

قیام پاکستان کے بعد جب ملک میں اسلامی دستور و قانون کے نفاذ کی عملی کوششیں شروع ہوئی اور بورڈ آف تعلیمات اسلام کی تشکیل ہوئی اور قرارداد مقاصد وغیرہ کا مسئلہ سامنے آیا تو شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہ اور ان کے رفقاء کے ساتھ آپ اس عملی جدوجہد میں بھرپور اور موثر حصہ لیتے رہے۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دام اقبالہم "البلاغ" میں "مسافران آخرت" کے تحت آپ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:۔

> "اس وقت حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ کے ساتھ ملکی وملی خدمات میں مصروف رہتے تھے اور حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کا ہاتھ بٹانے کے لئے ہمہ وقت انہی کے ساتھ رہتے تھے"۔

نیز آگے چل کر لکھتے ہیں:۔

> "پاکستان منتقل ہونے کے بعد ابتدائی چند سالوں میں حضرت والد صاحب قدس سرہ کی زیادہ تر توجہ ملک میں اسلامی دستور و قانون کے نفاذ کے کاموں پر مرکوز رہی اور اس مقصد کے لئے زبان وقلم سے لے کر تحریکی اور جماعتی انداز کی جدوجہد تک ہر قسم کے کام حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کرنے پڑے اس دور میں حضرت والد صاحب کے ان تمام کاموں میں حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ آپ کے دست وبازو اور خصوصی معاون بنے رہے"۔

البلاغ جلد ۲۱ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۷ھ

12 B

پاکستان میں اسلامی قانون کے نفاذ کی جتنی تحریکیں چلیں اور جو جو کوششیں ہوئیں ان میں حضرت مولانا نور احمد صاحب اعلی اللہ مقامہ نے نام و نمود اور نمائش سے احتراز کرتے ہوئے بھرپور حصہ لیا' جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ آپ نے ایک طویل عرصہ تک حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی' علامہ سید سلیمان ندوی اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہم اللہ کی معیت میں ان حضرات کا دست و بازو بن کر پاکستان میں اسلامی قانون کے نفاذ کی کوششیں کیں علامہ ظفر احمد عثمانی قدس سرہ کی سرپرستی میں بھی پیش از پیش کام کیا اور بہت سی دینی مہمات سرکیں' ایک مدت تک ختم نبوت کے کاموں کے سلسلے میں علامہ سید محمد یوسف بنوری نوراللہ مرقدہ کے عضد فعال بنے رہے' ایک زمانہ تک حضرت مولانا احتشام الحق صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ ملک کے طول و عرض میں سرگرم رہے' ایک عرصہ تک مولانا پیر سید محمد ہاشم مجددی سرہندی سندھی کو رہنما بناکر اندرون سندھ میں پاکستان اور اسلام کے دشمنوں کے خلاف کام کیا' ایک مدت تک مولانا ظفر احمد انصاری مرحوم کی رفاقت بھی حاصل رہی اور ان کے مشیر و معاون خصوصی بنے رہے۔

مشرقی پاکستان بھی متفرق دینی خدمات کے سلسلہ میں آپ کی کاوشوں اور جدوجہد کا میدان رہا وہاں دوسرے بزرگوں کے علاوہ حضرت مولانا اطہر علی صاحب رحمہ اللہ خلیفہ ارشد حضرت حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کی سرپرستی اور رہنمائی میں کام کرنے کا موقع ملا۔

کبھی ""مرکزی جمعیت علماء اسلام"" اور نظام اسلام پارٹی کے پلیٹ فارم سے کام کیا' کبھی ""دعوۃ الحق"" کو اپنی انتھک کوششوں کا مرکز بنایا۔

صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کی حرمین حاضری کے موقع پر حضرت مولانا موصوف نے اسلامی قانون کے نفاذ اور پاکستان کی سالمیت سے متعلقہ مختلف امور کے سلسلے میں مکہ مکرمہ میں مقیم پاکستانی مسلمانوں کی جانب سے بعجلت ایک مختصر مضمون تیار کرکے اپنے اور مختلف

پاکستانی علماء کی جانب سے خو د صدر پاکستان کی خدمت میں پیش کیا جو حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

بعالی خدمت جناب الحاج جنرل ضیاء الحق دام مجدہم

صدر اسلامی جمہوریہ پاکستان

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

جناب عالی!

ہم سب پاکستانی جو کہ مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں عرض گزار ہیں کہ جب آپ نے پاکستان میں قانون شریعت کا اعلان فرمایا تو شکرانہ کی دوگانہ ادا کر کے آپ کے لئے اور پاکستان کے لئے دعا کی' اب ہم یہ معلوم کر کے کہ اب تک عملی طور پر نفاذ شریعت کا کوئی موثر کام نہیں ہوا جس کی وجہ سے ہم سب متاسف ہیں' مزید معلوم ہوا کہ تعزیرات کے بارے میں ایک دو چیزیں جو نافذ ہوئی ہیں وہ بھی سول کورٹ کی ماتحتی میں کر دینے کی وجہ سے اس کا اندیشہ ہے کہ اسلامی قوانین کا حلیہ بگڑ کر رہ جائے' یہ بات کہ یہ آپ کے ہاتھوں ہو گا اس کا ہمیں وہم وگمان بھی نہ تھا' یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ نے موجودہ بجٹ میں قرض حسنہ پر بھی سود ادا کرنے کو لازمی قرار دے دیا ہے جو کہ خدا اور رسول ﷺ کے ساتھ اعلان جنگ کے مترادف ہے۔

اخیر میں جو سب سے اہم اور بنیادی چیز عرض کرنی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام میں پارٹی بازی اور تفرقہ سرے سے نہیں ہے چہ جائیکہ پارٹیاں بنا بنا کر الیکشن بازی اور اقتدار کی جنگ میں قوم کو تفرقہ اور انتشار کے غار میں دھکیل کر ملک وملت کو تباہ وبرباد کیا جائے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں قرآن میں ﴿کنتم خیر امة اخرجت للناس﴾ کہہ کر امت کو صرف ایک ہی پارٹی قرار دیدیا ہے' اسی

طرح دوسری جگہ ﴿مِلَّةَ اَبِيكُمْ اِبْرَاهِيمَ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِينَ﴾ کہہ کر اسی تصور کو مضبوط کیا گیا ہے اگر آپ اور کوئی اسلامی ذمہ داری پوری نہیں کر سکتے تھے تو صرف ایک ہی کام کرتے اور وہ یہ کہ تمام پارٹیوں کو ختم کرکے تمام مسلمانوں کو ایک پارٹی بنا دیتے تو یہ ایک زبردست انقلابی اسلامی دینی کارنامہ ہوتا' اگر آپ چاہیں تو اب بھی ایسا کر سکتے ہیں اور قوم کو فوری الیکشن اور تفرقہ میں مبتلا کرنے کے بجائے پارٹیوں کو ختم کرکے ایک ہی جماعت میں ضم کرادیں اور جب تک ملک محفوظ نہ ہو الیکشن فوری نہ کرائیں' مشرق و مغرب چاروں طرف سے دشمن آپ کو اور ملت پاکستان کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں' آپ سب بخوبی جانتے ہیں کہ یہ باتیں اس مبارک مہینہ اور مبارک مقام حرم شریف میں اور مبارک ماہ رمضان اور مبارک دن میں آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں تاکہ روز محشر یہ حجت تمام ہو سکے کہ ملت کے دردمند افراد نے اس اہم مسئلے کی طرف آپ کو متوجہ کرکے اپنی ذمہ داری ادا کر دی تھی۔

خدا آپ سے یہ بھی پوچھے گا بزنجو' جی ایم سید اور بے نظیر بھٹو وغیرہ ملک وملت و دین کے دشمنوں کو کیوں کھلا چھوڑ رکھا ہے جو آزادی سے الحاد اور بے دینی کا کھل کر اعلان کر رہے ہیں اور ملک وملت کے خلاف اپنی قوت کو مجتمع کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور مسلمانان پاکستان اور بلاد اسلامیہ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھیں۔ آمین"

والسلام

نور احمد

اسلام اور نظریہ پاکستان کی حفاظت کے سلسلہ میں حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ کی جدوجہد کا ایک طویل سلسلہ ہے جو مختلف ادوار سے تعلق رکھتا ہے' ہر دور کی علیحدہ داستان ہے ان محدود صفحات میں ان کو تحریر

کرنے کی گنجائش نہیں بالخصوص اس لئے بھی کہ آپ نے یہ تمام ترعظیم دینی وعلمی خدمات نام ونمود اور شہرت کے معروف ذرائع سے دور رہ کر انجام دیں کسی بڑے کام کا کبھی خود کریڈٹ حاصل کیا نہ نام آنے دیا اگر نام آیا بھی تومحض سرسری انداز میں' اس لئے یہاں آپ کی خدمات جلیلہ کے مفصل تذکرے کے مقابلے میں محض اجمالی اشاروں پر اکتفا کیا گیا ہے' راقم الحروف جیسا بے مایہ اورکم نظر اگرچہ ان کو بیان کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا پھربھی اہل علم ونظر ان ادوار کی تاریخ اور ان سے متعلقہ حضرت مولانا موصوف ؒ کے کارناموں سے بخوبی واقف ہیں۔

عالم اسلام کے لئے آپ کی عظیم خدمات ان خدمات کے علاوہ ہیں جن کے لئے آپ نے ''موتمر العالم الاسلامی'' اور ''رابطہ العالم الاسلامی'' کے پلیٹ فارم کو بھی استعمال کیا اس قسم کی بعض خدمات کا کسی قدر تذکرہ انشاء اللہ آئندہ صفحات میں بھی آئیگا۔

دارالعلوم کراچی کی تاسیس میں آپ کا عظیم حصہ
اور
دارالعلوم کے لئے آپ کی گراں قدر خدمات

دارالعلوم کراچی کے موثر ترین تاسیسی رکن اور ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ کی گراں قدر خدمات اور مساعی اہل علم اور اصحاب بصیرت سے مخفی نہیں۔

آپ کو جہاں حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کا دست وبازو بن کر تاسیس دارالعلوم میں حضرت ؒ کی معیت کا شرف حاصل ہوا وہاں آپ دارالعلوم کے ''ناظم اول'' بھی قرار دیئے گئے' اور ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے ایک طویل عرصہ تک انتھک محنت اور جانفشانی کے ساتھ دارالعلوم کراچی کے تمام شعبوں کی ذمہ داری کا بار اٹھاتے رہے' شعبہ تعلیمات ہو یا تعمیرات' کتب خانہ ہو یا مطبخ' محاسبی ہو یا اور کوئی شعبہ حضرت کی سرپرستی اور نگرانی میں بنیادی طور پر تمام کام آپ خود سنبھالتے تھے ورنہ ان میں سے ہر ایک شعبہ ایسا تھا کہ مستقل مختلف نگراں اور ناظم کا محتاج تھا۔

ساقی کے فیض سے مری رنگیں نگاہیاں
ہرخار زار کو ہیں گلستاں کئے ہوئے

دارالعلوم کراچی کے لئے آپ کی خدمات اتنی وسیع اور ہمہ گیر ہیں کہ ان کا احاطہ تو کجا مختصر جائزہ بھی خاصا مشکل ہے' ان خدمات کا کسی قدر تذکرہ باب اول (سوانح) کے ذیل میں بھی آچکا ہے' یہاں ہم دارالعلوم سے متعلقہ آپ کی خدمات کا مختصر جائزہ چند مثالوں سے پیش کرنے کی کوشش کریں گے۔

۱۔ شرافی گوٹھ کے قریب جب مدرسہ کے قیام کے لئے کشادہ زمین ملی

اس وقت یہ پوری زمین زرعی تھی جس پر قانوناً تعمیر کی اجازت نہ تھی' آپ نے شروع میں امپرومنٹ ٹرسٹ کراچی اور مختارکار کراچی سے ابتدائی اجازت حاصل کر کے کام شروع کر دیا تھا پھر تقریباً سوا سال کی جدوجہد کے بعد اس ایک لاکھ اکیس ہزار مربع گز زرعی زمین کو بغیر کسی معاوضہ کے رہائشی زمین میں تبدیل کرایا جبکہ اس کام کی اگر سرکاری طور پر فیس ادا کی جاتی تو اس سستے زمانہ میں بھی تقریباً دو ڈھائی لاکھ روپے خرچہ آتا۔

۲۔ دارالعلوم کا قیام چونکہ شہر سے کافی دور ایک غیر آباد علاقے میں عمل میں آیا تھا اس لئے حضرت مولانا نور احمد صاحب کی خواہش تھی کہ دارالعلوم کے پاس ہی ذاتی طور پر کوئی بڑی جگہ حاصل کر کے اپنے گھر والوں اور متعلقین کو وہاں آباد کرلیں تاکہ دارالعلوم سے متعلقہ فرائض منصبی کی ادائیگی میں بھی سہولت ہو' غیر آباد علاقہ جلد آباد ہو جائے' دارالعلوم کے آس پاس کا ماحول بھی صحیح رہے' چنانچہ اس مقصد کے لئے آپ نے کوششیں شروع کر دیں' بالآخر اپنے ذاتی نام پر ستاسی ہزار مربع گز زمین حاصل کرنے میں آپ کامیاب ہو گئے' لیکن بعد میں دارالعلوم کے وسیع تر مفاد کو مقدم رکھتے ہوئے آپ نے یہ تمام زمین دارالعلوم میں شامل کر دی اور اپنے یا اپنے گھر والوں کے لئے ایک گز زمین بھی نہ رکھی' یہ وہ زمین ہے جس میں دارالعلوم کا شمال مغربی حصہ اور قبرستان ہے' واضح رہے کہ ابتداء میں جب حاجی ابراہیم احمد دادا بھائی نے دارالعلوم کے لئے زمین وقف کی تھی اس وقت اس کا کل رقبہ پچیس ایکڑ یعنی ایک لاکھ اکیس ہزار مربع گز تھا۔

اس اضافہ کے بعد آپ نے مزید کوشش اور جدوجہد کر کے دارالعلوم کی مغربی جانب میں پچھتر ہزار گز زمین بغیر کسی رقم کے اور بھی شامل کروائی حتیٰ کہ دارالعلوم اپنی علمی حیثیت کے ساتھ ساتھ رقبہ کے اعتبار سے بھی اتنا وسیع ہو گیا کہ پورے پاکستان میں اس کی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی۔

۳۔ ابتداء میں دارالعلوم میں پانی کی خاصی تنگی تھی آپ نے مدرسہ کے

لئے پانی کی ایک لائن میٹر کے ساتھ اور جامع مسجد دارالعلوم کے لئے ایک لائن ہمیشہ کے لئے بالکل مفت حاصل کی اور اس مقصد کے لئے بھی جو کچھ جدوجہد کی اس میں مدرسہ کی کوئی رقم خرچ نہیں ہوئی بلکہ اس مرحلہ پر آپ نے پانچ چھ سو فٹ کی پائپ لائن بھی بغیر کسی خرچہ کے مفت مکمل کروائی۔

۴۔ دارالعلوم کورنگی چونکہ شہر سے فاصلے پر واقع تھا' ٹرانسپورٹ کی سہولتیں بھی معدوم تھیں اس لئے دارالعلوم نانکواڑہ اور شہر کے دوسرے علاقوں سے اس کا رابطہ نہ ہونے کے برابر تھا جس کی وجہ سے دارالعلوم کے لئے ٹیلی فون انتہائی ضروری تھا'' دارالعلوم لانڈھی ٹیلی فون ایکسچینج'' سے تقریباً پانچ میل دور تھا اگر کھمبوں اور تار وغیرہ کا خرچہ محکمہ کو ادا کر کے ٹیلی فون لگایا جاتا تو اس ارزاں زمانہ میں بھی ایک خطیر رقم کی حاجت ہوتی لیکن حضرت مولانا مرحوم اپنی شبانہ روز انتھک محنتوں سے مفت ٹیلی فون لگوانے میں کامیاب ہو گئے محکمہ ٹیلی فون کے ڈائریکٹر جنرل بھی اتنی بڑی رعایت دینے کے روادار نہ تھے لیکن آپ نے حضرت مولانا اطہر علی صاحب کے تعاون اور وزیر مواصلات کی سفارش پر مہینوں کی جدوجہد کے بعد دارالعلوم کے لئے مفت ٹیلی فون نصب کرانے کی منظوری حاصل کرلی۔

۵۔ حضرت مفتی صاحب ﷬ کی رہنمائی اور سرپرستی میں آپ نے عوام وخواص میں دارالعلوم کا اثر ورسوخ پیدا کرنے اور بڑھانے کی ہمیشہ بھرپور کوششیں کیں یہی وجہ تھی کہ دارالعلوم کے اخراجات اگرچہ روز بروز بڑھتے جارہے تھے لیکن دارالعلوم کو بحمداللہ کبھی کسی غیر معمولی مالی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑا جب بھی کوئی ضرورت سامنے آتی اہل خیر حضرات آگے بڑھ کر پیشکش کرتے اور دارالعلوم کی ضرورت کے پورا کرنے کو سعادت سمجھتے۔

۶۔ قرآن کریم کی تعلیم کو شہر میں عام کرنے کے لئے آپ نے مختلف محلوں میں دارالعلوم کے زیر انتظام تعلیم القرآن کے مختلف مکاتب قائم کرائے۔

۷۔ تعلیم یافتہ طبقہ کو قرآنی تعلیمات سے قریب کرنے کے لئے مختلف

مقامات پر متعدد ایسے عربی مراکز قائم کرائے جنہوں نے ایک عرصہ تک لوگوں کو عربی زبان کی تعلیم سے آراستہ کیا۔

آپ کے اس قسم کے اقدامات سے جہاں دین کی بڑی خدمت ہوئی وہاں دارالعلوم کراچی کے وقار میں بھی کہیں زیادہ اضافہ ہوا۔

یہ محض چند مثالیں ہیں ورنہ ان جیسے نہ جانے کتنے بیشمار کام ہیں جو آپ نے ایک نہایت کٹھن زمانہ میں انتہائی محدود وسائل کے ساتھ شب وروز اپنا خون پسینہ ایک کر کے انجام دیئے۔

تلخابۂ غم کے چکھنے والے کم ہیں
اپنی جرأت پرکھنے والے کم ہیں
پھولوں کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہیں سب
کانٹوں پر پاؤں رکھنے والے کم ہیں

اس مختصر سوانح میں دارالعلوم سے متعلق حضرت مولانا مرحوم کے کارناموں کی تفصیل کا موقع نہیں نہ اس سلسلے میں آپ کی ان گنت خدمات کا بیان یہاں ممکن ہے بالخصوص مختصر مجھ جیسا بے مایہ تو اس سے بالکل عاجز ہے لیکن اہل نظر آپ کی خدمات جلیلہ سے بہرحال واقف ہیں۔

ہمارا خون بھی شامل ہے تزئین گلستاں میں
ہمیں بھی یاد کرلینا چمن میں جب بہار آئے

دارالعلوم کے لئے آپ کی خدمات کے بارے میں چند مقتدر شخصیتوں کے تاثرات

دارالعلوم کراچی کے لئے حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ کی خدمات جلیلہ اور مساعی جمیلہ کی معترف اور قدردان بیشتر بزرگ ہستیاں رخصت ہو چکی ہیں مثلاً حضرت مولانا ظفر احمد عثانی ؒ، حضرت مفتی اعظم پاکستان ؒ، حضرت

شیخ الحدیث صاحب '' حضرت مولانا محمد یوسف بنوری وغیرھم رحمہم اللہ تعالی اس لئے اس سلسلہ میں ان کی آراء کا ذکر ممکن نہیں البتہ اس سلسلہ میں آپ کی ہم عصر چند جلیل القدر شخصیات کے تاثرات مختصراً تحریر ہیں:

ا۔ حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی صاحب مد ظلہم

مہتمم و مفتی مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

''نیز دارالعلوم کراچی کی تعمیر و ترقی میں بھی ان کا کردار نمایاں ہے' ماشاء اللہ ایسے کارنامے مرحوم کی یاد تازہ کرتے رہیں گے اور ان کے درجات کی بلندی کا سبب بنتے رہیں گے''۔

۲۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب حفظہ اللہ ورعاہ

''کراچی میں حضرت مفتی صاحب کی سرپرستی میں مولانا نور احمد مرحوم نے بہت سے اہم دینی امور کی انجام دہی کے ساتھ نانک واڑہ کی ایک مختصر متروکہ عمارت میں دارالعلوم کراچی کی بنیاد رکھی' اس وقت کراچی میں ایک قدیم دینی درسگاہ مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ مارکیٹ کے علاوہ کوئی قابل ذکر دینی ادارہ موجود نہ تھا' حضرت مفتی صاحب کی سرپرستی اور مولانا مرحوم کی انتھک کوششوں کی بدولت اللہ تعالی نے دارالعلوم کراچی کو روز افزوں ترقیات سے نوازا اور بہت جلد دارالعلوم کراچی کے لئے ایک وسیع و عریض رقبہ زمین کی ضرورت محسوس ہونے لگی چنانچہ مولانا موصوف کی کوشش اور حضرت مفتی کی برکت سے کورنگی میں دارالعلوم کراچی کی موجودہ جگہ جو کہ تقریباً پچاس پچپن ایکڑ تھی حاصل ہوگئی' پھر بہت جلد اس میں درسگاہیں' دارالاقامہ' اساتذہ کے رہائشی مکانات اور دیگر ضروری امور کے لئے عمارات تیار کرائی گئیں اور دارالعلوم کو نانک واڑے کی تنگ

عمارت سے کورنگی کی ان کشادہ اور پرفضا عمارتوں میں منتقل کر دیا گیا..... ٹنڈوالہ یار کی ناموافق آب وہوا کی وجہ سے مولانا مرحوم کی خواہش پر احقر دارالعلوم کراچی آگیا تھا' یہاں کئی برس ان کی نظامت میں خدمت کا موقع میسر آیا اور ان کی صلاحیت اور کمال کا مشاہدہ کیا' میں نے ان کا سلوک اپنے اور دیگر اساتذہ کے ساتھ ہمیشہ بہتر پایا"۔

۳۔ حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب مہاجر مدنی دامت برکاتہم

"جب میں بحیثیت مدرس دارالعلوم کراچی آیا تو مولانا موصوف دارالعلوم چھوڑ چکے تھے' حضرت مولانا موصوف نے دارالعلوم کے لئے جو محنتیں کی تھیں اور جو بلیغ جدوجہد فرمائی تھی دارالعلوم کے اساتذہ سے اس کا علم ہوا اور ان کے عزم محکم' قوت فیصلہ اور لگن کے ساتھ کام کرنے اور طبیعت جوالہ اور قوت فعالہ کا چرچا سنا"۔

۴۔ حضرت مولانا فضل محمد صاحب سواتی زید مجدہم

استاد صدر و نائب صدر دارالعلوم حفظہما اللہ

"دارالعلوم کراچی کی تعمیر و ترقی کے لئے وہ دن بھر محنت میں لگے رہتے تھے یہاں تک کہ بعض وقت وہ یہ بھی بھول جاتے تھے کہ میں نے کھانا کھایا ہے یا نہیں۔ خود بھی بعض اوقات ہنس کر فرمایا کرتے تھے کہ بھائی! میں مدرسہ کی فکر میں طبعی حاجات بھی بھول جاتا ہوں۔ ان کے اخلاص لگن اور قربانی کا اندازہ کرنے کیلئے ایک یہی مثال کافی ہے کہ جب نانکواڑہ کی عمارت مدرسہ کیلئے مالی جسے سکھ خالی کر کے چلے گئے تھے اس وقت یہ عمارت انتہائی خستہ حالت میں ویران در ودیوار والی تھی اس کے بیت الخلاء غلاظتوں سے بھرے ہوئے تھے

میں نے اپنی آنکھوں سے حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷺ کو دیکھا کہ کچرے کے ایک عظیم ڈھیر میں منہ پر کپڑا باندھے ہوئے جھاڑو دے رہے ہیں نہ کوئی نوکر ساتھ ہے نہ کوئی طالب علم۔

اسی طرح میں نے دیکھا کہ وہ بیت الخلاؤں کو جو تقریباً دس تھے اور غلاظت سے بھرے ہوئے تھے پانی کی بالٹیاں بھربھر کر صاف کر رہے تھے۔ خدا کی قسم میری حیرت کی انتہا ہوگئی کہ یا اللہ! اکیلا یہ شخص اپنے ہاتھ سے یہ قربانی کا کام کر رہا ہے اور بیت الخلاؤں کے دروازے بند کر کے یہ محنت کر رہا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ان کو کوئی نہیں دیکھ رہا ہے"۔

۵۔ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب زید مجدھم

صدر دارالعلوم کراچی

حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی سوانح حیات سے متعلق اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

"پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا فرمائے کہ محلہ نانکواڑہ میں سکھوں کے زمانہ کے ایک اسکول کی خالی عمارت دارالعلوم کے لئے عطا فرمادی 'حضرت والد صاحب ؒ نے ہمارے بہنوئی جناب مولانا نور احمد صاحب کو ساتھ لے کر چندے کی اپیل یا سازوسامان کے بغیر نہایت سادگی سے اس عمارت میں مدرسہ قائم فرمادیا' ایک استاد اور چند طلبہ سے اس مدرسہ کا محض اللہ کے بھروسہ پر آغاز ہوا"۔

پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں

"جناب مولانا نور احمد صاحب دارالعلوم کے سب سے پہلے ناظم تھے

جن کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی صلاحیتیں عطا فرمائی ہیں[۱] وہ نہایت جانفشانی سے دارالعلوم کا انتظام کئی سال تک چلاتے رہے"۔

البلاغ: مفتی اعظم نمبر ص ۲۲۳

نیز ایک مکتوب کے تحت لکھتے ہیں:

"دارالعلوم کراچی کے ناظم اول کی دارالعلوم کے لئے دیرینہ بنیادی خدمات ناقابل فراموش ہیں"۔

۶۔ حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام اقبالہم

حضرت مولانا مرحوم سے متعلق اپنے خصوصی مضمون میں رقم طراز ہیں:

"۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں اللہ تعالیٰ نے حضرت والد صاحب قدس سرہ کی آرزو (کراچی میں وقیع دینی درسگاہ کے قیام سے متعلق) اس طرح پوری فرمائی کہ محلہ نانکواڑہ میں ہندوؤں کے ایک متروکہ اسکول کی عمارت مدرسہ کے قیام کے لئے مہیا ہوگئی، حضرت والد صاحب قدس سرہ نے اس عمارت میں بنام خدا تعالیٰ وہ مدرسہ قائم فرمایا جو آج بحمدللہ دارالعلوم کراچی کے نام سے مشہور ہے، یہ عمارت بڑی میلی کچیلی اور کباڑخانے کی سی حالت میں ملی تھی، حضرت والد صاحب قدس سرہ اور حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ نے اپنے ہاتھوں سے اس کی صفائی کرکے اس مدرسے کا آغاز فرمایا'۔ حضرت والد صاحب نے مدرسے کے امور کی اصولی نگرانی کے لئے ایک مجلس منتظمہ قائم فرمائی جس میں متعدد علماء اور شہر کے دین دار اور معزز افراد شامل تھے' حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس مجلس کے صدر قرار پائے اور حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دارالعلوم کا ناظم مقرر کیا گیا اور اس حیثیت میں بھی مولانا نے اپنی فعال اور

---

[۱] جس وقت یہ مضمون لکھا گیا اس وقت حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ حیات تھے۔ رد۱

متحرک شخصیت کے جوہر دکھلائے۔

اللہ تعالیٰ نے مدرسے کو مقبولیت عطا فرمائی اور طلباء کا رجوع بڑھا' یہاں تک کہ وہ عمارت تنگ محسوس ہونے لگی۔

۱۹۵۵ء میں اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم کو شہر سے باہر اس علاقے میں ایک وسیع قطعہ اراضی عطا فرمایا جہاں آج کورنگی ''انڈسٹریل ایریا'' آباد ہے' اس وقت کورنگی کی آبادی کا نہ کوئی نام ونشان تھا' نہ اس کا کوئی تصور' اس علاقے سے نزدیک ترین شہری آبادی لانڈھی کی تھی' رسل ورسائل کے ذرائع مفقود تھے اور شہر سے اتنی دور جگہ پر مدرسے کی تعمیر بڑا کٹھن مرحلہ تھا' لیکن حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ کی مہم جویانہ طبیعت نے اس کٹھن مرحلہ کو بڑی خوبی کے ساتھ مردانہ وار طے کیا' اور مختصر سی مدت میں یہاں تین عظیم الشان عمارتیں تعمیر ہوگئیں جن میں ایک درسگاہوں اور دو طلبہ کی قیامگاہوں پر مشتمل تھیں' چنانچہ ۱۹۵۶ء میں دارالعلوم اس نئی عمارت میں منتقل ہوگیا''۔

(البلاغ ج ۲۱ شمارہ نمبر ۶)

۷۔ محترم جناب حکیم محمد سعید صاحب دام اقبالہم

چیئرمین ہمدرد (وقف) فاؤنڈیشن پاکستان وخازن دارالعلوم کراچی حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ کو آپ کے بارے میں اپنے تعزیتی مکتوب میں لکھتے ہیں:

''ایسے کارنامے انجام دیئے کہ حیرت ہوتی ہے۔ خود ''دارالعلوم'' ان کی جدوجہد کا مظہر ہے''۔

اور حضرت مولانا مرحوم کے بارے میں اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

''ان (حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ) سے پہلی بار ملاقات عالی مرتبت حضرت محترم مفتی اعظم محمد شفیع ؒ کے ہاں ہوئی' جہاں وہ ہمہ

جہت انصرام و اہتمام میں مصروف تھے' ان کی مستعدی پر اور حضرت مفتی صاحب سے ان کی عقیدت پر مجھے بڑا رشک آیا' میں خود بھی حضرت مفتی صاحب سے دلی تعلق رکھتا تھا اور ان کی خدمت میرے لئے وجہ اطمینان و مسرت رہتی تھی مگر مولانا نور احمد کو مجھ پر سبقت حاصل تھی' یہ وہ دن تھے کہ حضرت مفتی صاحب نانکواڑہ میں قائم دارالعلوم سے زیادہ خوش نہ تھے اور دیوبند کی وسعتوں اور فراخیوں کے آرزومند تھے' میں ان کے ساتھ تھا' خان بہادر حاجی وجیہ الدین صاحب تھے' مولانا شجاعت علی صاحب تھے اور جناب مولانا تھانوی بھی تھے' کراچی شہر سے باہر نکل کر جانے کا منصوبہ بنا اور کورنگی میں ایک جگہ بالآخر حاصل ہوگئی' یہ افریقہ کے ایک سیٹھ کا مکان تھا..... آس پاس سرکاری زمینیں ہی زمینیں تھیں' یہ کریڈٹ فقط مولانا نور احمد صاحب کو جاتا ہے کہ انہوں نے رات دن بھاگ دوڑ کر کے اس مکان کے قرب وجوار میں مزید زمینیں حاصل کرلیں اور دارالعلوم کے لئے مستقبل میں توسیعات کا بھرپور انتظام کر دیا۔ کورنگی اب بہت بڑی آبادی بنی ہے' دارالعلوم جہاں واقع ہے وہ علاقہ صنعتی علاقہ قرار پایا آج وہاں زمینوں کا بھاؤ آسمانوں سے باتیں کر رہا ہے' دارالعلوم کی ایک سو کے قریب زمین اب کروڑھا روپے کی ہے''۔

نیز اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''سچی کہانی میری ڈائری کی زبانی'' (ستمبر ۱۹۹۲ء ص ۹۰) میں لکھتے ہیں:

''دارالعلوم قائم ہوگیا' پھر دارالعلوم شہر سے کورنگی گیا' یہ بھی ایک نہایت دلچسپ داستان ہے' حضرت مولانا نور احمد صاحب نہایت زیرک انسان تھے' حضرت مفتی صاحب کے داماد بھی تھے' نہایت محنتی' نہایت دیانت دار' نہایت با اصول' ان کی محنتوں سے دارالعلوم کو بڑی مدد ملی' اس حقیقت کا اعتراف کرنا چاہئے''۔

۸۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب مدظلہم

""موصوف بلا کے ذہین وطباع' ذکی ومدبر اور فعال کارکن ہیں' قدرت نے انہیں معاملہ فہمی اور حسن انتظام کا خاص سلیقہ بخشا ہے' ایک عرصہ تک دارالعلوم (کورنگی) کے ناظم رہے اور دارالعلوم کو چار چاند لگائے""۔

(بینات ج ۲۸۔ شمارہ ۷)

۹۔ حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہ العالی

(حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷺ) دارالعلوم کی تعمیر میں رات کو رات نہیں سمجھتے تھے' دن کو دن نہیں سمجھتے تھے میں ان کی ہمت کو بہت داد دیتا ہوں کہ ماشاء اللہ اپنے خون وپسینے سے دارالعلوم کو بہت بلندی تک پہنچایا۔

۱۰۔ حضرت مولانا سید انور حسین شاہ نفیس الحسینی زید مجدھم

""حضرت مولانا نور احمد رحمہ اللہ گنجینہ خوبی تھے' دینی کاموں میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے' مدارس دینیہ کے لئے ان کی سرگرمیاں متواتر رہتی تھیں بالخصوص دارالعلوم کراچی کے لئے ان کی خدمات نمایاں ہیں""۔

۱۱۔ حضرت مولانا بھائی عبدالوہاب صاحب مدظلہم

اپنے تعزیتی مکتوب میں لکھتے ہیں:

"" آپ حضرات کے والد محترم عالم دین بلکہ خادم دین تھے دارالعلوم لانڈھی کی بنیاد میں وہ پیش پیش تھے""۔

۱۲- محترم جناب افضال مبین صاحب

روزنامہ جنگ میں آپ کے بارے میں اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

"تقسیم ہند کے بعد مولانا موصوف شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثانی اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے رفقاء میں ایک خاموش مجاہد کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور جب اس نوزائیدہ ملک کے شایان شان علوم اسلامیہ کی نشرواشاعت کے لئے دارالعلوم کا وجود ذہن میں آیا تو مولانا نور احمد صاحب کو اس کی نظامت کا اہم ترین منصب تفویض فرمایا گیا' مولانا نے پہلے نانکواڑہ میں ایک تاریک عمارت میں درسگاہ شروع کی اور پھر ان کی انتھک کوششوں سے کورنگی میں سروے کے دوران چھپن ایکڑ اراضی مل گئی جس پر موجودہ دارالعلوم کی عظیم درسگاہ قائم ہے' مولانا محترم کی تقریبا چودہ سال تک دارالعلوم کورنگی کے موثر ترین تاسیسی رکن اور ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے مساعی جمیلہ قابل ستائش ہیں اور اللہ کا شکر ہے کہ یہی جگہ ان کی آخری آرامگاہ بنی"۔

جنگ کراچی ۱۱ فروری ۱۹۸۷ء

۱۳- ہفت روزہ تکبیر کی نظر میں

ہفت روزہ تکبیر کے فاضل مضمون نگار دارالعلوم کراچی کے سلسلہ میں آپ کی خدمات کے نسبتاً طویل تذکرہ میں لکھتے ہیں:

"دارالعلوم کراچی کے موثر ترین تاسیسی رکن اور ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے آپ کی مساعی جمیلہ اہل علم اور اصحاب بصیرت سے مخفی نہیں ہیں' آپ نے دارالعلوم کراچی کے لئے رجال کار' سرمایہ اور ضروری وسائل کی فراہمی کے سلسلہ میں جفاکشی' سرگرمی اور جوش وجذبہ کے ساتھ شبانہ روز محنت کرکے ابتدائی تعمیری ڈھانچہ کھڑا کر دیا

اور اس دینی درسگاہ میں جو شہر سے ۲۰ میل دور اور بیابان میں قائم کی گئی تھی اور شہری سہولت سے محروم تھی' تمام وسائل جمع فرمادیئے' دارالعلوم کے یوم تاسیس سے تقریباً چودہ سال تک کا مشکل اور صبر آزما اور تعمیر و ترقی کا اہم ترین مرحلہ اللہ رب العزت نے آپ کے ہاتھوں پایہ تکمیل تک پہنچایا"۔

۱۴۔ ماہنامہ الفاروق کی نظر میں

جامعہ فاروقیہ کراچی کے ترجمان ماہنامہ "الفاروق" کے فاضل مقالہ نگار لکھتے ہیں:

"ومن عظيم مآثره جامعة "دارالعلوم كراتشي" الشهيرة التي أسسها المفتي الأكبر العلامة الشيخ محمد شفيع تغمده الله تعالى برحمته وأسكنه فسيح جنانه- فكان الشيخ نور أحمد- رحمه الله- ساعده الأيمن وعضده الفعال في تأسيس هذه الجامعه، فهيأها الأسباب وتحمل لأجلها المتاعب والمشاق ما الله أعلم بها.

وقام بجميع أعباء الدار على كاهله العظيم، وكان أراد- رحمه الله- أن يجعلها تتكفل مسئوليات عامة المسلمين العلمية منها والدينية في جميع مجالات الحياة وتسد مسد أزهر الهند جامعة ديوبند في الدولة الجديدة باكستان، وحقا فعل كذلك فإن جامعة دارالعلوم كراتشي تعد اليوم من أكبر المراكز الدينية في باكستان، تفد اليها الطلاب من كل صعب وحدب- زادها الله شرفا وإفادة ونورا وهدى".

تبلیغی جماعت کے پلیٹ فارم سے آپ کی دینی خدمات

حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ نے تبلیغی جماعت کے پلیٹ فارم سے بھی بھرپور دینی خدمت انجام دی' آپ یہ سمجھتے تھے کہ دور حاضر میں تبلیغی جماعت موثر انداز میں اہل باطل اور مغربی تہذیب کے خلاف سینہ سپر ہے' اس جماعت کی دینی کوششوں کو آپ نہ صرف عوام کے لئے بلکہ خواص کے لئے بھی ایک حد تک نافع سمجھتے تھے' چنانچہ اس کام کے ساتھ آپ نے محض اپنے آپ ہی کو وابستہ نہ کیا بلکہ اپنے اہل خانہ کو بھی اس میں لگایا اور اپنے کئی صاحبزادگان کو چالیس چالیس دن یا کم وبیش اوقات کے لئے جماعتوں کے ساتھ بھیجا نیز دوسرے متعلقین کی بھی اس اہم کام کی طرف توجہ مبذول کرائی۔

تبلیغی جماعت کے مرکزی امیر حضرت محترم بھائی عبدالوہاب صاحب حفظہ اللہ تبلیغی جماعت کے ساتھ آپ کے خاص تعلق اور اس سلسلہ میں آپ کی خصوصی مساعی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے تعزیتی مکتوب میں لکھتے ہیں:

> "ہمارے تبلیغی کام سے بھی ان کو بہت تعلق رہا اجتماعات میں شرکت اور دوسروں کو اس کام کی شرکت پر تشجیع وتحسین فرماتے تھے بلکہ خود بھی خوب مجاہدہ کے ساتھ سات چلے لگائے جبکہ اس زمانہ میں سات چلے لگانے والے علماء بہت کم تھے"۔

دعوت وتبلیغ کے میدان میں آپ کا ایک بڑا کارنامہ

مجلس دعوۃ الحق کا قیام

۱۹۶۷ء میں حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ نے اسلام اور نظریہ پاکستان کی حفاظت اور دین حق کی دعوت وتبلیغ کو عام کرنے کے نقطہ نگاہ سے "مجلس دعوۃ الحق" کے نام سے ایک ادارہ قائم فرمایا' صاحب اعلاء السنن حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی علیہ الرحمۃ کو اس کا سرپرست اور صدر مقرر فرمایا[۱] اور خود ناظم "دعوۃ الحق" کی حیثیت سے عملی طور پر سارے کام اپنے ذمے لئے۔

"دعوۃ الحق" کے پلیٹ فارم سے بھی آپ نے متعدد عظیم دینی خدمات انجام دیں' چونکہ اس زمانہ میں سوشلزم کا فتنہ عروج پر تھا اس لئے اس کے خلاف آپ نے بڑا کام کیا اس سلسلہ میں سب سے پہلے محترم جناب عبدالکریم عابد صاحب سے سوشلزم وغیرہ کے خلاف متعدد رسالے تحریر کرائے' اور ان کو مختلف اہل خیر حضرات کے تعاون سے اردو' انگلش اور دوسری ملکی زبانوں میں لاکھوں کی تعداد میں شائع کرا کے مفت تقسیم فرمائے۔ چند رسائل کے نام یہ ہیں:

(۱) روسی ترکستان میں اسلامی سوشلزم

(۲) سوشلزم اور مزدور

(۳) سوشلزم اور افسر شاہی

---

[۱] حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شروع سے یہ عادت رہی کہ کبھی کوئی بڑا کام محض اپنی ذمہ داری پر صرف اپنی شخصیت کو نمایاں کرکے نہیں کیا بلکہ ایسے تمام کاموں کے لئے ہمیشہ کسی بزرگ شخصیت کا انتخاب فرما کر اس کی رہنمائی اور ماتحتی میں کام کیا جب تک دارالعلوم کراچی سے متعلق رہے حضرت مفتی اعظم قدس سرہ کی سرپرستی اور نگرانی میں کام کیا اس کے بعد حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی نور اللہ مرقدہ کی رہنمائی میں "دعوۃ الحق" کا کام کیا' ان کے بعد بھی کبھی اپنے آپ کو بڑوں کی رہنمائی سے بے نیاز نہ سمجھا۔ م۔ا

(۴) سوشلزم اور انقلاب

(۵) کیپلزم اور ناجائز سرمایہ کاری

یہ رسائل جس کثیر تعداد میں شائع کر کے ملک کے کونے کونے میں تقسیم کئے گئے اس کا کسی قدر اندازہ "روسی ترکستان میں اسلامی سوشلزم" نامی رسالہ کی تعداد اشاعت سے لگایا جاسکتا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

طبع اول	فروری ۱۹۶۹ء	تعداد اشاعت	۱۰۰۰۰ (دس ہزار)	
طبع دوم	اپریل ۱۹۶۹ء	تعداد اشاعت	۳۵۰۰۰ (پینتیس ہزار)	
طبع سوم	جون ۱۹۶۹ء	تعداد اشاعت	۳۰۰۰۰ (تیس ہزار)	

گویا چار پانچ مہینے کے مختصر عرصہ میں محض یہ کتاب پچھتر ہزار ۷۵۰۰۰ کی تعداد میں شائع ہوئی، دوسری کتب و رسائل کی کثیر تعداد اس کے علاوہ ہے، مثلاً سوشلزم اور مزدور طبع اول فروری ۱۹۶۹ء ۲۵۰۰۰ (پچیس ہزار)

طبع دوم جون ۱۹۶۹ء ۴۳۰۰۰ (تینتالیس ہزار)

عام طور سے مختلف کتابوں کے جو ایڈیشن شائع ہوتے ہیں وہ ہزار دو ہزار کی تعداد میں ہوتے ہیں اور ایک ایڈیشن کے ختم ہونے میں کئی سال لگ جاتے ہیں۔

یہ رسالے "مجلس دعوۃ الحق" (جس کا صدر دفتر مسجد طیبہ پرنس اسٹریٹ کراچی کی دوسری منزل پر تھا) سے مفت بھی مل جاتے تھے اور طلب کرنے پر ڈاک سے بھی روانہ کئے جاتے تھے، اسی طرح اہل خیر حضرات اگر تبلیغی مقاصد کے لئے ان کتابوں کو خرید کر تقسیم کرنا چاہتے تو ان کو لاگت سے بھی کم پر کتابیں فراہم کر دی جاتیں بسا اوقات فرمائش کی صورت میں اس قسم کی کتابوں پر صاحب عطیہ کا نام بھی طبع کر دیا جاتا تھا۔

الحمدللہ اس قسم کے مفید رسائل وکتب کی کثیر تعداد میں عام اشاعت کا بڑا اثر ہوا اور آپ کی اس قسم کی مختلف عظیم خدمات کے نتیجہ میں نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی سوشلزم وغیرہ دوسرے ازموں کی ہوا اکھڑ

گئی اور ان کی بنیادیں کھوکھلی ہوگئیں' بالآخر وہ وقت آیا کہ دنیا نے دیکھا کہ لینن کا مجسمہ ماسکو میں بر سرعام ریزہ ریزہ کر دیا گیا۔

ہفت روزہ ''عظمت'' سانگھڑ کے مدیر محترم عظمت اللہ عباسی صاحب جو ''مجلس دعوۃ الحق'' کی سرگرمیوں اور تبلیغی مہمات میں ایک عرصہ تک آپ کے ساتھ رہے' اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

> ''ان (حضرت مولانا نوراحمد صاحب رحمہ اللہ) کے ساتھ مل کر کام کرنے اور رفاقت کا سلسلہ ۱۹۶۹ء میں شروع ہوا' میں جنگ کراچی کے دفتر ایک صحافی دوست سے ملنے گیا تھا جہاں پر مولانا نور احمد صاحب بھی تشریف رکھتے تھے اور اس اچانک ملاقات اور مختصر گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ مولانا صاحب '' نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی اور سول ہسپتال کے نزدیک چاندنی بی روڈ پر واقع مسجد طیبہ کی بالائی منزل پر ایک حجرہ میں پہنچ کر انہوں نے فرمایا کہ وہ مسلمانوں کو نیشلزم اور سوشلزم کے مقاصد سے آگاہ کرنے اور اسلام اور مسلم امت کے خلاف کی جانے والی بین الاقوامی سازش کا مقابلہ کرنے اور مسلم رائے عامہ کو ہوشیار اور بیدار کرنے کے لئے کام کر رہے ہیں اور اس لئے پاکستان بشمول مشرقی پاکستان کے چیدہ علماء کرام اور مذہبی اسکالروں کے ایماء اور تعاون سے انہوں نے ایک ادارہ ''دعوۃ الحق'' تشکیل دیا ہے' انہوں نے مجھے بھی دعوت دی کہ ان کے ادارہ کے لئے کام کروں ہمارے ادارہ کو اس وقت سب سے اہم جو کام درپیش تھا وہ پریس میڈیا سے رابطہ اور آسان عام فہم اردو اور بنگلہ زبان میں اس نوع کے لٹریچر کی تیاری' اشاعت اور تقسیم کا تھا مسجد طیبہ کی بالائی منزل کا وہ حجرہ جہاں ہم گئے تھے وہ ہی ادارہ ''دعوۃ الحق'' کا ہیڈ آفس بھی تھا اور ہماری تمام تر سرگرمیوں

اور عوامی رابطہ کا مرکز بھی تھا جہاں پر ضرورت کے لئے ایک ٹیلی فون تو ضرور موجود تھا باقی تمام نشست و برخاست کا سلسلہ فقیرانہ تھا' مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بڑی دری جو کہ عام طور سے جلسوں میں بچھائی جاتی تھی اس پر ایک صاف شفاف سفید چادر بھی رہتی تھی دو تین گول گاؤ تکئے بھی تھے اس کے علاوہ از قسم فرنیچر یا آرائش کچھ اور نہ تھا' انہوں نے میرے ذمہ "دعوۃ الحق" کے مشن سے جاری کردہ خبروں کے علاوہ دیگر زعماء کے بیانات اور روزنامہ اخبارات میں شائع ہونے والی دیگر متعلقہ خبروں کی نشاندہی اور ریکارڈ ساتھ ہی قومی اخبارات میں اسلامی ذہن رکھنے والے صحافیوں سے رابطہ اور متحدہ پاکستان بھر کے تمام ممتاز علماء' اسکالروں اور اسلامی نظریات کے لئے کام کرنے والے سیاسی اور سماجی لیڈروں کو خطوط ادارہ "دعوۃ الحق" کی ترسیل کا کام تفویض کیا تھا جسے میں نے بخوشی قبول کرلیا اور اس طرح مولانا نور احمد مرحوم و مغفور کی رفاقت کا شرف حاصل ہوا۔

ہمارے اس مشن کا سلسلہ کئی ماہ تک جاری رہا اور اس عرصہ میں جب مجھے مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قریب ہونے کا موقع ملا تو میں حیران رہ گیا کہ وہ بڑے سے بڑا کام کرتے لیکن نمود و نمائش سے عملاً گریز کرتے' ہمارے سامنے اس وقت دو زبردست چیلنج تھے ایک تو شیخ مجیب الرحمٰن کے چھ نکات اور بنگالی قومیت دوسرے مسٹر بھٹو کا سوشلزم' جسے انہوں نے مسلمانوں کو بیوقوف بنانے اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے اسلامی سوشلزم کا نام دیدیا تھا اور سیکولر اور بائیں بازوں کے اخبارات کو سرمایہ کے بل بوتہ پر اپنی مٹھی میں لے کر بڑے پیمانہ

پر اور عیارانہ منصوبہ بندی کر کے رائے عامہ کو گمراہ کیا جا رہا تھا' ایسے ماحول میں ہمارا کام بڑا کٹھن اور صبر آزما تھا ہمارے وسائل بھی محدود تھے' میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں کہ میں مولانا نور احمد صاحب ؒ کے شب و روز کے معمولات اور ان کے کارہائے نمایاں جو اس چوکھی لڑائی میں انہوں نے انجام دیئے وہ احاطہ تحریر میں لاسکوں' مولانا صاحب اور ان کے بعض رفقاء اور راقم الحروف یہ چند افراد ہمہ وقتی اس مشن میں لگے ہوئے تھے' سوشلزم اور کمیونزم کے بارے میں اس کے مضر اور منفی اثرات سے مسلمانوں کو خبردار کرنے کے لئے انہوں نے علماء کے علاوہ چیدہ چیدہ دانشوروں سے رابطہ کیا' جناب عبدالکریم عابد صاحب جو کہ اس وقت سول ہسپتال کے نزدیک ایک سرکاری اسکول میں ٹیچر تھے اور جیسا کہ ان کی تحریروں سے ظاہر ہے کہ سوشلزم اور کمیونزم کے بارے میں ان کا مطالعہ بھی کافی وسیع تھا اور ساتھ ہی ان کی تحریر میں تسلسل اور جاذبیت اور سچائی نے اس موقع پر خوب کام کر دکھایا' مولانا نور احمد صاحب مرحوم ومغفور نے عبدالکریم عابد صاحب کے سامنے ملک کی مجموعی صورت حال رکھی اور اس سلسلہ میں مطلوبہ اور ضروری تاریخی مواد بھی فراہم کیا مولانا صاحب گھنٹوں عابد صاحب سے نشست کیا کرتے تھے اور تبادلہ خیال کرتے' بالاخر عبدالکریم صاحب نے تاشقند' بخارا' ترکستان اور دیگر ریاستوں میں کمیونزم اور سوشلزم کی تباہ کاریوں کو قلمبند کر کے مولانا نور احمد صاحب ؒ کو فراہم کیا' انہیں چھوٹے چھوٹے کتابچوں کی شکل میں بہت تھوڑے سے وقت میں مولانا نور احمد صاحب ؒ نے شائع کروا کر متحدہ پاکستان بھر میں اس کی اشاعت اور ترسیل کر کے بڑی ہمت

وجرات، بلند حوصلگی اور فرض شناسی کا عملی ثبوت پیش کیا ان تمام باتوں کو بیان کرنے کے لئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔

مولانا نور احمد صاحب ؒ نے مسلمانوں کو بروقت جن خطرات سے آگاہ کیا تھا انجام کار وہ تمام باتیں ظاہر ہوئیں اور مولانا صاحب ؒ نے جو کوششیں کی تھیں وہ ثمر آور ثابت ہوئیں اور کمیونزم اور سوشلزم کا خاتمہ بالخیر کریملن اور ماسکو میں بھی ہو چکا ہے، اس لحاظ سے مولانا صاحب ؒ کو روشن ضمیر بھی کہہ دیا جاوے تو مبالغہ آرائی میں شمار نہیں کیا جاسکتا۔

مولانا نور احمد صاحب ؒ مرحوم ومغفور جو کام کر رہے تھے اسلامک بنیادوں پر ایک بہت بڑا کام تھا لیکن مولانا یہ سب کچھ درویشانہ اور فقیرانہ انداز میں کر رہے تھے آپ تعجب کریں گے کہ ہم سارا دن اور رات دیر گئے تک اس مشن میں مصروف رہتے اور اس کے بعد مسجد کے اسی حجرہ میں مولانا نور احمد صاحب ؒ بھی ان کا ڈرائیور محمد حسین اور راقم الحروف اسی دری پر چند گھنٹے سو لیتے گویا ایک طرح سے مولانا نور احمد صاحب مرحوم ومغفور نے مسلمانوں کو سوشلزم اور نیشنلزم کی عفریت سے خبردار کرنے اور اسلام کے سچے راستہ پر ڈالنے کے لئے خود کو اور اپنے رفقاء کار کو معتکف کرلیا تھا، مولانا نے اس مشن کی تکمیل کے لئے ملک بھر کا دورہ کیا اور چیدہ چیدہ علماء کرام جن میں سنی، اہل حدیث، دیوبندی، بریلوی اور جماعت اسلامی کے اکابرین سے نہ صرف ملاقاتیں کیں بلکہ سوشلزم اور نیشنلزم اور سرمایہ دارانہ نظام کے فاسد نظریہ کے مبلغین کی جانب سے اسلام کے بارے میں پھیلائے جانے والے شکوک وشبہات اور

مذہبی فرقہ واریت کا بہانہ بنا کر اسلام کا جو مذاق اڑایا جارہا تھا
اور اسے ناقابل عمل اور بعض مسائل کی حد تک جدید ترقی کی
راہ میں رکاوٹ کا جو پروپیگنڈہ کیا جارہا تھا مولانانور احمد
صاحب ؒ نے ان منفی نظریات اور لایعنی پروپیگنڈوں کا یہ توڑ
نکالا کہ مذہب اسلام سے محبت رکھنے والے مختلف مکاتیب فکر
کے علماء کو فرداً فرداً اور گروہوں کی صورت میں بھی ہمارے
ملک پر جو خطرات منڈلا رہے تھے کچھ تو زبانی اور بالمشافہ گفتگو
کے ذریعہ اور کچھ سے خط وکتابت اور لٹریچر کے ذریعہ رابطہ قائم
کرکے انہیں اسلامی نظریئے کے اساسی نظریات پر اصولی طور سے
متفق کرکے اور انہیں ساتھ ملا کر ادریک جہتی اور یگانگت پیدا
کرکے پورے ملک میں ایک زبردست تحریک چلائی اور اگر عین
وقت پر اسلام کے ازلی دشمن یحییٰ خان کا مارشل لاء نافذ نہ
ہوجاتا اور بعد ازاں سازش کرکے انتخابات کو ملتوی کرکے
مخالفین اسلام کو سازش اور سودے بازی کا موقع فراہم نہ کیا
جاتا تو یہ بات قرین قیاس تھی کہ ۱۹۷۰ء کے انتخابی نتائج ان
نتائج سے مختلف ہوتے جو کہ دیکھنے میں آئے اور مشرقی بازو بھی
ہم سے چھینا اور کاٹا نہ جاسکتا تھا"۔

جب سندھ میں لسانی فسادات ہو رہے تھے اور قتل وغارت گری کا بازار گرم تھا، بھائی بھائی کا خون بہا رہا تھا اور تعصباتی فضا کی بناء پر اس فتنہ وفساد کے پورے ملک میں پھیل جانے کا اندیشہ تھا، اس زمانے میں مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ نے قتل وغارت گری کے خلاف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمانوں پر مشتمل کلینڈر نما ایک پوسٹر اور اردو، سندھی، پشتو وغیرہ دوسری ملکی زبانوں میں شائع کرا کر ہزاروں کی تعداد میں تقسیم کروایا۔

قتل و غارت گری کے خلاف اللہ اور اُس کے رسول کے

فرمان

امن و امان کا تحفظ اسلام کا بنیادی فریضہ

۱ ـــ اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اُس کی سزا جہنم ہے جس میں ہمیشہ پڑا رہے گا اور اُس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوگا اور اُس کو اپنی رحمت سے دُور کرے گا اور تیار کیا ہے اُس کے لئے بڑا عذاب ۔

(قرآن مجید ۔ سورۃ نساء ۹۳)

۲ ـــ جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلا عوض جان کے یا بغیر فساد کرنے کے مُلک میں تو گویا قتل کر ڈالا اُس نے سب لوگوں کو ۔

(قرآن کریم ۔ سورۃ مائدہ ۹)

۳ ـــ حضرت ابُو سعید خُدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا " اگر آسمان اور زمین والے سب لوگ بھی ایک مومن کے خون کرنے میں شریک ہوں تو اللہ اُن سب کو مُنہ کے بل جہنم میں ڈال دے گا "

(ترمذی شریف)

۴ ـــ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اللہ تعالیٰ کے نزدیک پُوری دُنیا کا تباہ ہو جانا گوارہ ہے بہ نسبت ایک مسلمان کے قتل کے "

(ترمذی ـــ نسائی ـــ ابن ماجہ عن براء بن عازب)

۵ ـــ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ " قیامت کے روز جس چیز کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ خُون ہے " ۔ (یعنی قتل کے معاملات) (بخاری و مسلم)

۶ ـــ حضرت ابُو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اُمید ہے اللہ تعالیٰ سب گناہ معاف فرمائے سوائے دو شخصوں کے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہرگز معاف نہیں کریگا (۱) ایک تو اُس شخص کو جو شرک کی حالت میں مرا (۲) دُوسرے اُس شخص کو جس نے کسی مسلمان کو قتل کیا ہو " (ابو داؤد)

ناشر : ناظم نشر الدعوۃ جامعہ [illegible] کراچی

قتل و غارت گری کے خلاف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان پر مشتمل پوسٹر کا عکس ' جسے حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ نے مختلف علاقائی زبانوں میں شائع کرا کر ہزارہا تعداد میں تقسیم کروایا ۔

آپ کا ایک عظیم کارنامہ

سوشلزم کے خلاف ۱۱۳ علماء کا متفقہ فتویٰ

پاکستان میں جب سوشلزم کی تحریک زور پکڑنے لگی اور یہ فتنہ روز بروز بڑھنے لگا تو حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ کی خواہش اور ارادہ ہوا کہ سوشلزم کے خلاف پاکستان کے علماء کا کوئی متفقہ فیصلہ اور فتویٰ عوام کے سامنے آنا چاہئے، آپ نے اپنے ہم عصر علماء اور اکابر کے سامنے اس خواہش اور ضرورت کا باصرار اظہار فرمایا۔

ایک اہم مضمون جو متفقہ فتوے کی بنیاد بنا

اس سلسلہ میں سب سے پہلے آپ نے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے باصرار درخواست کرکے ایک مختصر مضمون "مسلمان ہوشیار رہیں" کے عنوان سے بطور فتویٰ تحریر کرایا جو درج ذیل ہے۔

"بعد الحمد و الصلوۃ: پاکستان اسلام اور قرآن وسنت کی بنیاد پر قائم ہوا تھا لوگوں کو یہ فقرہ اب تک یاد ہے
"پاکستان کا معنی کیا؟ لا الہ الا اللہ"۔
پاکستان بننے کے بعد سے سیاسی رسہ کشی میں مختلف سیاسی جماعتیں بن چکی ہیں اور بنتی جارہی ہیں اب کچھ عرصے سے ملک میں بعض جماعتیں ایسی بھی ابھر رہی ہیں جو کھلے بندوں نیشنلزم، سوشلزم اور کمیونزم کا نعرہ بلند کر رہی ہیں اور مختلف عنوانات سے عام

مسلمانوں کو قرآن وسنت اور پاکستان کے بنیادی مقاصد سے ہٹانے کی کوششیں کر رہی ہیں اور بڑی تیزی کے ساتھ اس کوشش میں لگی ہوئی ہیں۔ اسلام اور قرآن وسنت نہ کیپٹلزم اور سرمایہ کاری کا متحمل ہے نہ سوشلزم اور کمیونزم کا' ان سب کا قبلہ اور ہے اور اسلام کا قبلہ اور' مسلمانوں کے لئے عموماً اور دینی بصیرت رکھنے والوں کے لئے خصوصاً یہ کسی طرح جائز نہیں کہ اس قسم کا نعرہ بلند کرنے والوں کا ساتھ دیں یا ان کے ساتھ کسی قسم کا بھی اشتراکی عمل کریں"۔

والسلام
ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ
۲/ شوال ۸۸ ۱۳ھ

اس مضمون پر آپ نے درج ذیل اکابر کی بھی تصدیقات حاصل کیں۔

۱۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ روحہ
بانی وصدر دار العلوم کراچی۔

"میں حرفاً حرفاً اس سے متفق ہوں اور مسلمانوں کو اس فتنہ سے باخبر کرنے کو وقت کا اہم فریضہ سمجھتا ہوں"۔

۲۔ حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری صاحب رحمہ اللہ
بانی جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن

"بلاشبہ وقت کا سب سے بڑا فتنہ یہی ہے کہ اسلام کی جگہ سوشلزم یا کمیونزم آجائے' اس لئے میں مولانا محترم کی اس تحریر وتجویز سے پورا متفق ہوں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان فتنوں سے بچائے"۔

۳۔حضرت مولانا خیر محمد صاحب رحمہ اللہ

بانی خیر المدارس ملتان

"میں بھی حرفاً حرفاً حضرت مفتی محمد شفیع صاحب' مولانا ظفر احمد عثانی صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب و دیگر حضرات نے جو لکھا ہے اس سے متفق ہوں"۔

۴۔مولانا منتخب الحق صاحب

"پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے اسلام سے اس کا رشتہ لازم و ملزوم کا ہے' اسلام کے خلاف ہر نعرہ پاکستان کے خلاف اور اس کے وجود کی نفی ہے"۔

اس کے بعد آپ نے اپنے ایک رفیق محترم جناب صلاح الدین دہلوی ﷾ سے ایک استفتاء تحریر کرایا اور اسے مختلف علماء اور مفتیان عظام کی خدمت میں بھیجا یا خود لے کر گئے۔

استفتاء درج ذیل ہے:

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ اس وقت سارا عالم اسلام عموماً اور پاکستان خصوصاً جن کافرانہ ازموں کے نرغہ میں پھنسا ہوا ہے وہ کسی باخبر انسان سے مخفی نہیں' پاکستان کی ملکی سیاست میں مشغول جماعتیں تجزیہ کرنے سے چار قسم کی معلوم ہوتی ہیں۔

ا۔چند جماعتیں پاکستان میں صحیح اسلام' اسلامی قانون رائج کرنے کی داعی ہیں' ان کے منشور میں بھی قرآن و سنت کے مطابق حکومت چلانے کی تصریح ہے اور سعی و عمل کا رخ بھی اسلامی اصول کے مطابق ہے۔

۲۔بعض پارٹیاں ایسی ہیں جن کا عقیدہ انکار خدا' انکار رسالت و آخرت پر مبنی ہے جیسے کمیونسٹ پارٹی 'مگر جب سے حکومت نے کمیونسٹ تحریک کو پاکستان میں ممنوع قرار دیا تو اس کے افراد دوسرے ناموں سے کئی سوشلسٹ جماعتوں میں بٹ گئے ہیں جو نہ نظریہ پاکستان' اسلام اور قرآن وسنت کا اقرار کرتے ہیں' نہ ان کے منشور میں اس کی تصریح ہے عملی طور پر خود ساختہ ازم کے اعتبار سے ان کے ہاں سب کچھ مباح ہے۔

۳۔ نظریہ پاکستان' اسلام اور قرآن وسنت سے واسطہ نہ رکھنے والی جماعتوں میں ایک جماعت نیشنلزم علاقائی قومیت کا پرچار کرنے والوں کی ہے وہ لسانی اعتبار سے ہندو ادب کے جذبات وتہذیب کو اسلامی ادب وتہذیب پر ترجیح دیتے ہیں اور وطنی ہندوؤں کو غیروطنی مسلمانوں پر ترجیح دیتے ہیں اسلامی دستور وقانون کے بجائے خود ساختہ سیکولرزم لادینی طریقہ رائج کرنا چاہتے ہیں۔

۴۔بعض جماعتیں جن میں کچھ علماء بھی شامل ہیں اپنے منشور میں قرآن وسنت کا اقرار کرتے ہوئے سوشلزم اور نیشنلزم کی داعی جماعتوں سے اشتراک عمل اور اتحاد کرتی ہیں' ان چاروں کے داعی' مبلغ' اشتراک عمل' مالی امداد چندہ وغیرہ ووٹ دے کر تائید کا ازروئے شریعت کیا حکم ہے؟ بیّنوا توجروا۔

المستفتی

صلاح الدین دہلوی

اس استفتاء کا درج ذیل جواب لکھا گیا جس پر حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ نے اپنی مجاہدانہ کوششوں سے ہرمکتب فکر کے علماء کرام اور مفتیان عظام سے دستخط لئے آپ کی اس عظیم مہم کا مختصر تذکرہ باب اول میں گذر چکا ہے۔

الجواب

اس وقت اسلام اور پاکستان کے لئے سوشلزم سے بڑا کوئی خطرہ اور فتنہ نہیں ہے ان کے خلاف جہاد ہر مسلمان پر بقدر طاقت فرض ہے' مگر افسوس یہ ہے کہ سوشلسٹ عناصر نے باہمی اختلافات کے باوجود اپنی قوت کو متحد کرلیا ہے۔ اس کے بالمقابل اسلام کی داعی جماعتیں اپنے گروہی اختلافات کی بناء پر منتشر ہیں اور ان میں سے کوئی جماعت بھی تنہا اس مخالف جماعت کا مقابلہ نہیں کر سکتی' اس لئے اس وقت پاکستان میں اسلام بلکہ خود پاکستان کی بقاء اس پر منحصر ہے کہ جتنے کلمہ گو مسلمان صحیح اسلامی نظام کے داعی ہیں وہ اس خاص مقصد کے لئے متحدہ محاذ بناکر کام کریں تاکہ اسلام پسند عناصر کے ووٹ تقسیم نہ ہوں' مسلک ومشرب کا اختلاف جو دینی بنیاد پر ہو وہ درس وفتویٰ کے مخصوص حلقوں میں محفوظ رہنے کے ساتھ اس مشترک مقصد میں حائل نہ ہونا چاہئے' سب کو مل کر انتخابات میں صرف ایسے نمائندوں کو کامیاب کرنے کی جدوجہد کرنا چاہئے جو ملک میں صحیح اسلامی دستور وقانون اور پورا نظام اسلامی نافذ کرنے کی جدوجہد کریں تاکہ وہ ایک طرف سرمایہ دارانہ نظام کی خصوصیات' سود' قمار' سٹہ' ناجائز ذخیرہ اندوزی' ناجائز استحصال' غریبوں پر ظلم' شراب' عریانی' بے حیائی وغیرہ کو پاکستان سے دور کرنے اور ملک میں معاشی توازن درست کرنے میں اپنی پوری توانائیاں صرف کریں اور دوسری طرف جو لوگ سوشلزم کے بنیادی اصول' طبقاتی منافرت پھیلانے' لوٹ مار کی دعوت دینے اور انفرادی ملکیت کی مخالفت کرنے اور زبردستی قومی ملکیت کا پرچار کرنے میں مشغول ہیں' ان کے اسلامی نعروں سے فریب نہ کھائیں اور ان سے ادنیٰ رواداری گوارا نہ کریں کیونکہ یہ سب باتیں اسلام اور قرآن سے بغاوت ہیں۔ سوشلزم کے اصول کے مطابق انفرادی ملکیت نہ رہی تو آدھے قرآن کا انکار ہے' جو جماعتیں سرمایہ

دارانہ اور سوشل ازم دونوں کے خلاف جہاد کرکے خالص اسلامی نظام قائم کرنے پر متفق ہوکر کام کر رہی ہیں وہ بلاشبہ اسلام کے خلاف سب سے بڑے خطرہ کی مدافعت میں مصروف جہاد ہیں' ان کو چندہ دینا اور اس مقصد کے لئے ان کی امداد کرنا' ان کو ووٹ دینا سب جہاد شرعی کے حکم میں ہے جس کے فضائل ہر مسلمان جانتا ہے۔

سوال میں ملکی سیاست کے لئے کام کرنے والی جن چار جماعتوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے پہلی قسم کی جماعتوں میں بھی ہمارے نزدیک دو طرح کی جماعتیں ہیں ایک وہ جس کی سرپرستی وقیادت ملک کے متدین علماء کے ہاتھ میں ہے' دوسری وہ جس کی قیادت علماء کے ہاتھ میں نہیں ہے' تعاون وامداد کے معاملہ میں افضلیت و ترجیح پہلی قسم کو حاصل ہوگی۔

دوسری قسم ان جماعتوں کی ہے جو یا تو کمیونزم اور سوشلزم کو عقیدۃً قبول کرکے صراحۃً خدا کی وجود ہی کی منکر ہیں' یا قرآن کے تاقیامت واجب العمل قانون ہونے کی یا حدیث رسول ﷺ کے حجت ہونے کا انکار کرتی ہیں یا انفرادی ملکیت کو مطلقاً ظلم قرار دیتی ہیں اور اس کے خلاف لوٹ مار کرکے دوسروں کے اموال وجائیدادوں پر قبضہ کرلینے کو جائز قرار دیتی ہیں وہ بلاشبہ قرآن وسنت اور اسلام سے باغی ہیں وہ مسلمان ہرگز نہیں اگرچہ کلمہ بھی پڑھیں نماز روزہ بھی ادا کریں ایسے لوگوں سے کسی قسم کا اشتراک عمل ہدم اسلام کا مرادف ہے ان کے ساتھ شریک ہونا یا ان کی کوئی کسی قسم کی امداد کرنا یا ان کو ووٹ دینا کفر کی امداد کرنا اور سخت حرام ہے۔

سوال میں تیسری قسم ان جماعتوں کی ہے جو اسلامی اصول کتاب وسنت کا اقرار نہیں کرتیں 'گو صراحۃً انکار بھی نہ کریں یہ لوگ نیشنلزم یا سیکولرزم کو پاکستان میں رائج کرنا چاہتے ہیں اور نظریہ پاکستان کے خلاف وطنی قومیت کی بنیاد پر وطنی ہندوؤں کو غیر وطنی مسلمانوں پر ترجیح دیتے' ہندو ادیبوں' شاعروں کی گیت گاتے اور ہندو تہذیب کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں ان کے بھی گمراہ اور

نظریہ پاکستان کے خلاف ہونے میں کوئی شبہ نہیں ان کے ساتھ اشتراک عمل یا چندہ اور ووٹ سے ان کی امداد ہدم پاکستان کی مرادف اور ناجائز وگناہ ہے۔

سوال میں چوتھی قسم ان لوگوں کی بیان کی گئی ہے جو اپنے منشور میں قرآن وسنت کو بنیاد قرار دیتے ہوئے اسلامی نظام ہی کو ملک میں رائج کرنے کی مدعی ہیں، مگر ساتھ ہی ایسے سوشلسٹ عناصر کے ساتھ اشتراک عمل کا معاہدہ بھی کئے ہوئے ہیں جن کی خلاف اسلام سرگرمیاں اس سے پہلے عام مشاہدہ میں آچکی ہیں اور ان کے منشور میں اب بھی بنیادی طور پر اسلام کے معاشی نظام کو غلط یا ناکافی قرار دے کر کم ازکم معاشی مسائل کے حد تک سوشلزم کو اپنایا گیا ہے اور ملک میں ان کی منظم طاقت اسلام اور پاکستان کے لئے خطرہ بنی ہوئی ہے، ان حالات میں ظاہر ہے کہ ان کے ساتھ معاہدہ اشتراک عمل ان کے باطل نظریات کو قوت پہنچانے اور ملک پر سوشلزم کو مسلط کرنے کا سبب بنے گا، اہل علم دین کا ان کے ساتھ اختلاط مسلمانوں کے قلوب سے اس کافرانہ نظام کی نفرت کم کرے گا اور ان کو مسلمانوں کی صفوف میں انتشار پھیلانے اور ناواقف مسلمانوں کو اپنے دام میں لانے کا ذریعہ بنے گا۔

ایسے کرنے والے حضرات کتنے ہی نیک اور نیک نیت ہوں مگر کسی کی نیک نیتی سعی وعمل کے منطقی اور فطری نتائج کو نہیں بدل سکتی، اس لئے ان حضرات کی امداد واعانت کا سارا فائدہ سوشلسٹ عناصر کو پہنچے گا ان کو چندہ یا ووٹ دینا ایسا ہی ہوگا جیسے براہ راست سوشلسٹ عناصر کو ووٹ دیا جائے۔ واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم"۔

اس فتوے پر مختلف مکاتب فکر کے جن علماء نے دستخط کئے ان میں سے چند ممتاز شخصیتوں کے نام یہ ہیں:

۱۔ علامہ ظفر احمد عثمانی

۲۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب

۳۔ حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

۴- حضرت مولانا حافظ محمد اللہ صاحب (حافظ جی حضور)

۵- حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی

۶- حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب

۷- حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب

۸- حضرت مولانا محمد سلیم اللہ خان صاحب

۹- حضرت مولانا مفتی محمد رفیق صاحب

۱۰- حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب

۱۱- حضرت مولانا شاہ احمد نورانی صاحب

۱۲- مولانا محمد شفیع اکاڑوی صاحب

۱۳- مولانا حافظ محمد گوندلوی صاحب

۱۴- مولانا عبدالخالق رحمانی صاحب

اس فتوے پر مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان کے تقریبا دو سو پچیس علمائے کرام ومفتیان عظام کے دستخط حاصل کیے گئے۔

آپ کا ایک تاریخ ساز کارنامہ

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ
کی تاسیس

رحمت حق سے نور احمد تھے
بانی یک ادارہ قرآں
فیض جاری ہے آج بھی اس کا
یہ بھی ہے اے خدا ترا احساں

حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ نے اپنی مبارک حیات کے آخری سالوں میں مختلف جہات سے جو دینی وعلمی بلند پایہ خدمات انجام دیں وہ آپ کی دوسری خدمات کے مقابلے میں اور بھی نمایاں ہیں اگر آپ نے اس سے قبل کوئی اور خدمات انجام نہ دی ہوتیں تو بھی یہ خدمات آپ کی نجات اور نیک بختی وبلند اقبالی کے لئے کافی تھیں، حضرت مولانا نور احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی حیات مبارکہ کے آخری کارناموں میں سب سے زیادہ پائیدار اور وقیع کارنامہ ''ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ'' کا قیام ہے۔

قرآن کریم اور علوم عربیہ اسلامیہ کی نادر ونایاب کتابوں کی بہتر اشاعت کے نقطہ نگاہ سے حضرت مولانا موصوف نے ۱۹۷۷ء میں کراچی میں یہ وقیع ادارہ قائم فرمایا اور ''ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ''[۱] نام تجویز کیا۔

---

[۱] حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ نے اس ادارہ کا نام پہلے صرف ''ادارۃ القرآن'' رکھا تھا۔ بعد میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم کے مشورے سے اس نام میں ''والعلوم الاسلامیہ'' کا اضافہ فرمایا۔ ر۔ ا

قرآن کریم کی طباعت سے ادارہ کا آغاز

اس کام کا آغاز کرنے کے لئے سب سے پہلے آپ نے نہایت اہتمام سے اپنے وقت کے ایک بلندپایہ کاتب سے ایک پندرہ سطری قرآن کریم (جس کا ہر صفحہ آیت پر ختم ہوتا ہے) رسم قرآنی کی فنی باریکیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت خوبصورت انداز سے کتابت کرایا اور اس کے لئے جہاں آپ نے انتھک محنت وکوشش کی وہاں اپنے ایک محترم رفیق کے تعاون سے زر کثیر بھی خرچ کیا، اس مصحف کی کتابت کا کام دو ڈھائی سال کے عرصہ میں پورا ہوا، کتابت مکمل ہونے پر آپ نے اپنے وقت کے ممتاز قراء اور رسم قرآنی کے ماہر علماء سے اس کی متعدد مرتبہ تصحیح کرائی، اس سلسلہ میں شیخ القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحب پانی پتی مہاجر مدنی ﷫ کی رہنمائی بھی حاصل کی، تمام مراحل سے فارغ ہونے کے بعد بہترین کاغذ، اعلیٰ طباعت اور عمدہ جلد کے ساتھ اس کو متعدد سائزوں میں "اصح المصاحف" کے نام سے شائع فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے اس نسخہ (اصح المصاحف) کو غیر معمولی مقبولیت عطا فرمائی، اس وقت سے اب تک یہ لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکا ہے اور الحمدللہ اس کی اشاعت مسلسل روزافزوں ہے۔ اللّٰھم زدفزد.

اس "اصح المصاحف" کی غیر معمولی مقبولیت کا کسی قدر اندازہ اس امر سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ پندرھویں صدی کے آغاز کے موقع پر اس کی افتتاحی تقریبات کے سلسلہ میں القرآن اکاڈمی بمبئی ودہلی (بھارت) نے "القرآن الحکیم الفی"، جس کی ہر سطر الف سے شروع ہوتی ہے[۱] اعلیٰ معیار پر نہایت دیدہ زیب

---

[۱] مزید براں یہ قرآن کریم عہد رسالت ﷺ سے آج تک کے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے خطاطی کے عظیم طغروں سے آراستہ ہے، یہ طغرے ہر سورت کے شروع میں لگائے گئے ہیں۔
۱۲ رشید اشرف سیفی

انداز میں طبع کرایا تو اس کی تصحیح کے لئے ادارۃ القرآن کے "اصح المصاحف" کو معیار بنایا' چنانچہ اس کے مدیر محترم جناب نور الدین آزاد صاحب القرآن الحکیم (الفی) کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

القرآن الحکیم (الفی) کے کتابت شدہ صفحات کے لئے صحیح ترین ہونے کی سند حاصل کرنا لازمی تھا' اس غرض کے لئے ہندوستان کے علاوہ سعودیہ عربیہ' کویت' بحرین مسقط' مصر' اور پاکستان کے علماء' حفاظ اور قراء حضرات کی اکثریت نے پندرھویں صدی ہجری میں شائع ہونے والے "اصح المصاحف" کی نشان دہی کی' جو مولانا نور احمد صاحب مدیر اشرف پبلی کیشنز ناظم "دعوۃ الحق" اور مہتمم دار العلوم الاسلامیہ کراچی' (پاکستان) کے زیر اہتمام طبع ہوا ہے اس میں مصححین کرام نے قرآن مجید کی حرکات' سکنات' مدات وتشدیدات کی اصلاح پر پوری توانائی صرف کی ہے' اس کی کتابت بھی حضرت امام ابو عمروحفص ابن سلیمان کوفی" متوفی ۱۸۰ھ کی روایت سے حضرت امام ابوبکر عاصم" بن بجود کوفی متوفی ۱۲۷ھ کی قرات کے مطابق ہوئی ہے' اس کے ہر کلمہ میں "مصحف عثمانی" کے رسم الخط کا لحاظ کیا گیا ہے' جیسا کہ اس فن کے ائمہ نے اس کی تصریح کی ہے' چنانچہ درانی نے "مقنع" میں شاطبی نے "عقیلہ" میں اور متاخرین میں سے امام محمد غوث بن ناصرالدین نائطی ارکاتی" نے "نثر المرجان" میں اس کی تصریح کی ہے۔ وقف اور وصل کے مواقع کو سمجھنے کے لئے امام ابو عبداللہ محمد بن طیفور سجاوندی" کے مقررہ پانچ درجات کو ملحوظ رکھا ہے' اس کے مصححین میں علوم القرآن اور رسم الخط القرآنی اور علم تجوید میں کثیر تصانیف کے مالک و مولف ہیں' جنھوں نے کامل احتیاط سے تصحیح فرمائی ہے' اسمائے گرامی:

۱- شیخ القراء مولانا حافظ رحیم بخش پانی پتی مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن خیرالمدارس ملتان

۲۔ مولانا قاری محمد طاہر رحیمی مہتمم شعبہ تجوید وقرات واستاد حدیث مدرسہ قاسم العلوم ملتان

۳۔ مولانا عزیز الرحمن استاد دارالعلوم کراچی

۴۔ قاری محمد اسحاق استاد تجوید مدرسہ تعلیم القران ملتان

۵۔ مولانا حافظ قاری محمد یعقوب مہتمم شعبہ تجوید مدرسہ تعلیم الابرار ملتان

۶۔ مولانا حافظ قاری امین اشرف کلیہ القرآن جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ

۷۔ حافظ قاری عبدالرؤف بن عبدالواحد فاضل عبیدیہ بھوپال

۸۔ حافظ قاری سید معین الدین کراچی۔

میں ادارۃ اشرف پبلی کیشنز کراچی کے سربراہ محترم مولانا نور احمد صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مسلمانان عالم کے لئے صحیح ترین قرآن مجید شائع فرمایا اور القرآن الحکیم (الفی) کو اس کے مطابق ہونے کی وجہ سے "صحیح ترین قرآن مجید" ہونے کی اسناد عطا ہوئیں اس کے باوجود موازنہ کے وقت ہم سے کوئی بات رہ گئی ہو اور ناظرین و قارئین کرام تلاوت کے وقت کوئی غلطی پائیں تو ادارۃ القرآن اکاڈمی (بمبئی ودہلی الہند) کو آگاہی بخشیں، ادارہ ممنون احسان ہوگا' وصلی اللہ علی رسولہ واھل بیتہ واصحابہ وجمیع المومنین والمومنات برحمتك یا ارحم الراحمین.

طالب خیر محتاج دعا نور الدین آزاد

ادارۃ القرآن کا ایک روشن علمی کارنامہ

إعلاء السنن

کی اشاعت

اکیس اجزاء پر مشتمل اعلاء السنن بلاشبہ حدیث کی ایک ایسی اہم کتاب ہے جس نے اہل علم بالخصوص حضرات احناف کو زیر احسان کر دیا ہے' اس کتاب کو بغیر کسی تذبذب کے چودھویں صدی کا سب سے بڑا علمی کارنامہ کہا جا سکتا ہے۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں معاندین نے یہ پروپیگنڈہ کیا ہے کہ ان کے فقہی مسلک کی بنیاد حدیث پر کم اور قیاس پر زیادہ ہے' بلکہ بعض لوگوں نے تو یہ الزام لگانے سے بھی دریغ نہیں کیا کہ وہ معاذ اللہ قیاس اور اپنی ذاتی رائے کو احادیث پر ترجیح دیتے ہیں' حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ دوسرے اجلہ ائمہ کی طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی بنیاد بھی قرآن کریم' حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اجماع اور صحابہ کرام اور تابعین عظام کے آثار پر ہے' بلکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو بسا اوقات حدیث ضعیف کی بنیاد پر بھی قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس اللہ سرہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کا شدید تقاضا اور داعیہ پیدا فرمایا کہ کوئی ایسی مفصل کتاب لکھی جائے جس میں فقہ حنفی کے دلائل جمع کر کے ان پر محدثانہ بحث کی گئی ہو اور اختلافی مسائل میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کو احادیث سے ثابت کرنے کا التزام کیا گیا ہو' تاکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فقہی مسلک کے بارے میں مذکورہ پروپیگنڈہ کو رد کیا جا سکے اور اس سلسلہ میں ہر قسم کی غلط فہمی کو دور کر دیا جائے۔

اس عظیم مقصد کے حصول کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جلیل القدر

بھانجے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ﷫ کا انتخاب فرمایا اور ان کو ''اعلاء السنن'' لکھنے کا حکم دیا' انہوں نے اس کتاب کی تالیف میں بڑی کاوش اور عرق ریزی کی اور پورے استقلال اور استقامت کے ساتھ لگے رہے' بالآخر بیس سال کے طویل عرصہ میں (جو کتاب کی جامعیت اور ضخامت کے لحاظ سے ایک قلیل مدت ہے) اٹھارہ ضخیم جلدوں میں اس کو تن تنہا مکمل فرمایا' اور حیرت انگیز جامعیت سے کام لیا کہ کتاب الطہارۃ سے لے کر کتاب الفرائض تک کی تمام مباحث آگئیں' کتاب کی تالیف کے دوران وہ ہر مرحلہ پر حضرت حکیم الامت قدس سرہ سے استفادہ اور رہنمائی حاصل کرتے رہے' علامہ عثمانی ﷫ نے اس کتاب کے دو علمی وقیع مقدمے بھی تالیف فرمائے' ایک مقدمہ اصول حدیث کی نادر مباحث پر مشتمل ہے جو پہلے ''انہاء السکن'' کے نام سے اور بعد میں ''قواعد فی علوم الحدیث'' کے نام سے شائع ہوا' دوسرا مقدمہ امام ابو حنیفہ ؒ اور ان کے اصحاب کے محدثانہ مقام بلند کے بیان کے لئے تحریر فرمایا جو پہلے ''ابجاء الوطن عن الازدراء بامام الزمن'' کے نام سے اور بعد میں ''ابو حنیفہ واصحابہ المحدثون'' کے نام سے شائع ہوا' کتاب کا تیسرا مقدمہ حضرت مولانا حبیب احمد صاحب کیرانوی ؒ نے لکھا جو اصول فقہ کے اہم مباحث بالخصوص اجتہاد وتقلید کی بحثوں پر مشتمل ہے اس میں بھی جگہ جگہ علامہ عثمانی کے تکمیلی مباحث شامل ہیں۔

اس طرح اکیس جلدوں پر مشتمل یہ منفرد کتاب حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کی سرپرستی اور رہنمائی میں مکمل ہوئی یہ اتنا عظیم علمی کام ہے کہ اس کی قدرومنزلت کا صحیح اندازہ بھی مشکل ہے' واقعی علامہ زاہد الکوثری ﷫ نے فرمایا کہ:

> ''سچ بات تو کہنی ہی پڑتی ہے' واقعہ یہ ہے کہ میں اس جامعیت اور ہمہ گیری کو دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ اس کتاب میں ہر حدیث پر فن حدیث کے تقاضوں کے مطابق متناً اور سنداً اتنا مکمل اور ہمہ گیر کلام

> موجود ہے اور اس کے ساتھ کہیں اس بات کے آثار نظر نہیں آتے کہ مصنف ؒ نے اپنے مذہب کی تائید میں تکلف سے کام لیا ہو' اس کے بجائے انہوں نے فقہی مذاہب کی آراء پر گفتگو کرتے ہوئے انصاف کو اپنا رہنما بنایا ہے مجھے یہ کتاب دیکھ کر انتہائی رشک آیا ہمت مردانہ اور داد شجاعت اس کو کہتے ہیں"۔
>
> (مقالات الکوثری ص ۵ ۷)

یہ عظیم کتاب اپنی اہمیت اور وقعت کے باوجود ایک عرصہ تک شایان شان انداز میں شائع نہ ہو سکی 'بلکہ اس کی پہلی طباعت تو اس قدر ناقص تھی کہ اہل عرب تو کجا برصغیر کے اہل علم کے لئے بھی اس سے استفادہ خاصا دشوار تھا۔

سب سے پہلے اس کتاب کی دس جلدیں حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے خانقاہ امدادیہ کی طرف سے شائع کروائی تھیں 'بقیہ آٹھ جلدیں حضرت کے بھتیجے مولانا شبیر علی صاحب ﷫ نے پاکستان آنے کے بعد شائع کرائیں 'کتاب کی یہ طباعت اگرچہ خاصی خراب اور لیتھو پر تھی لیکن اس کا یہ بیش قیمت فائدہ ضرور ہوا کہ کتاب ضائع ہونے سے محفوظ ہوگئی 'حضرت تھانوی قدس سرہ اور حضرت مولف مولانا ظفر احمد عثمانی ﷫ کی خواہش تھی کہ یہ کتاب بہترین طرز پر شائع ہوتا کہ اہل عرب بھی اس سے بخوبی استفادہ کر سکیں 'علامہ زاہد الکوثری ؒ نے بھی اپنے "مقالات" میں اس کتاب کی تعریف کرتے ہوئے اسی خواہش کا اظہار کیا ہے 'لکھتے ہیں:

> "کاش مصر کے بڑے مطابع میں سے کوئی مطبع اس کتاب کو منگوانے کی کوشش کرے اور پھر اسے خوبصورت مصری ٹائپ پر طبع کراوے ' اگر کسی نے یہ کام کرلیا تو یہ علم کی قابل شکر خدمت ہوگی اور اس سے ایک بہت بڑا خلا پر ہوگا"۔
>
> (مقالات الکوثری ص ٦ ۷)

لیکن اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہر کام کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے چنانچہ ان اکابر کی حیات میں یہ کتاب عربی ٹائپ پر شائع نہ ہو سکی بلکہ لیتھو کی طبع بھی

نایاب ہوگئی بعض متفرق جلدیں بازار میں مل جاتیں لیکن پورے سیٹ کا دستیاب ہونا تقریبا ناممکن ہوگیا۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کے دل میں ان اکابر کی خواہش کی تعمیل کا داعیہ پیدا ہوا' انہوں نے اپنے فرزند بلند اقبال حضرت مولانا محمد تقی عثمانی بارک اللہ فی حیاتہ کو اس کتاب کی تحقیق وتعلیق پر مامور فرمایا' چنانچہ کتاب کی پہلی جلد عربی ٹائپ پر ان کی تحقیق وتعلیق کے ساتھ مکتبہ دارالعلوم سے شائع ہوئی دوسرے حصہ کی تحقیق وتعلیق بھی تقریبا مکمل ہوچکی تھی لیکن مولانا کی شدید مصروفیات اور اسفار کی وجہ سے اس سلسلہ میں مزید پیش رفت نہ ہوسکی۔

بالآخر حسین عربی ٹائپ پر اس کتاب کی مکمل طباعت کی سعادت مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ کے حصہ میں آئی ''ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ'' کے قیام کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں اس کتاب کی تمام جلدوں کو ایک ساتھ عربی ٹائپ پر چھاپنے کا داعیہ بڑی قوت سے پیدا فرمایا' چنانچہ جب اس سلسلہ میں آپ کا ارادہ پختہ ہوگیا تو آپ نے اللہ کا نام لے کر اس کی طباعت کا انتظام شروع کردیا۔

اکیس جلدوں کی اس کتاب کو لیتھو سے عربی ٹائپ پر منتقل کرکے طبع کرنے کا کام جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا' بالخصوص پاکستان میں 'اس کی مشکلات کا اندازہ صرف وہی حضرات کرسکتے ہیں جو لیتھو کی چھپی ہوئی کسی پرانی کتاب کو ٹائپ پر چھپوانے کا تجربہ کرچکے ہوں' اس کے لئے وافر مالی وسائل کی ضرورت تو تھی ہی' لیتھو پر شائع شدہ متعدد مکمل نسخوں کا حصول' پھر ان نسخوں پر ترقیم' عربی ٹائپ کا حصول عربی کے کمپوزیٹروں اور عربی کتب کے مصححین کی تلاش' یہ سب مراحل مستقل دردسر تھے لیکن حضرت مولانا موصوف ؒ کو ایسے ہی دشوار' کٹھن اور سخت محنت طلب کاموں کے کرنے میں مزہ آتا تھا جن سے عام لوگ پیچھے ہٹ رہے ہوں۔

''اعلاء السنن'' کی طباعت کے لئے مولانا موصوف ؒ نے کیا کیا ریاضتیں

کیں اور کیا کیا جتن کئے ان کا تصور آسان نہیں نہ اس مختصر کتاب میں ان کے ذکر کی گنجائش ہے، بہرحال کئی سال ہمہ تن مصروف رہنے اور شبانہ روز محنتوں اور کاوشوں کے بعد مولانا موصوف ؒ اس کتاب کو حسین عربی ٹائپ کے لبادے میں لانے پر قادر ہو سکے، کاغذ بھی بہترین استعمال کیا، طباعت بھی پاکستان کے معیار کے لحاظ سے عمدہ کروائی، جلدیں بھی نفیس، خوبصورت اور پائیدار بنوائیں اور کسی بھی مرحلہ پر رقم صرف کرنے سے دریغ نہیں کیا، آج الحمدللہ برصغیر کے علاوہ بلاد عربیہ میں بھی اس کتاب کا فیض پھیل چکا ہے اور یہ وہاں کے اہل علم سے بھی داد تحقیق حاصل کر رہی ہے۔

بلاشبہ عربی ٹائپ پر اعلاء السنن کی مکمل اشاعت ''ادارۃ القرآن'' کا ایک منفرد کارنامہ ہے جو اس مرد مجاہد ؒ کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ نے مکمل کرایا، تمام علمی حلقوں کی جانب سے اس کی بڑی پذیرائی ہوئی۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دام اقبالہم نے اس کی اشاعت پر ''البلاغ'' میں مستقل تفصیلی اداریہ تحریر فرمایا جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں:

> ''پچھلے دنوں علم و تحقیق کے اصحاب ذوق اور بالخصوص حدیث اور فقہ کے طالبانِ علم کی دیرینہ آرزو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پوری فرمائی کہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی ﷫ کی شاہکار تالیف عربی ٹائپ کے دلاویز لباس میں مکمل طور سے منظر عام پر آگئی''۔

پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں:

> ''حضرت مولانا نور احمد صاحب مدظلہم بلاشبہ اس کارنامہ پر پوری علمی دنیا کی طرف سے خراج تحسین کے مستحق ہیں اور امید ہے کہ اہل علم اس کارنامہ کی کماحقہ، پذیرائی کریں گے''۔

پھر اداریہ کے آخر میں فرماتے ہیں:

> ''اللہ تعالیٰ حضرت حکیم الامت ؒ حضرت علامہ عثمانی ؒ اور اس کتاب کے طابع و ناشر اور اس کے لئے کوشش کرنے والے تمام افراد پر اپنی

خصوصی رحمتیں نازل فرمائیں اور انہیں اس خدمت پر دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائیں آمین"۔

اس کتاب کی اشاعت پوری علمی دنیا کے لئے مسرت انگیز واقعہ ہے' میں نے اس مسرت کے اظہار کا ادنیٰ طریقہ یہ سمجھا ہے کہ اس مرتبہ البلاغ کے اداریہ کا موضوع اس کتاب کو بناکر اہل علم کو اس خوشی کی بات سے آگاہ کردوں' اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس علمی سرمائے سے کماحقہ استفادے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین"۔

(البلاغ ج ۷، شمارہ ۵)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب مدظلہم نے "اعلاء السنن" کی طباعت پر اس کتاب کا تعارفی تبصرہ چار صفحات میں تحریر فرمایا جس کے آخر میں وہ لکھتے ہیں:

"حق تعالیٰ شانہ مولانا نور احمد صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے نہایت محنت وجاں فشانی اور مصارف کثیرہ کے ساتھ مکمل کتاب بہتر ٹائپ اور عمدہ کاغذ پر "ادارۃ القرآن" کی جانب سے شائع کردی"۔

آگے لکھتے ہیں:

"بہرحال! ادارۃ القرآن کی طرف سے بہترین لباس میں کتاب کی اشاعت ایک عظیم الشان کارنامہ ہے"۔

"اعلاء السنن" کی طباعت سے "ادارۃ القرآن" کو بڑی شہرت حاصل ہوئی' جہاں اس کی ساکھ قائم ہوئی وہاں وہ علمی حلقوں میں ایک وقیع ادارہ کی حیثیت سے پہچانا جانے لگا۔

تسہیل بیان القرآن کی اشاعت

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے حکیم الامت تھانوی قدس سرہ کی شہرۂ آفاق تفسیر "بیان القرآن" کی ایک تلخیص "تلخیص البیان" کے نام سے

لکھی تھی، جسے حضرت تھانوی قدس سرہ نے بہت پسند فرمایا تھا، یہ تلخیص حمائل شریف کے حاشیہ پر ''اشرف المطابع'' تھانہ بھون سے شائع ہوئی تھی، لیکن اس کی طباعت اس قدر ناقص تھی کہ استفادہ نہ ہونے کے درجہ میں تھا، چنانچہ حضرت مولانا عبدالشکور ترمذی صاحب مدظلہم ''تذکرۃ الظفر'' میں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''مگر طباعت ناقص اور کتابت غیر واضح ہے ضرورت ہے اس کو دوبارہ عمدہ طریقہ پر شائع کیا جائے''۔

باری تعالیٰ نے یہ ضرورت بھی حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں پوری فرمائی، آپ نے اس کی از سرنو عمدہ کتابت کرا کر بہترین کاغذ، اعلیٰ طباعت اور خوشنما جلد کے ساتھ اس کو شائع فرمایا۔

ان کاموں کے بعد ''ادارۃ القرآن'' سے علوم اسلامیہ عربیہ سے متعلق مختلف اہم کتابوں کی نشرواشاعت کا سلسلہ شروع ہوگیا اور یکے بعد دیگرے چھوٹی بڑی متعدد مفید اور نایاب کتابیں منظر عام پر آئیں۔

ان کتابوں کی نشرواشاعت کے وقت حضرت مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا مطمح نظر ہمیشہ یہ رہا کہ اہل علم کے کام کی نادر کتابیں سامنے آجائیں، بالخصوص وہ کتابیں جو ایک طرف علمی ودینی ضرورت کی ہوں اور دوسری طرف ناشرین ومطابع اس سے گھبرا رہے ہوں اور چھاپنے سے گریزاں ہوں، خواہ اس میں تجارتی لحاظ سے نفع بھی معمولی ہو، یہی وجہ ہے کہ آپ نے بعض ایسی کتابوں کی طباعت کا اہتمام فرمایا، جن کی طباعت کو ناشرین حضرات ''تجارتی موت'' قرار دیتے تھے اگرچہ یہ آپ کے اخلاص کی برکت تھی کہ دنیاوی لحاظ سے بھی اس میں نقصان نہ ہوا بلکہ فائدہ ہی رہا۔

ادارۃ القرآن پریس

کتابوں کی نشرواشاعت اور طباعت ایک کٹھن اور طویل مرحلہ ہے

بالخصوص جبکہ وہ کتابیں معیاری ترتیم وتصحیح اور اعلیٰ طباعت کے اہتمام کے ساتھ شائع کی جارہی ہوں' اس میدان کی مشکلات سے اہل فن بخوبی واقف ہیں۔

جب ''ادارۃ القرآن'' سے کتابوں کی نشرواشاعت کا سلسلہ پھیلا اور قدم قدم پر شدید مشکلات پیش آئیں بالخصوص کئی کئی جلدوں پر مشتمل ضخیم کتابوں کی طباعت میں اس وقت حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ کو ذاتی پریس کی ضرورت کا شدید احساس ہوا' چنانچہ آپ نے اس کے قیام کا ارادہ کرلیا اگرچہ محدود مالی وسائل کیساتھ پریس کا تصور بھی مشکل تھا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ آپ کا ارادہ پختہ اور اس سلسلہ میں آپ کی کوششیں تیز تر ہوتی گئیں' بالاخر رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ کے عشرہ اخیرہ میں ۲۴/ جون ۱۹۸۴ء جمعہ کے دن آفسٹ جلم مشین (۲۳ X ۳۶) کے ذریعہ ''ادارۃ القرآن پریس'' کا قیام عمل میں آیا' اس موقعہ پر ایک سادہ سی تقریب ہوئی جس میں متعدد اہل قلم اور مقتدر شخصیات نے شرکت کی اور قرآن کریم کی تلاوت اور دعا کے ساتھ پریس کا آغاز ہوا۔

پریس کے قیام سے نشرواشاعت کے کاموں میں غیر معمولی مدد ملی اور ''ادارۃ القرآن'' کی کارکردگی میں نمایاں اضافہ ہوا' شروع میں پریس بالکل محدود اور چھپائی کی صرف ایک مشین پر مشتمل تھا' رفتہ رفتہ اس میں بھی اضافہ ہوا اور مولانا موصوف ؒ کی انتھک محنتوں کے بعد ''ادارۃ القرآن'' مونو ٹائپ مشین لگوانے میں کامیاب ہوگیا' یہ اپنی نوعیت کا مفید اضافہ تھا جس سے ''ادارۃ'' کی کارکردگی کو مزید جلا ملی اور متعدد کتابیں اعلیٰ معیار پر طبع ہوئیں' مثلاً ''کتاب الاثار'' لامام محمد مع ''الایثار'' للحافظ بن حجر اور ''احکام القرآن'' وغیرہ۔

نشر واشاعت کے میدان میں آپ کا ایک اور کارنامہ
''احکام القرآن'' کی جدید طباعت

احکام القرآن وہ آخری اہم کتاب ہے جو حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی شبانہ روز کوششوں کے بعد طبع ہو سکی اور اسی کی طباعت کے آخری مراحل میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہتے ہوئے جان جاں آفریں کے حوالہ کی۔

تمام اہل علم اس سے بخوبی واقف ہیں کہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے امت کی علمی اور عملی ضروریات کی تکمیل کے لئے توفیق خاص عطا فرمائی تھی' آپ کو اس بات کا شدید احساس تھا کہ مذہب احناف کے فقہی مسائل قرآن وسنت کے جن دلائل سے مستنبط ہیں وہ نظروں سے اس لئے اوجھل رہتے ہیں کہ فقہ حنفی کے دلائل کسی ایک کتاب میں مجتمع نہیں بلکہ مختلف کتابوں میں منتشر ہیں' اس ضرورت کے احساس کے تحت حضرت تھانوی قدس سرہ نے دو کتابیں تالیف کروائیں' احادیث وسنت کے دلائل کے لئے ''اعلاء السنن'' اور قرآنی دلائل کے لئے ''احکام القرآن''۔

احکام القرآن کی تالیف کا کام آپ نے اپنے وقت کے معتمد علیہ علماء کرام کے سپرد کیا' جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

پہلی اور دوسری منزل: حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

تیسری اور چوتھی منزل: حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہم

پانچویں اور چھٹی منزل: حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ

ساتویں منزل: حضرت مولانا مفتی محمد ادریس صاحب کاندھلوی قدس اللہ سرہ

ان میں سے دوسری اور چوتھی منزل بعض عوارض کی وجہ سے نہ لکھی جا سکی بقیہ تمام منازل متعلقہ حضرات نے پوری کر دیں چونکہ اس کتاب کی تالیف

تکمیل نہ ہو سکی تھی اس لئے تیار شدہ حصے بھی باقی ماندہ حصوں کی تکمیل کے انتظار میں طبع نہ ہو سکے یہاں تک کہ حضرت تھانوی قدس سرہ رحلت فرما گئے، حضرت کی وفات کے بعد اس قسم کے قیمتی مسودات خانقاہ کے ناظم حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانوی ﷫ کی تحویل میں تھے، انہوں نے یہ سوچا کہ بقیہ حصوں کی تالیف فی الحال تو موہوم ہے اس لئے تیار شدہ مسودہ کو بقیہ حصہ کی تکمیل کے انتظار میں طباعت سے محروم نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ خطرہ ہے کہ یہ مسودے بوسیدہ ہو کر ضائع ہو جائیں، چنانچہ حفاظت کے نقطہ نظر سے انہوں نے انتہائی محدود وسائل کے ساتھ تیار شدہ مسودات کو معمولی کتابت وطباعت کے ساتھ شائع فرما دیا۔

ان نسخوں کی کتابت وطباعت اس قدر گھٹیا اور معمولی تھی کہ حیرت ہوتی تھی کہ طباعت کے اس ادنٰی معیار کو کیسے برداشت کر لیا گیا، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ فیصلہ بھی بڑا حکیمانہ تھا ورنہ اگر اچھی کتابت اور عمدہ طباعت کے انتظار میں اس کام کو مزید التوا میں ڈالا جاتا تو اس علمی خزانہ کے ضائع ہو جانے کا بڑا خدشہ تھا، اگر خدانخواستہ اب ہوتا تو آج اس کی اشاعت ہی ممکن نہ ہوتی۔

معمولی طباعت کے باوجود قدر شناس اہل علم نے اس نسخہ کو بھی ہاتھوں ہاتھ لیا، یہاں تک کہ یہ معمولی نسخہ بھی ختم ہو کر نایاب ہو گیا۔

بالآخر مرد میدان حضرت مولانا نور احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے دل میں اللہ تعالٰی نے اس کتاب کو خوشنما طباعت کے ساتھ شائع کرنے کا داعیہ پوری قوت سے پیدا فرمایا، یہ کام بھی خاصا محنت طلب اور بڑی عرق ریزی کا تھا اس لئے کہ پہلے نسخہ میں عجلت میں شائع ہونے کی وجہ سے کتابت کی اغلاط بھی بہت زیادہ تھیں، ان کی تصحیح، عبارتوں کی ترقیم اور پھر عمدہ مونو عربی ٹائپ پر چھاپنا، ہر ایک مرحلہ مستقل درد سر تھا، لیکن حضرت مولانا موصوف ؒ نے اپنی حیات کے آخری دور میں ان تمام مراحل کو مردانہ وار طے کیا، جب یہ کام تکمیل کے بالکل آخری مراحل میں تھا اور طباعت مکمل ہونے میں صرف چند فرموں کی کسر باقی تھی کہ آپ کا آخری وقت آپہنچا اور آپ اس دار فانی سے

15 B
رحلت فرما گئے "إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ" بہر حال ''احکام القرآن'' پانچ ضخیم خوبصورت جلدوں میں مونو ٹائپ کی عمدہ طباعت کیساتھ منظر عام پر آگئی' حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہم نے اس اہم کتاب کی اشاعت پر دار العلوم کراچی کے وقیع ماہنامہ ''البلاغ'' میں باقاعدہ اداریہ تحریر فرمایا جس میں رقمطراز ہیں۔

''البلاغ'' کے صفحات میں شروع سے ایک حصہ کتابوں پر تبصرے کے لئے مخصوص ہے جس میں نئی طبع شدہ کتابوں کا تذکرہ اور ان پر تبصرہ کیا جاتا ہے' کسی کتاب کے ذکر کے لئے درحقیقت وہی حصہ موزوں ہے' لیکن دو تین مرتبہ ایسا بھی ہوا ہے کہ جب کوئی نئی عظیم الشان کتاب پہلی بار منظر عام پر آئی تو اس کی اہمیت اور اس کی اشاعت پر مسرت کے اظہار کے لئے ہم نے اس کا تذکرہ ''البلاغ'' کے ادارتی صفحات میں کیا' الحمد للہ اس وقت بھی ایک ایسی کتاب پہلی بار شایان شان طریقے پر شائع ہوئی ہے جس کا تذکرہ ان صفحات میں کرنے کو دل چاہتا ہے۔ یہ کتاب ''احکام القرآن'' ہے۔

پھر آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

بالآخر اللہ تعالیٰ نے احقر کے بہنوئی حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ کے دل میں اس کتاب کو ٹائپ کی خوشنما طباعت کے ساتھ شائع کرنے کا داعیہ پیدا فرمایا انہوں نے اپنے ادارہ ''ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ'' سے اس سے قبل بڑی گرانقدر علمی کتابیں شائع فرمائی ہیں ''اعلاء السنن'' کو ٹائپ پر شائع کرنا بھی انہی کا کارنامہ ہے' انہیں جاننے والے جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں غیر معمولی عزم اور حوصلہ عطا فرمایا تھا اور وہ مشکل سے مشکل کام کا بیڑا اٹھالیتے تو اسے انجام تک پہنچا کر چھوڑتے تھے' چنانچہ انہوں نے ''احکام القرآن'' کو خوبصورت عربی ٹائپ پر لانے کے لئے بھی بڑی محنت اٹھائی' حضرت مولانا شبیر علی صاحب ﷫ کا طبع کردہ نسخہ چونکہ بہت

عجلت میں طبع ہوا تھا اس لئے اس میں اغلاط بھی بہت سی تھیں ان کی تصحیح' عبارتوں کی ترقیم اور پھر عربی ٹائپ پر چھاپنے کی مشکلات!
حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ نے ان تمام وسائل کو بڑی عرق ریزی سے حل کیا۔

(البلاغ محرم الحرام ۱۴۰۸ھ ستمبر ۱۹۸۷ء)

یہ کتاب بھی نشرواشاعت کے میدان میں حضرت مولانا موصوف ؒ کی کوششوں کا ایک شیریں ثمرہ ہے جو انشاء اللہ آپ کے ذخیرہ حسنات میں صدقہ جاریہ ہو گا۔

اے خدا ایں سلسلہ قائم بدار
فیض او جاری بود لیل ونہار

ادارۃ القرآن شاہراہ ترقی پر

والد ماجد حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ کی رحلت کے بعد بھی ''ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ'' آپ کے مقررہ خطوط پر بہتر سے بہتر انداز میں کام کر رہا ہے برادران عزیز مولوی نعیم اشرف اور مولوی فہیم اشرف سلمہما اللہ جو جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے معروف فضلاء میں سے ہیں اور نشرواشاعت اور طباعت کے میدان میں حضرت والد ماجد سے تربیت یافتہ ہیں' اس ادارہ کا انتظام بحسن وخوبی سنبھالے ہوئے ہیں' دونوں برادران نے سلیقہ' ہنرمندی' محنت وکوشش' سعی مسلسل اور بلند حوصلگی جیسی صفات حضرت والد ماجد رحمہ اللہ سے ورثہ میں پائی ہیں' یہی وجہ ہے کہ الحمدللہ ادارۃ القرآن تیزی سے شاہراہ ترقی پر گامزن ہے۔

کمپیوٹر کتابت کا مثالی شعبہ

مونو ٹائپ کے بعد وقت کے ساتھ ساتھ ادارۃ میں کمپیوٹر کا شعبہ معیاری انداز سے قائم کر دیا گیا ہے جس کے ذریعہ نایاب علمی کتابوں کو کمپیوٹر کی اعلیٰ طباعت کے ساتھ بلاد عربیہ اور بیروت کے معیار پر شائع کیا جارہا ہے۔
اس لائن میں یہ ادارہ اپنی اعلیٰ کارکردگی کی بناء پر پاکستان بھر میں ممتاز ہے۔

ادارۃ القرآن پریس بھی ترقی کے منازل طے کر رہا ہے حال ہی میں آٹو مینک رولینڈ آفسٹ مشین (۲۶ X ۲۲) لگائی گئی ہے جو الحمدللہ ادارۃ القرآن پریس کے طباعتی کاموں میں اہم کردار ادا کر رہی ہے۔

طیبی شرح مشکوٰۃ کی طباعت

کمپیوٹر کا شعبہ قائم ہونے کے بعد ادارۃ القرآن سے متعدد کتابیں بیروت کے طرز پر نہایت اعلیٰ معیار کے ساتھ شائع ہوئیں، جن میں سب سے اہم کام علامہ طیبی کی شرح مشکوٰۃ "الکاشف عن حقائق السنن" کی بارہ جلدوں میں اعلیٰ طباعت ہے۔

یہ عظیم علمی کتاب جو شرح حدیث کا ماخذ رہی ہے سات سو سال کے عرصے میں عالم اسلام میں پہلی مرتبہ منظر عام پر آئی ہے۔

اس کے چند ہی نسخے مخطوطات کی شکل میں بازار میں مل جاتے تھے لیکن ان تک رسائی دشوار تھی، حضرت والد ماجد علیہ الرحمہ نے اس کتاب کے مختلف مخطوطات حاصل کرنے کی سعی اور جدوجہد فرمائی تھی، بڑی کاوشوں کے بعد وہ اس کے دو مخطوطے حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے۔

استاد الخطاطین حضرت مولانا سید نفیس الحسینی صاحب زید مجدہم

مولانا موصوف سے متعلق اپنے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

"اپنے آخری سفر لاہور میں وہ میرے مکان میں کئی دن فروکش رہے ' ان دنوں وہ "طیبی" کے خطی نسخے کی فوٹو اسٹیٹ کاپی لے رہے تھے اس سلسلے میں ان کی جدوجہد قابل دید تھی ' حضرت مولانا محمد مالک رحمۃ اللہ علیہ فرزند ارجمند حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے طیبی کی ایک ایک جلد لاکر فوٹو کرا کر واپس کرتے تب دوسری جلد لاتے اس طرح سارا دن اسی کام میں مشغول رہتے ' ان کی بے پناہ لگن قابل صد رشک تھی"۔

لیکن اس کتاب کی طباعت کی مہم ابھی بالکل ابتدائی مراحل میں تھی کہ آپ کا وقت آخر آپہنچا ' اس طرح یہ خواہش آپ کی حیات میں پوری نہ ہوسکی۔

رحلت کے بعد آپ کے صاحبزادگان مولوی نعیم اشرف اور مولوی فہیم اشرف سلمہما اللہ نے اس مشکل کام کا بیڑہ اٹھایا ' اور مختلف مخطوطات کے تقابل ' ترقیم 'کمپیوٹر کمپوزنگ میں پچیس مرتبہ کی تصحیح اور طباعت وتجلید کے کٹھن مراحل سے گزر کر یہ کتاب منظر عام پر آنے کے قابل ہوسکی ' اس عظیم کارنامے پر ادارۃ القرآن ' عزیزم مولوی نعیم اشرف اور عزیزم مولوی فہیم اشرف سلمہما اللہ صدہا مبارک باد کے مستحق ہیں۔

اعلاء السنن کی کمپیوٹر پر طباعت

حضرت والد ماجد نور اللہ مرقدہ کی رحلت کے بعد ادارۃ القرآن کا ایک اور عظیم کارنامہ اعلاء السنن کی جدید طبع ثالث ہے جو ایک طویل عرصہ کی کٹھن جدوجہد کے بعد دیدہ زیب لباس میں عنقریب آرہی ہے۔

اعلاء السنن کی یہ جدید طبع ثالث درج ذیل خصوصیات کی حامل ہے۔

۱- جدید اعلیٰ کمپیوٹر کمپوزنگ

۲- سابقہ طبعات کی اغلاط کی اصلاح

۳- احادیث کی ترقیم

۴- ہر صفحہ پر بحث کا عنوان

۵- موزوں مناسب سائز یعنی ۲۰X۳۰

۶- عمدہ کاغذ بہترین طباعت اعلیٰ تجلید

ادارۃ القرآن کا یہ کارنامہ بھی سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے، دونوں برادران حفظہما اللہ اس سلسلے میں بھی صدہا ہزار مبارک باد کے مستحق ہیں کہ اعلاء السنن کے تیسرے احیاء کی سعادت ان کے حصے میں آئی خدا کرے کہ اگلے قدم پر فقہ کے عظیم ماخذ المحیط البرھانی جس کے مخطوطے جمع کرنے کا محنت طلب اہم کام حضرت والد صاحب ﷺ کی حیات میں خاصی حد تک ہوچکا تھا اور بعد میں بھی جاری رہا اور اب کئی سال سے اس کی تحقیق و ترقیم، کمپوزنگ اور تصحیح کا کٹھن کام جاری ہے بہتر سے بہتر انداز میں جلد از جلد سامنے آئے، وما ذلك على الله بعزيز، اس عظیم فقہی انسائیکلوپیڈیا کی طباعت (جو اندازاً تیس جلدوں پر مشتمل ہوگی) انشاء اللہ علمی دنیا میں ایک بے مثال کارنامہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آسان فرمائے۔ آمین

ادارۃ القرآن کی مزید اہم علمی مطبوعات

۱- كتاب الأصل المعروف بالمبسوط للامام محمد رحمه الله.
(پانچ جلد)

۲- الجامع الصغير للامام محمد مع شرحه النافع الكبير للعلامة اللكهنوى

۳- المبسوط للسرخسى (۳۱ اجزاء مع الفهارس)

۴- الفتاوى التاتارخانيه **(پانچ جلد)**

۵- الاشباه والنظائر لابن نجيم مع شرحه غمز عيون البصائر للحموى

٦- الديباج شرح مسلم للسيوطی

٧- كشف الحقائق شرح كنز الدقائق

٨- العقائد الوثنية في الديانة النصرانية

٩- كتاب الديات لأبی عاصم الضحاك

١٠- غنية الناسك في بغية المناسك

١١- عنوان الشرف الوافي

١٢- الكوكب الدری علی الجامع للترمذی (۴ جلد' ٹائپ)

١٣- نيل الأوطار للشوكانی (۸ جلد)

١٤- النكت الطريفة في التحدث عن ردود ابن أبی شيبة علی أبی حنيفة للعلامة الكوثری

١٥- كتاب الآثار للامام محمد مع الإيثار لابن حجر

١٦- قواعد في علوم الحديث

١٧- الفهرس الموضوعی لآيات القرآن الكريم

١٨- مجموعة رسائل الكشميری (۴ جلد' ٹائپ)

"مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر چند کتابوں کے نام ذکر کر دیے گئے ورنہ ادارۃ القرآن کی نادر علمی اور تحقیقی مطبوعات کی فہرست خاصی طویل ہے۔

ادارۃ القرآن کی خدمات کے اعتراف میں
مولانا ظفر احمد انصاری ؒ کا
مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد ؒ کے نام ایک مکتوب

محترم و مکرم جناب مولانا نور احمد صاحب مدیر ادارۃ القرآن زید مجدکم

بعد سلام مسنون!

آپ کی حالیہ مطبوعات الاشباہ و النظائر امام محمد کی الجامع الصغیر اور مبسوط دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ آپ ہمارے عظیم دینی لٹریچر کی گرانقدر کتب جو نایاب یا کمیاب ہیں شائع کر رہے ہیں، خصوصاً اس زمانے میں جب باہر سے دینی کتابیں منگوانا خاصا مشکل ہوگیا ہے، اہل علم کے لئے یہ بڑی مفید خدمت ہے جو آپ انجام دے رہے ہیں چند سال قبل اعلاء السنن جیسی بلند پایہ تصنیف طبع کر کے آپ نے نہ صرف اہل پاکستان کو اپنے ایک عظیم المرتبت عالم دین کی بیش بہا تصنیف سے وسیع پیمانے پر استفادہ کا موقع فراہم کیا بلکہ دنیائے اسلام کے علماء و محققین کو بھی یہ اندازہ ہوا کہ ہمارے یہاں کے علماء کرام نے کیسے کیسے عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں۔

پاکستان کے گوشے گوشے میں ایسے ایسے نادر مخطوطات پڑے ہوئے ہیں کہ اگر ان کی اشاعت کا خاطر خواہ اہتمام ہوا تو علم کی، دین کی، پاکستان کی اور عالم اسلام کی بڑی خدمت ہوگی۔

اللہ پاک آپ کو مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔

محمد ظفر احمد انصاری

۱۴/شوال ۱۴۰۵ھ

۲/جولائی ۱۹۸۵ء

ادارۃ القرآن مشاہیر کی نظر میں

شیخ عبد الفتاح أبو غدة الحلبی

حفظه الله ورعاه

الحمدلله رب العالمين، والصلاة والسلام على سيدنا محمد، وعلى آله وصحبه أجمعين.

وبعد، فقد زرت إدارة القرآن والعلوم الإسلامية التي نهضت لطباعة الكتب النفيسة النافعة، وكان في مقدمتها طبع كتاب "إعلاء السنن" لمولانا وشيخنا العلامة الجليل الشيخ ظفر أحمد التهانوى رحمه الله تعالى، ثم توجهت إلى إحياء الكتب الكبرى كالمحيط البرهانى وشرح الطيبي على المشكاة وغيرها فذلك عنوان سمو مقصدها ونيل غايتها، وقدقام بذلك أبناء الأخ الكريم والعلامة الجليل مولانا شيخ نور أحمد رحمه الله تعالى وارثين علو الهمة من والدهم وتزيدهم عزمات الشهاب والعشق للعلم قوة واندفاعا فجزاهم الله خيرا وبارك فيهم وجزاهم على العلم وأهله والدين والإسلام خير الجزاء، وقد زادوا الهمة في ترقية الطباعة لما طبعوه ليكون شاهدا على تقدير العلم وأهله ولئلا

يكونوا متاجرين بكتب الدين والعلم تجارة غير كريمة، فالله المرجو أن يتولاهم ويرعاهم ويزيدهم من فضله وتوفيقه لينشروا نفائس آثار العلماء فيكونوا لهم من أبر الأبناء، والله ولي المتقين والحمدلله رب العالمين.

كتبه عبدالفتاح أبو غدة
في ٩/ ٦/ ١٤١٣هج

يقول العبد الضعيف عبد الفتاح بن أبي غدة الحلبي بلدا والحنفي مذهبا: قد سقت نفسي وكحلت عيني بزيارة "إدارة القرآن والعلوم الإسلاميه" التي أسّسها أخي وصديقي فضيلة الشيخ نور أحمد رحمه الله تعالى وأكرمه برضوانه وأجزل لأنجاله السائرين على خطاه في نشر العلم واشاعته خير الجزاء، فسرني علو همتهم وشمم عزيمتهم في نشر الكتب النفيسة مطبوعها ومخطوطها، فالله المرجو أن يتقبل منهم ومن والدهم الراحل هذا الجهد المشكور، ويجزل لهم الأجر عنده ويجعلهم خير خلف لخير سلف، ويوفقهم لنشر الآثار النافعة ليزيدهم الله بركة وتوفيقا حيال عنايتهم ورعايتهم لكتب العلم والدين والله يتولى الصالحين، والحمدلله رب العالمين.

وكتبه عبد الفتاح
أبو غدة في كراتشي
٢٥/ ٧/ ١٤٠٩هج

حضرت مولانا محمد ایوب جان بنوری صاحب زید مجد ھم
بانی و مہتمم دارالعلوم سرحد پشاور

الحمدللہ کہ مجھے "ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ" کے دیکھنے کا اتفاق ہوا' ماشاء اللہ کام اور نظم ونسق بہت عمدہ ہیں' اللہ تعالیٰ بانی ادارہ (حضرت مولانا نور احمد ؒ) کو درجات رفیعہ سے نوازیں کہ انہوں نے محنت فرما کر اپنے لئے زاد آخرت اور ہم اہل علم کے لئے ایک عظیم دینی ادارہ قائم فرمایا' خداوند کریم سے دعا ہے کہ اس مخلصانہ کوشش کو قبول فرماویں اور مولانا کے صاحبزادگان میں اتفاق واتحاد اور مزید خلوص پیدا فرماویں۔

حضرت مولانا محمد عبد الرشید نعمانی صاحب مد ظلہم

"جناب مولانا نور احمد صاحب ؒ گوناگوں صلاحیتوں کے مالک تھے ان کے اہم کارناموں میں ادارۃ القرآن کی تأسیس بھی ہے جو مولانا کا صدقہ جاریہ ہے' یہاں سے حدیث وفقہ کی وہ علمی کتابیں شائع ہو رہی ہیں جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستی تھیں' فقہ میں محیط برہانی' حدیث میں مشکوٰۃ کی شرح طیبی وغیرہ' اللہ تعالیٰ اخلاف کو اخلاص سے نوازے اور مزید اشاعت کی توفیق دے آمین"۔

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام اقبالہم

"ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ ہمارے ملک کا وہ ممتاز اور منفرد اشاعتی ادارہ ہے جس نے پہلی بار ملک میں عربی زبان کے ان قدیم علمی ذخائر کو جدید عصری انداز میں شائع کرنے کا بیڑہ اٹھایا ہے جو یا تو پہلے کبھی شائع نہیں ہوئے یا ایک آدھ مرتبہ شائع ہو کر نایاب ہو گئے' ہمارے قدیم علمی ورثہ کی بہت سی وہ کتابیں جو اب تک صرف مخطوطات کی شکل میں تھیں اور جن کے قلمی

نسخے دنیا کی گنی چنی لائبریریوں میں موجود تھے "ادارۃ القرآن" نے ان کو محنت شاقہ کے بعد حاصل کر کے تحقیق وتفصیل کے اہتمام کے ساتھ ایک معیار پر شائع کیا ہے جو عرب ممالک کی مطبوعہ کتب کا مقابلہ کر سکتا ہے ان کتابوں میں وہ ضخیم کتب بھی شامل ہیں جو دس دس یا اس سے زائد جلدوں پر مشتمل ہیں 'ادارہ کی شائع کردہ کتب میں خاص طور پر "اعلاء السنن ۲۱ جلد" "مصنف ابن ابی شیبہ ۱۵ جلد" "احکام القرآن للتھانوی" "کتاب الاصل للشیبانی" "المبسوط للسرخسی ۳۱ اجزاء" وغیرہ وہ عظیم الشان کتابیں ہیں جن کو اس شکل میں دیکھنے کے لئے اہل علم عرصہ سے مشتاق تھے لیکن ان کی ضخامت کی بناء پر بڑے بڑے ناشرین بھی ان کی اشاعت کی ہمت نہیں کرتے تھے۔

اس وقت بھی میری معلومات کے مطابق جن جلیل القدر کتب پر کام ہو رہا ہے ان میں "المحیط البرھانی" "شرح مشکوۃ طیبی" بھی شامل ہیں 'جن کی اشاعت بڑی بڑی اکیڈمیوں کے کرنے کا کام تھا 'لیکن یہ ادارہ تنہا یہ عظیم کام انجام دے رہا ہے 'اس لحاظ سے یہ ادارہ بلاشبہ ملک کے لئے مایہ ناز اور مایۂ فخر ہے۔

اللہ تعالیٰ اس ادارہ کی کوششوں میں برکت عطا فرمائے اور اس کے عظیم منصوبوں کی تکمیل میں آسانی فرمائے (آمین) ۲۶/ ۸/ ۱۴۰۸ھ

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم نے حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ سے متعلق اپنے مضمون میں بھی ادارۃ القرآن کا تذکرہ کرتے ہوئے کئی صفحات تحریر فرمائے ہیں جو اسی سوانح میں ان کے مضمون میں دیکھے جا سکتے ہیں 'یہاں اس کے صرف ایک اقتباس پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

> "آخر عمر میں اللہ تعالیٰ نے ان (حضرت مولانا نور احمد صاحب مرحوم) سے دینی علوم کی جو عظیم خدمات لی وہ اپنی پائیداری اور اثرات کے لحاظ سے ایسی خدمت ہے کہ اگر ان کی زندگی میں ایک ہی کارنامہ انجام پایا ہوتا تو شاید ان کی سعادت وفضیلت کے لئے کافی

تھا' انہوں نے ''ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ'' کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم فرمایا......

بہر کیف! ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کے ذریعہ نایاب عربی کتابوں کی اشاعت کا جو عظیم کارنامہ انہوں نے انجام دیا ہے اور ملک کے طباعتی واشاعتی حلقوں میں جو نئی طرح ڈالی ہے وہ ان کے حسنات زاخرہ کا بڑا روشن باب ہے''۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب مدظلہم

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کے موسس وبانی اور مالک ومدیر جناب مولانا نور احمد صاحب زید مجدہم حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کے نسبتی فرزند (داماد) ہیں' موصوف بلا کے ذہین وطباع' ذکی ومدبر اور فعال کارکن ہیں' قدرت نے انہیں معاملہ فہمی اور حسن انتظام کا خاص سلیقہ بخشا ہے' ایک عرصہ تک دارالعلوم کورنگی کے ناظم رہے اور دارالعلوم کو چار چاند لگائے' ابھی کچھ عرصہ پہلے انہوں نے ''ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ'' قائم کیا جس کا مقصد قرآن کریم اور علوم اسلامیہ کی نشرواشاعت تھا' اس وقت خیال بھی نہ تھا کہ یہ ادارہ اتنی ترقی کریگا کہ واقعی اسم بامسمی ثابت ہوگا' لیکن دیکھتے ہی دیکھتے اس ادارہ کی جانب سے ایسے علمی جواہر کی اشاعت ہوئی کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوئی۔ (بینات شعبان ۱۴۰۶ھ)

مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب دام اقبالہم

قاضی شریعت دارالقضاء مرکزی امارت شرعیہ

بہار واڑیسہ ہندوستان

آج مورخہ ۲۵/جولائی ۱۹۸۹ء کو ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی' علم وتحقیق کے اس فقدان عہد میں جو اہم

علمی خدمات اس ادارہ کے ذریعہ انجام دی جارہی ہیں ' اسے دیکھ کر جو سرور وانبساط کی کیفیت قلب پر طاری ہوئی ہے اس کے اظہار کے لئے ہمارے پاس الفاظ نہیں ' اعلاء السنن ' احکام القرآن ' اصح المصاحف جیسے اہم علمی اور دینی کارناموں کے بعد طیبی شرح مشکوۃ کا کام جاری ہے ' اور فقہ اسلامی کی معرکۃ الاراء اور نادر کتاب محیط برہانی کے متعدد نسخے جمع کرلئے گئے ہیں ' امید ہے کہ مستقبل قریب میں صدیوں سے نایاب یہ ذخیرہ علماء کی نظروں کے سامنے آئے گا ' اللہ تعالیٰ منتظمین کو اجر جزیل عطا فرمائے آمین

قاری سعید الرحمٰن صاحب مدظلہم راولپنڈی

آج مورخہ ۱۷/ شعبان ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۰/ فروری ۱۹۹۳ء ادارۃ القرآن میں حاضری کا شرف حاصل ہوا ' یہ ادارۃ القرآن حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ کی پرخلوص محنت جدوجہد اور علوم اسلامیہ کے نشرواشاعت سے لگن کا مظہر اور نتیجہ ہے ' حضرت مرحوم کی زندگی مسلسل جدوجہد اور محنت کا نام تھا اکابر کی تصنیفات کی اشاعت کا خاص ذوق تھا ' چھوٹے سے عرصہ میں اس ادارہ نے مختلف علوم کی اشاعت وطباعت میں بلند مقام حاصل کیا ہے ' اور خوشی اس بات کی ہے کہ حضرت مرحوم کے صاحبزادگان مرحوم کے نقش قدم پر چل رہے ہیں ' اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور صاحبزادگان کو مزید خیروبرکت کی توفیق عطا فرمائے اور اس ادارہ کو ظاہری ' باطنی ' روحانی ترقیات سے سرفراز فرمائے۔

رئیس الخطاطین

حضرت مولانا سید انور حسین شاہ نفیس الحسینی مدظلہ العالی

"آج مورخہ ۱۱/ شعبان المعظم ۱۴۱۳ھ کو ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی ' ادارہ میں نئی نئی مطبوعات وجود میں آرہی ہیں

مخدوم ومکرم حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ کے اخلاف کرام ان کے کام کو آگے بڑھا رہے ہیں' طبیعت یہاں آکر بے حد مسرور ہوئی' اللہ تعالیٰ ان عزیزوں کے کام میں برکت عطا فرمائے''۔

کرنل قاری فیوض الرحمٰن صاحب مدظلہم

آج مجھے حضرت مولانا نور احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے عظیم ادارہ ''ادارۃ القرآن'' میں آکر اور ادارہ کی عظیم مطبوعات دیکھ کر انتہائی مسرت ہوئی' کمپیوٹر کی منفرد طباعت دیکھ کر اس مسرت میں مزید اضافہ ہوا' اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے اخلاف سے اپنے دین کے نشر واشاعت کے سلسلہ میں عظیم خدمات لیں اور امت مسلمہ کو اس عظیم اور قیمتی سرمایہ سے بھرپور استفادہ کرنے کی توفیق بخشیں (آمین)

حضرت مولانا عبید الحق صاحب

خطیب بیت المکرم جامع مسجد ڈھاکہ بنگلہ دیش

''حضرت مولانا نور احمد صاحب'' کا آخری کارنامہ ادارۃ القرآن کی تأسیس ہے' اس کے ذریعہ آپ نے علم وتحقیق کی دنیا میں جو احسان کیا وہ ناقابل فراموش ہے اللہ کا شکر ہے کہ ان کے لائق اخلاف کامیابی کے ساتھ اس ورثہ کی صرف حفاظت نہیں بلکہ غیر معمولی ترقی دینے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں' دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس ادارہ کو اپنے مقاصد واہداف میں مزید توفیق سے نوازے اور دین وآخرت میں اجر جزیل عطا فرمائے۔

محترم ملک عبد الحفیظ صاحب

خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

''ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ'' کراچی میں حاضری ہوئی' دل بہت

ہی خوش ہوا ماشاء اللہ حسن انتظام سے اس ادارہ کے بانی حضرت مولانا نور احمد نور اللہ مرقدہ کی یاد تازہ ہوگئی اور جس احسن انداز سے ان کے فرزندگان اس ادارہ کو لے کر چل رہے ہیں یقیناً اس سے ان کی روح خوش ہو رہی ہوگی۔

حضرت مولانا سے اس سیاہ کار کا بہت پرانا تعلق ہے جبکہ ۱۹۶۴ء میں تبلیغی جماعت میں ایک سال لگا رہا تھا' اس کے بعد لگاتار مختلف مواقع پر ملاقاتیں ہوتی رہیں۔

جب یہ ادارہ ابتدا میں حضرت مرحوم نے شروع کیا تو اس سیاہ کار کو خاص طور سے مدرسہ بنوری ٹاؤن سے لے کر آئے اور اپنے آئندہ عظیم منصوبوں کے بارے میں تفصیل سے آگاہ فرمایا' اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ درجات عطا فرمائے' یہاں کے شائع کردہ کتابیں وقرآن مجید ان کے لئے صدقہ جاریہ بنائے اور ان کے فرزندگان کو اپنے دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائے' آپس میں اتفاق ومحبت ہمیشہ قائم رکھے اور ان کے والد صاحب رحمہ اللہ کی خواہش کے مطابق ان سب کو ہمیشہ علم ودین میں ہی لگائے رکھے اور سب کو اخلاص وقبولیت تامہ سے سرفراز فرمائے آمین۔

ادارۃ القرآن نشرواشاعت کے میدان میں اپنی ہمہ گیر متنوع علمی خدمات کی بناء پر مستقل تصنیف کا تقاضا کرتا ہے' اس مختصر سوانح میں مزید تفصیل کی گنجائش نہیں اس لئے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

یا رب ایں تعمیر محکم تا ابد معمور باد
چشم بد از دامن جاہ وجلالش دور باد

16
F

مؤتمر عالم اسلامی کے پلیٹ فارم سے عالم اسلام کے لئے آپ کی خدمات

""مؤتمر العالم الاسلامی"" جو مسلمانان عالم کی ایک تاریخی اور مشہور تنظیم ہے' اس میں شامل ہو کر حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ نے ایک طویل عرصہ تک مختلف جہات میں ہمہ گیر خدمات انجام دیں' آپ ""مؤتمر"" کے شعبہ ""دعوت وارشاد"" کے اعزازی ڈائریکٹر تھے ""مؤتمر"" میں آپ کی بیشتر خدمات اسی شعبے سے متعلق ہیں' آپ نے مختلف دینی موضوعات پر اردو' عربی' انگلش وغیرہ متعدد زبانوں میں لٹریچر چھپوا کر ملک وبیرون ملک تقسیم کروایا' یہ لٹریچر کبھی ""موتمر"" کے نام سے شائع کیا جاتا' کبھی حسب مصلحت مختلف انجمنوں' اداروں یا اشخاص کے نام سے' یہ لٹریچر آپ کی کوششوں سے بلاد اسلامیہ کے علاوہ یورپ وامریکہ اور مسلم اقلیتی ممالک میں بھی ہے' جہاں مسلمان قرآن کریم دیکھنے کو ترستے ہیں اور آٹھ آٹھ دس دس بچے قرآن کریم کے صرف ایک نسخہ سے تعلیم حاصل کرتے ہیں ایسے متعدد علاقوں میں آپ نے بڑی تعداد میں قرآن کریم بھیجنے کے انتظامات کئے۔

اس قسم کے تمام لٹریچر کی نشرواشاعت پر ""مؤتمر"" اور دوسرے اہل خیر کی رقم تو صرف ہوتی ہی خود آپ کا ذاتی سرمایہ بھی خاصا خرچ ہو جاتا' عملی کوششیں اور ریاضتیں اپنی جگہ تھیں۔

خود مؤتمر عالم اسلامی کراچی کے سیکرٹری محترم جناب افضال مبین صاحب ""روزنامہ جنگ"" میں حضرت مولانا مرحوم سے متعلق اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:۔

> ""مولانا مرحوم کا حلقہ احباب انتہائی وسیع تھا گذشتہ پندرہ سال سے مؤتمر عالم اسلامی کے شعبہ دعوت وارشاد کے اعزازی ڈائریکٹر کی

16 B

حیثیت سے امت مسلمہ کی مشکلات و مسائل کے حل کے لئے
"مؤتمر" کے مقاصد کو آگے بڑھانے میں نمایاں کردار ادا کیا' آپ
نے اپنی ذاتی کوششوں اور نجی سرمائے سے اسلام کا دینی اور تبلیغی
لٹریچر بڑے پیمانے پر دوسرے ممالک میں تقسیم کرایا' آپ کی خدمات
کا اعتراف عرب و عجم کے اکثر اہل علم اور "موتمر" کے اکابرین نے کیا
ہے"۔

(جنگ کراچی بدھ ۱۲/ جمادی الثانی ۱۴۰۷ھ
۱۱ فروری ۱۹۸۷)

والد ماجد حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ کی اس قسم کی تمام خدمات ہمہ گیر تو اس قدر ہوتیں کہ گھر کا ایک فرد ہونے کے باوجود آج یہ راقم الحروف پوری کوشش کے بعد بھی اس پر قادر نہیں کہ آپ کی ان خدمات کا مختصر جائزہ بھی پیش کر سکے اور گمنامی و بے نفسی کا یہ عالم ہوتا کہ نہ کوئی خبر چھپتی نہ کوئی تشہیر ہوتی 'کبھی نام سامنے آتا بھی تو دوسروں کا' اور کام آپ تن تنہا ایسے بڑے بڑے اور مشکل کر جاتے کہ بڑی بڑی انجمنوں اور اداروں کو ان کے تصور سے پسینہ آجائے۔

رفع الله درجاته في اعلى عليين

اشتراکیت کے خلاف فتوے کے سلسلے میں جلیل القدر علماء حرمین سے آپ کی خط و کتابت

حضرت صاحب السماحة الشيخ عبدالله بن حميد (حفظه الله ورعاه)
رئيس مجلس القضاء الأعلى والرئيس العام للاشراف الديني على المسجد الحرام

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته. وبعد

ماقولكم- أثابكم الله- في النحلة الحديدة التي تسمى نفسها

الاشتراكيه وتضيف إلى اسمها الصفة الإسلامية لتكون "الاشتراكية الإسلامية" ويدعى الدعاة إليها أن هذه الاشتراكية تضم معانى الخير والمساواة التى يدعو إليها الإسلام كما تضم معانى الاشتراكية الماركسية المعروفة، ونظراً إلى ان فى أحد البلدان الإسلامية يوجد حزب جعل مبدأه الاشتركية الإسلامية، مستطيرا وخدعة مستورة، فإن الإسلام ليس بمحتاج إلى أن يستعير المبادئى من الخارج ويضم إلى مبادئه مبدأ أجنبياً، ويبدو أن الدعوة التى يسمونه الاشتراكية الإسلامية لم يقصد بها إلا تضليل الرأى العام الإسلامى وإرضاء ما فى أنفس هؤلاء الدعاة من الدعوة إلى الاشتراكية البحتة.

ونظراً إلى أن كلمة صريحة واضحة فى هذا الباب تصدر من سماحتكم ستكون ذات نفع عظيم وتتلقى قبولا وتأثيرا فى مسلمى ذلك البلد، فنلجأ إليكم مستفتين آملين فى أن ينفع الله بكم الإسلام والمسلمين،

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

نور أحمد

مدير قسم الدعوة والإرشاد

مؤتمر العالم الإسلامى

باكستان

جواب الشيخ عبدالله بن حميد

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على أشرف الأنبياء

والمرسلين نبينا محمد وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد.

فقد ورد إلينا سوال من الأخ الفاضل الأستاذ نور أحمد مدير قسم الدعوة والإرشاد في كراتشى باكستان عن الاشتراكية وموقف الإسلام منها، وهل هناك مايسمى بالاشتراكية الإسلامية؟

ونقول- مستعينين بالله سبحانه وتعالى سائلينه المعونة والتوفيق والسداد- : يعانى المسلمون في هذه العصور من مشاكل عدة في كافة مجالات الحياة.......الخ

والله الموفق والهادى إلى سواء السبيل، وصلى الله على محمد وآله وصحبه وسلم.

عبدالله بن حميد

رئيس مجلس القضاء الأعلى

والرئيس العام للاشراف الدينى على المسجد الحرام

جواب إمام الحرم الشريف

محمد بن عبدالله بن السبيل حفظه الله تعالى

الحمدلله وحده والصلاة والسلام على من لانبى بعده، وبعد، فقد طلب منى فضيلة الشيخ نور أحمد- مدير الدعوة والإرشاد لموتمر العالم الإسلامى في باكستان وأمين عام دعوة الحق وإدارة القرآن والعلوم الإسلامية في كراتشى- أن أكتب كلمة في موضوع الاشتراكية وما حكم الإسلام فيها، جوابا على

سواله المقدم لعلماء الحرم الشريف بمكة المكرمة فأجبته إلى ذلك ولما اطلعت على كتابة سماحة شيخنا ووالدنا الشيخ عبدالله بن محمد بن حميد رئيس مجلس القضاء الأعلى والرئيس العام للاشراف الدينى على المسجد الحرام رأيت كتابته حفظه الله– في هذا الموضوع كافية وافية بالمقصود لما اشتملت عليه من الأدلة النقلية والعقلية فرأيت الاكتفاء بها، ولأن ما جاء فيها هو الذى نعتقده وندين الله به، ونسأل الله عزوجل أن يوفق المسلمين لفهم كتاب ربهم وسنة نبيهم والعمل بها، والله الموفق والهادى إلى سواء السبيل، وصلى الله وسلم وبارك على سيدنا محمد وعلى اله وصحبه أجمعين.

قال ذلك وكتبه محمد بن عبدالله بن سبيل

إمام الحرم المكى الشريف ونائب الرئيس العام للاشراف

الدينى على المسجد الحرام

حرر في ٩ / ١٠ / ١٣٩٧ هج

جہاد افغانستان کے لئے آپ کی عظیم خدمات

۱۹۷۹ء میں افغانستان میں روسی فوجیں داخل ہوگئیں وہاں کی آزادی سلب کرلی گئی اس کے نتیجے مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے گئے وہاں سمرقند وبخارا کی داستانیں دہرائی جانے لگیں پورا عالم اسلام وہاں کے اذیتناک حالات کی وجہ سے اضطراب کا شکار اور افغانستان کے مستقبل سے مایوس نظر آنے لگا۔

لیکن ان سنگین حالات میں بھی وہاں کے دلیر عوام نے ہمت نہ ہاری اور اہل حق کی ایک بڑی جماعت موت وزیست سے بے پرواہو کر روس جیسی سپر طاقت کے سامنے سینہ سپر ہوگئی اس وقت عالم اسلام کو مجاہدین کی اس جماعت سے کوئی بڑی امید وابستہ نہ تھی بلکہ دنیا کی نظروں میں تو یہ جماعت جنونیوں کے ایک ایسے ٹولے کی حیثیت رکھتی تھی جس نے خود اپنے ہاتھ سے اپنی ہلاکت کے اسباب جمع کرنے شروع کر دیئے تھے۔

لیکن ان اولوالعزم سرفروشان اسلام نے اپنے جذبہ ایمانی سے جان ومال اور عزت وآبرو کا نذرانہ دیکر شجاعت وبسالت کی وہ داستانیں رقم کیں کہ بدر وحنین کی یادتازہ ہوگئی' اپنی بے سروسامانی کے باوجود کچھ ہی عرصہ میں ان مجاہدین نے وہ محیرالعقول کارنامے انجام دیئے کہ دنیا انگشت بدنداں رہ گئی' جس ملک نے سب سے پہلے ان مجاہدین کی پشت پناہی کی وہ پاکستان کی مملکت خداداد تھی' باری تعالٰی کی رحمت شامل حال ہوئی اور مجاہدین کی قوت بڑھنی شروع ہوگئی۔

اللہ تعالٰی نے مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ کے دل میں مجاہدین کی مدد کرنے' جہاد افغانستان کے لئے وسائل واسباب مہیا کرنے اور اس مبارک جہاد کو وسیع تر کرنے کا داعیہ اس زمانے میں بڑی شدت سے

پیدا فرمایا جب یہ اپنے بالکل ابتدائی مراحل میں تھا اور پاکستان میں عوام تو عوام خواص میں بھی اس جہاد کی زیادہ شہرت نہ ہوئی تھی چنانچہ معروف لوگوں میں آپ سب سے پہلے کمربستہ ہو کر اس مہم میں لگ گئے اور اپنا بیشتر وقت اس عظیم جدوجہد کے لئے وقف کر دیا' جذبہ اور لگن کا یہ عالم تھا کہ آپ کو اس مہم کے دوران جان و مال کی پرواتھی نہ آرام و راحت کا خیال' جہاد افغانستان کے لئے آپ کی فکر اور بے خودی دیکھ کر بعض لوگوں نے اس خیال سے کہ اب روس افغانستان میں آچکا' اس سپر طاقت کو وہاں سے بھگانا خام خیالی اور ناممکن ہے کسی طرح پاکستان ہی کو بچانے میں کامیاب ہو جائیں تو بساغنیمت ہے اشارۃً کنایۃً مزاق بھی اڑایا کہ اب کیا ہو سکتا ہے؟ مولانا نہ جانے کس مہم میں لگے ہوئے ہیں؟ لیکن آپ نے اس قسم کی باتوں کی کوئی پروانہ کی اور اپنے کام میں لگے رہے۔

طارق چوبہ کنارہ اندلس سفینہ سوخت
گفتند کار تو بہ نگاہ خرد خطاست

جہاد افغانستان کے لئے آپ کی مساعی پیہم اور شب و روز تھیں اور وہ جس قدر ہمہ گیر اور وسیع تھیں ان کا اندازہ آسان نہیں' ایک طرف آپ نے اس کو عوام و خواص میں متعارف کروایا تو دوسری طرف اہل علم اور طلبہ علوم دینیہ کو اس کی طرف متوجہ کیا' ان کے سامنے اس کی اہمیت کو اجاگر کیا' پھر جہاں آپ نے مجاہدین کی خود بھی ہر طرح سے امداد و اعانت کی وہاں اپنے وطن کے اہل ثروت کی بھی اس کار خیر کی طرف توجہ دلائی ان کے لئے چندہ جمع کرنے کے لئے آپ نے ملک و بیرون ملک متعدد سفر کئے' سعودی عربیہ اور مختلف خلیجی ممالک کا ایک طویل سفر آپ نے ''جمعیت اسلامی افغانستان'' کے سربراہ اور موجودہ صدر اسلامی افغانستان محترم پروفیسر برہان الدین ربانی صاحب اور دوسرے سرکردہ افغانی رہنماؤں کو ساتھ لے کر کیا' آپ کی انتھک کوششوں سے اس سفر میں مجاہدین افغانستان کے لئے لاکھوں روپے کی رقم حاصل ہوئی'

بات صرف اس سفر کی حد تک محدود نہیں بلکہ آپ نے جہاد اسلام کی اس تحریک کی کامیابی کے لئے ان گنت سفر کئے اگر یوں کہا جائے کہ اس جہاد کو کامیاب بنانے کے لئے محض آپ کی کوششوں سے جو رقم حاصل ہوئی وہ لاکھوں سے متجاوز ہے تو مبالغہ نہ ہو گا پھر آپ نے اپنی اس اعانت کے لئے مجاہدین کی کسی مخصوص جماعت کو خاص نہ کیا بلکہ آپ نے ہر اس جماعت کی اعانت ونصرت کو اپنا فرض اولین سمجھا جس کے بارے میں آپ کو یہ اندازہ ہوا کہ یہ جماعت اخلاص کے ساتھ کام کر رہی ہے اور جہاد کے اس عظیم سلسلہ کو آگے بڑھانا چاہتی ہے مجاہدین افغانستان کو اسلحہ کی فراہمی کے لئے بھی آپ نے قابل قدر کوششیں کیں' ان دونوں کاموں کے لئے آپ نے ''موتمر عالم اسلامی'' اور ''رابطہ العالم الاسلامی'' کا پلیٹ فارم بھی استعمال کیا۔

پھر آپ کی یہ ہمیشہ خواہش رہی کہ مجاہدین کی تنظیموں میں اتحاد رہے اور وہ اختلاف وافتراق کا شکار ہوکر دشمن کے لئے لقمہ تر نہ بن جائیں' چنانچہ اس سلسلہ میں آپ نے متعدد کامیاب کوششیں بھی کیں۔

جہاد افغانستان کے سلسلے میں عالم اسلام کی مختلف شخصیات سے رابطہ کرنے کے لئے بین المدن والممالک آپ جو ان گنت فون کیا کرتے تھے محض ان کا ماہانہ خرچ جو خالص آپ کا ذاتی ہوتا ہزاروں میں تھا۔

جذبہ جہاد آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ہمیشہ شہادت کی تمنا کرتے تھے' نم آلود نگاہوں اور رقت آمیز آواز کے ساتھ آپ سے بار بار نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان سنا "والذی نفسی بیدہ لوددت أن أقتل في سبیل اللہ ثم احیی ثم أقتل ثم أحیی ثم أقتل"

(اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے مجھے اس کی تمنا ہے کہ میں اللہ کے راستے میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر

زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں[1])

جہاد فی سبیل اللہ نصب العین تھا ان کا
شہادت کو ترستے تھے سراپا آرزو ہو کر

جہاد افغانستان کے لئے آپ کی موثر خدمات کے بارے میں معروف شخصیات کا اعتراف

محترم پروفیسر برہان الدین ربانی

صدر جمہوریہ افغانستان کی نظر میں

اسلامی جمہوریہ افغانستان کے صدر اور جمعیت اسلامی افغانستان کے سربراہ محترم جناب پروفیسر برہان الدین صاحب حضرت مولانا نور احمد قدس سرہ کے لئے جو جذبات و احساسات رکھتے ہیں ان کا کسی قدر اندازہ اس خاموش مجاہد کی رحلت پر برادر عزیز مولوی فہیم اشرف نور سلمہ اللہ کے نام ان کے مکتوب کے اس اقتباس سے ہو سکتا ہے۔

"ومما لاجدال فيه أن مولانا نور أحمد رحمه الله كان من خيرة العلماء الذين كرسوا حياتهم لخدمة الإسلام والمسلمين، أن المغفور له عندما التقيت به في أول لقاء بيني وبينه بمدينة بشاور عندما زار المجاهدين بعد أن علم بانقلاب شيوعي في

[1] سنن النسائی (ج ٦ ص ٣٢) باب تمنی القتال فی سبیل اللہ تعالی حدیث نمبر ٣١٥٢-

أفغانستان وجدته وفيا يعمل ليلا ونهارا لخدمة الإسلام ولا يريد من ذلك جزاء ولا شكورا ولا يعلم أحد حتى اليوم أن مولانا المرحوم كم قدم من ماله الشخصي لصالح القضية الأفغانية وأتذكر أن نفقة التليفونات التي كان يستخدمها للاتصالات الخارجية والداخلية لصالح القضية الأفغانية في سنة واحدة تفوق عشرات الآلاف وكم قام بأسفار داخل باكستان وخارجها داعيا المسلمين للوقوف مع المجاهدين.

ولا أنسى هذا السفر الطويل الذي رافقني الشيخ رحمه الله عليه في الدول الخليجية والسعودية وعدد من الدول الإسلامية الأخرى داعيا الشعوب الإسلامية وحكوماتها للوقوف مع المجاهدين ودعم الجهاد وكان له مواقف جريئة حينما كان يلتقي بعض زعماء المسلمين كان يقول لهم : لاتساعدوا الماجهدين، ساعدوا أنفسكم فوالله لو سقط أفغانستان تحت السيطرة الشيوعية لفقدتم كثيرا مما تملكونه اليوم"۔

"بلاشبہ مولانا انور احمد صاحب رحمہ اللہ ان چنیدہ علماء میں سے تھے جنہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لئے اپنی زندگیوں کو وقف کر رکھا تھا مولانا مرحوم کو جب افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب کا علم ہوا تو وہ

مجاہدین اور مہاجرین سے ملاقات کی غرض سے پشاور تشریف لائے 'اس موقع پر میری ان سے پہلی ملاقات ہوئی تھی میں نے انہیں اسلام کی خدمت کے لئے دن رات انتھک کام کرنے والا وفادار سپاہی پایا 'پھران خدمات سے ان کامقصد نہ کسی قسم کا بدلہ حاصل کرنا ہوتا اور نہ اپنی ذات کے لئے کسی سپاس کی طلب 'آج بھی کوئی نہیں جانتا کہ مولانا مرحوم نے افغانستان کے حل کے لئے اپناکس قدر ذاتی مال خرچ کیا 'مجھے یاد ہے کہ مسئلہ افغانستان کے حل کے لئے ملک وبیرون ملک رابطہ کے لئے آپ جو ان گنت ٹیلی فون کیاکرتے تھے صرف انہی کا بل ہزاروں میں ہوتا تھا انہوں نے کتنے ہی اسفار مسلمانوں کو مجاہدین کے دوش بدوش کھڑے ہونے کی دعوت دینے کے لئے ملک وبیرون ملک کئے۔

میں اس طویل سفرکوکبھی نہیں بھول سکتاجس میں شیخ (رحمتہ اللہ علیہ) میرے رفیق تھے انہوں نے خلیجی ممالک 'سعودی عربیہ وغیرہ کے اس دورے میں وہاں کے مسلم عوام اور حکومتوں کو مجاہدین کے شانہ بشانہ چلنے اور جہاد کوتقویت پہنچانے کی موثر ترغیب دی۔

اس وقت آپ کا موقف بڑا جرات مندانہ ہوتا جب آپ مسلمان رہنماؤں سے ملتے توان سے فرماتے: مجاہدین کی نہیں بلکہ اپنی مدد کرو خدا کی قسم!اگر افغانستان کیمونسٹوں کے تسلط میں چلا گیاتو تم یقیناً ان بہت سی چیزوں سے محروم ہو جاؤ گے جن کے آج تم مالک ہو"۔

عظیم عرب مجاہد شیخ عبد اللہ عزام شہید ؒ کی نظر میں

جہاد افغانستان کے جلیل القدر عظیم عرب مجاہد شیخ عبد اللہ عزام شہید ؒ سے حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ کے بے تکلفانہ مراسم تھے 'شیخ شہید ؒ مولانا موصوف ؒ کے بے حد مداح 'جہاد کے سلسلے میں آپ کی بے مثل مساعی کے معترف ' اور آپ کی تعریف میں رطب اللسان رہتے تھے 'حضرت مولانا ؒ کی رحلت پر بڑے ذوق وشوق سے آپ کے بارے میں مضمون لکھنے کا وعدہ فرمایا تھالیکن قدرت

کو منظور نہ تھا چنانچہ ایفاء وعدہ سے قبل ہی یہ مرد مجاہد دشمنان اسلام کی سازشوں کا شکار ہوکر شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوگیا' راقم نے اس رجل عظیم کی زبان سے متعدد مرتبہ حضرت مولانا موصوف ؒ کے بارے میں سنا:

''وہ ایک عام پاکستانی عالم نہ تھے بلکہ افغانستان کے عظیم مجاہد علماء کی طرح تھے' بظاہر بوڑھے مگر عزم و حوصلہ کے اعتبار سے جوانوں سے بڑھ کر''۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی مدظلہم

تحریر فرماتے ہیں:۔

''افغانستان کی تحریک جہاد کے وہ رکن رکین تھے مجاہدین کے لئے رقوم کی فراہمی کا اہم ترین شعبہ گویا ان کے سپرد تھا' متعدد بار وہ سرحد پار مجاہدین سے تعاون کے لئے بھی گئے''۔

(بینات ذی قعدہ ۱۴۰۷ھ)

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی

تحریر فرماتے ہیں:۔

''جب افغانستان میں روسی افواج کے داخلہ کی بناء پر افغان مجاہدین نے گوریلا جنگ شروع کی تو مجاہدین کو مادی اور اخلاقی امداد فراہم کرنے میں بھی مولانا نے نمایاں کردار ادا کیا' افغان مجاہدین کی مختلف تنظیموں سے مولانا کے بڑے گہرے روابط تھے اور وہ سب ان کی خدمات کے احسان مندی کی حد تک معترف ہیں' اس سلسلہ میں متعدد مرتبہ مولانا نے سرحد تک سفر بھی کیا' پاکستان میں مختلف حلقوں سے مل کر انہیں جہاد افغانستان سے متعلق ان فرائض کا احساس دلایا' اور لاکھوں روپے کا چندہ جمع کر کے افغان مجاہدین تک پہنچایا اور ایک زمانہ ایسا گزرا کہ مولانا کی شب و روز مصروفیات اسی جہاد سے متعلق تھیں''۔ (البلاغ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۷ھ)

محترم جناب تسنیم مینائی صاحب

لکھتے ہیں:-

"وہ افغان مہاجروں کی انجمن کے سب سے زیادہ فعال اور مستعد رکن رکین تھے"۔

(فاران جنوری ۱۹۸۷ء)

مؤتمر عالم اسلامی کراچی کے سیکرٹری جنرل جناب افضال مبین صاحب

لکھتے ہیں:-

"آپ نے بشمول ڈاکٹر انعام اللہ خان افغان مہاجرین کے لئے ریلیف کمیٹی اس وقت قائم کی جب اس میدان میں شاید کوئی سرکاری یا غیر سرکاری تنظیم نہیں تھی' اس کمیٹی نے جس کے آپ سیکریٹری تھے ابتداء ہی میں اس جہاد کے لئے اندرون اور بیرون ملک سے مادی' سیاسی اور اخلاقی ضمانت اور معاونت حاصل کی' مولانا نے ذاتی طور پر افغان مجاہدین کی مختلف تنظیموں کے باہمی اتحاد کے لئے انتھک کوشش کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی حد تک کامیابی بھی عطا کی"۔

(روزنامہ جنگ ۱۱/ فروری ۱۹۸۷ء)

مولانا روح اللہ صاحب مدظلہم

ماہنامہ "النعمان" کے اداریہ میں تحریر فرماتے ہیں:-

"(آپ نے) افغانستان کے جہاد میں عملی شرکت کی اور مجاہدین کے ساتھ ہر قسم کے مالی و جانی تعاون میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا"۔

(النعمان رمضان و شوال ۱۴۰۷ھ)

جہاد افغانستان کے سلسلے میں حضرت مولانا موصوف کا سعودی عرب کے ادارے "البحوث العلمیہ والافتاء والدعوۃ والإرشاد" کے رئیس شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کے نام ایک اثر انگیز مکتوب[1] -

نور احمد

مدیر الدعوۃ والارشاد موتمر عالم اسلامی پاکستان

امین عام دعوۃ الحق وادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ

۲۳۷-جی-ای-کراتشی-۵

جناب عزت مآب شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

(چیئرمین ادارہ بحوث علمیہ و افتاء و دعوۃ و ارشاد)

اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کرے اور آپ کو اسلام اور مسلمانوں کے لئے باقی رکھے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سب سے پہلے میں کلمہ اسلام کی بلندی اور مسلمانوں کی کامیابی کے لئے آپ کی پاکیزہ کوششوں پر عقیدت ومحبت کے جذبات کے ساتھ دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری جانب سے اور تمام مسلمانان عالم کی جانب سے اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے - آمین -

غالباً جناب والا کو یاد ہوگا کہ میں نے آج سے تیئس سال قبل مفتی اعظم سعودی عرب محمد بن ابراہیم (رحمۃ اللہ) کی خدمت میں مکہ مکرمہ کے محلہ شیشہ میں ان کی قیام گاہ پر مفتی اعظم پاکستان مولانا محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی جانب سے مسلمانان عالم اور عالم اسلام کے اتحاد اور اصلاح ذات البین کے سلسلہ میں چند صفحات میں اہم پوائنٹس پر مشتمل ایک یادداشت پیش کی تھی، جس کو شیخ نے شروع سے آخر تک ملاحظہ فرمایا اور اس میں مذکورہ تمام نکات پر اپنی بھرپور تائید کا اظہار فرمایا - اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے -

---

[1] اصل مکتوب عربی میں ہے یہاں اس کا ترجمہ پیش خدمت ہے - ر

اس کے تقریباً ایک سال بعد جناب والا کے ایماء پر ہم نے اس وقت کی اہم اسلامی شخصیتوں سے مشورہ کر کے تقریباً تیس سے زائد صفحات پر مشتمل ایک عریضہ جلالہ الملک فیصل بن عبدالعزیز شہید کی خدمت میں بذریعہ رجسٹری ڈاک بھیجا تھا جس میں ہم نے ممالک اسلامیہ اور مسلمانان عالم سے متعلق نہایت اہم امور ذکر کئے تھے' جلالہ الملک کی جانب سے جواب میں تاخیر کے باعث جناب والا نے مدینہ منورہ سے ایک خصوصی گرامی نامہ اپنے دوست جلالۃ الملک کے حاجب عبدالرحمٰن بن عمران کے نام مذکورہ یادداشت کے جواب کے سلسلہ میں ارسال فرمایا تھا حاجب مذکور کے واسطہ سے ہمیں معلوم ہوا کہ جلالۃ الملک اس کو کئی مرتبہ ملاحظہ فرما چکے ہیں اور اس میں موجود بعض نکات کو نوٹ بھی کر چکے پر یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ یادداشت جلالۃ الملک کے خصوصی بریف کیس میں موجود ہے' ہمیں اس سے بہت خوشی ہوئی اور ہمارے اطمینان میں اضافہ ہوا کہ جلالۃ الملک نے اس یادداشت میں مذکور مسلمانان عالم کی مشکلات کو بدقت نظر مطالعہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے گزشتہ چار سالوں سے مجاہدین افغانستان کی جدوجہد میں شرکت کا شرف بخشا اور ان کے زعماء کو لے کر مختلف اسلامی ممالک میں مجاہدین' ان کی جدوجہد اور ان کے کارناموں سے مسلمانوں اور ممالک اسلامیہ کو روشناس کرانے کی غرض سے سفر کی توفیق بھی بخشی' انہی دوروں کے سلسلہ میں جناب والا سے بھی شرف نیاز حاصل ہوا' اور جناب والا کی اس مسئلہ پر خصوصی توجہ سے استفادہ کیا اور بعض زعماء مجاہدین کے ساتھ بعض گورنروں' شاہ فیصل بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے صاحبزادگان سے بھی ملاقاتیں ہوئیں۔

مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے مجاہدین افغانستان کی امداد کے لئے ایک جماعت تشکیل دینے کی توفیق عطا فرمائی' جناب ڈاکٹر انعام اللہ خان کو ہم نے اس کا صدر' جماعت اسلامی کے رکن کو سیکریٹری جنرل اور جناب ابراہیم بن احمد باوانی کو اس کا خازن مقرر کیا ہے۔

اس جماعت میں علماء اور مفکرین کی ایک جماعت بھی شامل ہے جن میں مولانا محمد رفیع صاحب عثمانی ابن مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ بھی ہیں' الحمدللہ یہ جماعت مجاہدین کی اعانت کے لئے تمام مالی امداد کی کفالت کر رہی ہے' نیز ہم اور دوسرے رفقاء وقتاً فوقتاً مجاہدین کے کیمپوں میں جاکر ان کے کاموں کو دیکھتے رہتے ہیں۔

گذشتہ صدی کے آخری چوتھائی میں ہند و پاک کے درمیان جو لڑائیاں لڑی گئیں ان میں مجھے جوانوں کو جہاد اور شہادت فی سبیل اللہ کی ترتیب دینے کی توفیق ہوئی' اس ضمن میں مجھے فضائی' بری اور بحری سیکٹروں میں بھی جانے کا اتفاق ہوا۔

یہ بات جناب والا پر مخفی نہیں کہ اس وقت جو اسلامی ممالک مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے ہیں جن کی تعداد تقریباً پچاس تک پہنچتی ہے۔ سب کے سب زندگی کے تمام شعبوں میں کمزور ہیں یہ کمزوری ان کی سیاست' اجتماعیت اور فوجی قوت میں بھی موجود ہے یہاں تک کہ ہم اپنے اسلامی اجتماعات میں ثقافت اسلامی اور اسلامی یکجائی مفقود پاتے ہیں' گویا اشتراکی ممالک اور یہود ونصاریٰ کے نزدیک اسلامی ممالک کا وجود عدم کے درجہ میں ہے' غور کرنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہی وہ آخری زمانہ ہے جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے اپنے ارشادات مبارکہ میں اس طرح خبر دی ہے کہ:۔

> ''اقوام عالم تمہارے اوپر ٹوٹ پڑنے کے لئے لوگوں کو اس طرح دعوت دیں گے جیسے کھانے والوں کی جماعت کھانے کے برتن کی طرف بلاتی ہے' کسی نے کہا کہ کیا یہ حال اس دن ہماری قلت کی بناء پر ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اس روز تم کثیر تعداد میں ہو گے لیکن تمہاری حالت سیلاب کے خس وخاشاک کی طرح ہوگی اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا ڈر ختم کر دیں گے تمہارے دلوں میں کمزوری اور بزدلی ڈال دیں گے'' ایک صحابی نے

عرض کیا کہ یا رسول اللہ کمزوری اور بزدلی کا کیا سبب ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا "دنیا کی محبت اور موت سے نفرت"۔

(رواہ ابو داود والبیھقی فی دلائل النبوۃ، مشکوۃ ص ۱٤٧٤ رقم ٥٣٦٩)

ہم اس وقت دیکھ رہے ہیں موت سے ڈرنا اور جہاد سے اعراض کا مرض امت اسلامیہ میں بالکل پھیل گیا ہے' حالانکہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جن میں علماء بھی تھے۔ عوام بھی تجار بھی تھے اور مزدور بھی سب کے سب مجاہد فی سبیل اللہ تھے حتیٰ کہ ان کے بچے بھی شوق جہاد سے سرشار تھے۔

ابن سعد نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے بدر کے دن اپنے بھائی عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ نبی کریم ﷺ سے چھپے چھپے پھر رہے تھے' میں نے پوچھا کہ بھائی کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا مجھے اندیشہ ہے کہ نبی کریم ﷺ مجھے دیکھ لیں اور چھوٹا سمجھ کر مجھے لوٹا دیں جبکہ میں اللہ کے راستہ میں نکلنا چاہتا ہوں' کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت سے سرفراز فرما دیں۔

راوی کہتے ہیں کہ ان کو نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا' آپ ﷺ نے انہیں لوٹا دیا تو رو پڑے پھر اس پر آپ ﷺ نے اجازت مرحمت فرما دی۔

(کما فی الإصابة جلد ٣ ص ١٣٥)

ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھتے ہیں کہ وہ (اس مادی دنیا میں بستے ہوئے) موت سے پہلے ہی جنت کی خوشبوئیں سونگھ لیتے تھے' جیسے حاکم نے (ج ۳ ص ۲۰۱) میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اے سعد! رسول اللہ ﷺ آپ کو سلام فرما رہے ہیں اور پوچھ رہے ہیں کہ آپ کی حالت اس وقت کیسی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میری جانب سے رسول اللہ ﷺ کو سلام ہو اور تم پر بھی سلامتی ہو اور عرض کر دو کہ میری حالت یہ ہے کہ جنت کی خوشبو سونگھ رہا

ہوں۔

17 B اللہ تعالیٰ کمزور' بیمار اور معذور افراد جو جہاد کی طاقت نہیں رکھتے ان کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ان پر جہاد میں عدم شرکت کا کوئی وبال نہیں بشرطیکہ وہ اللہ اور رسول کے ساتھ خیر خواہی کا ارادہ رکھیں۔

"کمزوروں' بیماروں اور وہ لوگ جو خرچ نہیں پاتے ان پر کوئی حرج نہیں اگر وہ اللہ اور رسول کی خیر خواہی کا ارادہ کریں"۔

(التوبہ)

ہم اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہیں کہ آپ کو اللہ تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کی قوت کا ذریعہ بنائے 'کیا ہی اچھا ہو اگر ممالک اسلامیہ میں دعوت جہاد کو پھیلانے کے لئے آپ اپنی مبارک کوششیں صرف کریں' اور جہاد کو تعلیم گاہوں اور یونیورسٹیوں کے لئے ایک لازمی موضوع پر تحقیقی کتابیں لکھ کر مختلف زبانوں میں ترجمے کرا کر مختلف ممالک اسلامیہ میں پھیلائی جائیں۔

جس طرح آپ پر اللہ تعالیٰ نے احسان وکرم فرمایا کہ اسلام اور مسلمانوں کی ضروریات' دین کی ذمہ داریاں آپ کے سپرد ہوئیں ادارہ بحوث علمیہ وافتاء ودعوت وارشاد 'مجمع فقہی اسلامی 'مجلس اعلیٰ برائے مساجد اور رابطہ عالم اسلامی کی مجلس تاسیسی کے چیئرمین ہونے کی ذمہ داریاں آپ پر ڈال دی گئیں ہیں اسی طرح ہم جناب والا سے امید رکھتے ہیں کہ آپ اپنی توجہ شاق مسلمانوں اور عالم اسلام کو بیدار کرنے اور ان کو جہاد کی ترغیب دینے کی طرف مبذول فرمائیں گے اور اس مسئلہ جہاد کو اپنی موجودہ ذمہ داریوں میں داخل کریں گے بلکہ سب پر اولیت دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو مسلمانوں کی تقویت اور دوبارہ ان کو ضعف سے قوت کی طرف لانے کی توفیق عنایت فرمائے' آمین۔

ترکی خلافت کے زوال کے بعد مؤتمر عالم اسلامی کی اساس رکھی گئی جس کے مؤسسین میں شاہ عبدالعزیز ابن سعود' مفتی امین الحسینی اور بانیان پاکستان میں ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمہم اللہ ہیں۔ میں اس شعبہ دعوت وارشاد

کے مدیر ہونے کی حیثیت سے عہد کرتا ہوں کہ مذکورہ مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے اپنی تمام کوششیں صرف کرتا رہوں گا اللہ تعالیٰ سے یہی سوال ہے کہ مجھے اپنی بقیہ زندگی اسی پاک مقصد کے حاصل کرنے میں صرف کرنے کی توفیق دے اور مسلمانوں کو اس کے راستہ میں دین کی حفاظت کے لئے شہادت کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے اندر جہاد فی سبیل اللہ کا شوق روز افزوں کر دے۔

ہم بلاد اسلامیہ کے رسائل واخبارات میں ایسے اعلانات دیکھتے رہتے ہیں جن سے لوگوں میں بری' بحری اور فضائی فوجوں میں شریک ہونے کا رجحان پیدا ہوتا ہے' ان کو اس طرح ترغیب دی جاتی ہے کہ ان افواج میں شمولیت کے بعد بڑے بڑے مناصب ملیں گے اور خوب مراعات ملیں گی' لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان جس قدر شوق سے تجارتوں اور دوسرے کاروبار میں اور تعلیم میں شریک ہوتے ہیں اس شوق اور رغبت کا مظاہرہ جہاد میں کم ہوتا ہے' شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ دین کے دوسرے احکام کو پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ملت اسلامیہ میں حکم جہاد کے پھیلانے میں اپنے فرض سے پیچھے رہ گئے ہیں' اگر ملت اسلامیہ ابھی سے جہاد کے لئے تیار نہ ہوئی تو عین ضرورت کے موقع پر ہم کس طرح دشمن کا مقابلہ کر سکیں گے؟ ظاہر بات ہے کہ سول ڈیفنس والے آگ کے پھیلنے سے پہلے اپنے تمام امکانی سامان سے لیس رہتے ہیں پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم اسلام اور مسلمانوں کی اور ممالک اسلامیہ کی حفاظت کا کام صرف تین فیصد لوگوں پر چھوڑ دیں اور ۹۷ فیصد مسلمان اس عظیم ذمہ داری سے غافل رہیں جبکہ یہ ذمہ داری ایسی نہیں کہ صرف تین چار فیصد لوگ ہی ادا کرتے ہیں' کیا ہمیں صحابہ کرام اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں یہی طرز عمل ملتا ہے' ہرگز نہیں بلکہ ہم تو ان کو ہر وقت جہاد فی سبیل اللہ کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار پاتے ہیں اور انہیں اس آیت کا عین مصداق پاتے ہیں۔

"کہہ دیجئے کہ بے شک میری نماز' میری قربانی' میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ پروردگار دوعالم کے لئے"۔

نیز نبی کریم ﷺ کے اس قول کے مصداق پاتے ہیں:۔

> ”اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں یہ چاہتا ہوں کہ اللہ کے راستہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں، پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں“۔ (اخرجہ البخاری عن ابی ہریرۃ کما فی حیاۃ الصحابۃ ج ۱ ص ۷۵۷)

اس دور انحطاط میں اگر آپ کی مساعی جمیلہ اور مبارک کوششوں سے امت میں دوبارہ یہ جذبہ بیدار ہو جائے تو اللہ تعالیٰ آپ کو درجات عالیہ سے نوازیں گے اور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کا مصداق بنائیں گے ”جو شخص میری امت کے فساد کے زمانہ میں میری ایک سنت کو زندہ کرے گا اس کو سو شہیدوں کا اجر ہو گا“۔

مسلمانوں کے تمام طبقات پر خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے، قوی ہوں یا کمزور، جاہل ہوں یا عالم، ڈاکٹر ہوں یا تاجر، مزدور ہوں یا کسان، سب پر جہاد کی تیاری اور اس کی ٹریننگ لازم ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

> ”اور ان کافروں سے مقابلہ میں جس قدر تم سے ہو سکے ہتھیار سے اور پلے ہوئے گھوڑوں کا سامان تیار رکھو اور اس کے ذریعہ سے تم اپنا رعب جمائے رکھو ان پر جو کہ (کفر کی وجہ سے) اللہ کے دشمن ہیں اور تمہارے دشمن ہیں“۔

یہی نبی کریم ﷺ اور آپ کے اصحاب کا طریقہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی اور دول اسلامیہ کی ذمہ داریاں صرف حکومتوں پر نہیں بلکہ ہر صاحب قدرت پر یہ ذمہ داری ہے، حتیٰ کہ وہ کمزور لوگ جو جہاد میں شرکت نہیں کر سکتے ان پر بھی جہاد کی تبلیغ فرض ہے جیسا کہ آیت کریمہ سے ظاہر ہے۔

> ”کمزوروں اور مریضوں پر اور ان لوگوں پر جو خرچ نہیں کر پاتے کوئی وبال نہیں اگر اللہ اور رسول کے ساتھ خیر خواہی کا ارادہ

کریں''۔

اس میں شک نہیں کہ اگر ملت اسلامیہ جہاد میں حصہ لے گی تو ان سے دنیا کی محبت اور موت کا خوف جاتا رہے۔

جناب والا کی ذات بابرکات بلاد اسلامیہ کے مفتی اکبر اور زمانہ حاضر کے شیخ الاسلام ہونے کی حیثیت رکھتی ہے جس کی وجہ سے ہم امت کی نظر اس عظیم مقصد کے بارے میں جناب والا کی توجہ سامی کی طرف مرکوز دیکھتے ہیں۔ ہمیں تاریخ سے معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ حرانی رحمۃ اللہ علیہ علماء کے ایک وفد کے ساتھ تاتاریوں کے حکمران کے پاس انہیں دین اسلام کی ہدایت دینے اور اسلام کے عظیم پیغام کے لئے تشریف لے گئے تھے' اس وقت سلف صالحین کے بہترین خلف آپ ہی ہیں اور علماء کی اس سرخرو کارواں کی نیابت کا شرف اللہ پاک نے آپ ہی کو بخشا ہے۔ ہم اللہ پاک سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو اپنی زندگی مسلمانوں کی دینی و دینوی صلاح و فلاح کے لئے وقف کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آخر میں جناب والا سے درخواست ہے کہ آپ اسلامی ممالک کے قائدین سے رابطہ عالم اسلامی کے اراکین مجلس فقہ اسلامی کے ارکان اور ادارہ بحوث علمیہ وافتاء و دعوت وارشاد کے متعلقین کو دعوت دیں تاکہ آپس میں جہاد اسلامی کے اس اہم مسئلہ پر غور کریں۔

و آخر دعوانا أن الحمدللہ رب العالمین و اللہ الموفق و المعین۔

نور احمد

علمی خدمات

تدریسی خدمات

حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ نے ایک عرصہ تک مختلف علوم وفنون کی چھوٹی بڑی متعدد کتابوں کا دارالعلوم کراچی اور جامع مسجد باب الاسلام وغیرہ میں درس دیا' فقہ اسلامی کی ہدایہ ثالث جیسی دقیق علمی کتاب بھی آپ کے زیر درس رہی۔

انتظامی امور کی مشغولیات کی بناء پر گو آپ کا زمانہ تدریس مختصر رہا لیکن آپ کے متعدد تلامذہ نے مستقبل میں اہم علمی مقام حاصل کیا جن میں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام اقبالہم جیسی علمی اور یگانہ روزگار شخصیت سرفہرست ہے۔اس سلسلہ میں وہ خود البلاغ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

> ''میں نے دیوبند میں قاعدہ بغدادی شروع کیا تھا کہ پاکستان منتقل ہونے کا ہنگامہ شروع ہوگیا کراچی میں اس وقت دور دور تک کوئی ایسا مدرسہ نہ تھا جس میں میری عمر کے بچے تعلیم حاصل کرسکیں، چنانچہ احقر کی ابتدائی تعلیم کی ذمہ داری حضرت مولانا نور احمد صاحب نے قبول فرمائی اور مجھے قاعدہ بغدادی پڑھانا شروع کیا ابھی قاعدہ ختم بھی نہ ہوا تھا کہ خاندان کے کچھ بچوں کے بارے میں یہ اطلاع ملی کہ وہ پارہ عم بھی ختم کرچکے ہیں اس اطلاع پر انہوں نے احقر کو قاعدہ بیچ میں چھڑوا کر پارہ عم شروع کرا دیا اور ابتدائی چند پارے بڑی تیز رفتاری کے ساتھ پڑھا دیے' اس وقت حضرت والد صاحب

(حضرت مفتی صاحبؒ) شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ کے ساتھ ملکی وملی خدمات میں مصروف رہتے تھے اور حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ بھی ان کا ہاتھ بٹانے کے لئے ہمہ وقت انہی کے ساتھ رہتے تھے اس لئے میری پڑھائی کا نہ کوئی وقت مقرر تھا نہ دن جب کبھی مولانا کو موقع مل گیا مجھے لے کر بیٹھ گئے اور یہ ان کے انداز تعلیم اور والدین کی دعاؤں کی برکت تھی کہ اس طرح بے قاعدگی سے پڑھنے کے باوجود میں نے سات پارے پورے کر لئے اور ناظرہ پڑھنے کے لائق ہو گیا۔

اس مرحلہ پر مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ اب باقی ماندہ قرآن کریم تم خود نکال سکتے ہو روزانہ تھوڑا تھوڑا خود پڑھ لیا کرو چنانچہ اب انہوں نے مجھے قرآن کریم کے بجائے بہشتی گوہر اور سیرت خاتم الانبیاء شروع کرا دی اور ان دونوں کتابوں کے بعد "حمد باری"! اتنے عرصہ میں پہلے جامع مسجد جیکب لائنز کے اندر اور پھر مسجد باب الاسلام آرام باغ میں چھوٹے چھوٹے مدرسے قائم ہو گئے جن میں ابتدائی فارسی کی تعلیم کا انتظام تھا پھر احقر نے وہاں پڑھنا شروع کر دیا۔

لیکن اس ناکارہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حرف شناسی کی جو مقدار بھی حاصل ہوئی وہ ظاہر اسباب میں حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس سرہ کی رہین منت ہے اور اس لحاظ سے بھی وہ احقر کے بہت بڑے محسن ہیں"۔

(البلاغ ج ۲۱ شمارہ ۶)

یقیناً حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دام اقبالہم جیسی شخصیت کے لئے حرف شناسی کا ذریعہ بن جانا مولانا مرحوم کے لئے آخرت کا بہت بڑا توشہ ہے اس نسبت سے وہ انشاء اللہ مولانا محمد تقی صاحب مدظلہم کی تمام گراں قدر علمی خدمات میں اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم حضرت مولانا مرحوم سے متعلق اپنے مضمون میں فرماتے ہیں:۔

"مجھے اس حقیقت کے ذکر کرنے میں ذرہ بھر تامل نہیں کہ آج مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی سلمہ اور مولانا مفتی محمد تقی عثمانی سلمہ کی عظمت ورفعت ان کی علمی متنوع مبسوط قابل رشک وفخر خدمات میں جہاں ان کے عظیم والد حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کی تربیت، توجہ، برکت اور دعاؤں کے فیض کا بہت بڑا دخل ہے وہیں ان کے بہنوئی مولانا نور احمد مرحوم کی سعی وکوشش اور شفقت ودلچسپی کو بھی بلا واسطہ اور بالواسطہ جوہری حیثیت حاصل ہے"۔

آپ کے تلامذہ میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے تیسرے صاحبزادے محترم مولانا محمد ولی رازی صاحب حفظہ اللہ، استاد جامعہ کراچی بھی بطور خاص قابل ذکر ہیں انہوں نے فارسی وغیرہ کی متعدد اہم کتابیں آپ سے پڑھیں مثلاً پندنامہ وغیرہ، مولانا محمد ولی رازی صاحب بھی علمی دنیا میں ایک منفرد مقام کے حامل ہیں آپ ہی نے اردو میں نبی کریم ﷺ کی سیرت پر ساڑھے چار سو صفحات کی کتاب "ہادی عالم" کے نام سے تحریر فرمائی، یہ پوری کتاب محض بے نقطہ کلمات سے لکھی گئی ہے، اس لحاظ سے یہ ایک حیرت انگیز منفرد اور اچھوتا کارنامہ ہے، اس کتاب کے شروع میں ایک غیر منقوط "نعت" بھی شامل ہے، مولانا موصوف کا ایک اور علمی کارنامہ بائبل سے قرآن تک (۳جلد) کا انگلش میں معیاری ترجمہ اور تحقیق ہے۔

ان کے علاوہ بھی حضرت مولانا موصوف ؒ کے متعدد معروف تلامذہ ہیں جو اپنے اپنے مقام پر خدمت دین انجام دے رہے ہیں، ان مختصر صفحات میں ان کے تذکرہ کی گنجائش نہیں۔۔

تصنیفی خدمات

زیادہ تر عملی میدانوں میں کام کرنے کی بناء پر حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ کو تصنیف وتالیف کی طرف توجہ دینے کا وقت نہ مل سکا' لیکن پھر بھی چند انتہائی مفید کتب ورسائل آپ کے قلم سے نکلے۔

منتخب جامع تفسیر

حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷺ کا ایک عظیم علمی کارنامہ ایک مختصر جامع تفسیر کی ترتیب اور اس کا انتخاب ہے۔

یہ منتخب جامع تفسیر درج ذیل خصوصیات کی حامل ہے

۱۔ دو مستند ترجمے

ترجمہ اول: شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس اللہ سرہ۔

ترجمہ دوم: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ۔

۲۔ جابجا شیخ الہند وشیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی ﷺ کے تفسیری نکات لئے گئے ہیں۔

۳۔ یہ "انتخاب" تفسیر ابن کثیر' تفسیر خازن' تفسیر ابن جریر' فتح البیان' تفسیر حقانی' تفسیر بیان القرآن' موضح القرآن' صحیح بخاری' صحیح مسلم' فتح الباری وغیرہ متعدد کتب تفسیر وحدیث کے تفسیری جواہر کا مجموعہ ہے۔

۴۔ تفسیر سے متعلقہ وسائل وواقعات کی مختصر اور جامع تفصیل بیان کی گئی ہے۔

۵۔ انتخاب تفسیر میں حضرت مولف ﷺ نے نہایت احتیاط ملحوظ رکھی ہے کہ بیشتر مواقع پر اپنے الفاظ یا اپنی تعبیر کو تفسیر کا حصہ نہیں

بنایا، بلکہ اہم کتب تفسیر وحدیث کو ماخذ بناکر خاص خاص مباحث اور تفسیری فوائد و نکات کو لفظ تلفظ حوالہ کے ساتھ ذکر کر دیا۔

۶۔ ہر صفحہ عنوانات سے آراستہ ہے عنوانات بھی سہل اور واضح ہیں مثلاً: کائنات سے توحید کا اثبات، رسول بھیجنے کی حکمت، بعثت نبوی کی برکات، یہود ونصاریٰ کو ایمان کی ترغیب، مسئلہ تقدیر، قلب سلیم کی تفسیر، انتظامات خداوندی، رزق میں کمی کی حکمت، والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید، کافر عورتوں سے نکاح کی ممانعت، انبیاء سے تبلیغ احکام کے بارے میں سوال، عالم آخرت کی نعمتیں۔

مذکورہ خصوصیات ومحاسن کی بناء پر یہ تفسیری انتخاب ایک نافع، مختصر، جامع تفسیر کی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔

والد ماجد حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ کی یہ مختصر تفسیر ایک معروف کتب خانہ کے قرآن کریم کے حاشیہ پر قیام پاکستان کے ابتدائی برسوں میں چھپ کر نایاب ہوگئی تھی، راقم کے برادران میں سے کسی کو بھی اس تفسیری انتخاب کا علم نہ تھا، البتہ ایک مرتبہ خود حضرت والد ماجد رحمہ اللہ سے مبہم اور سرسری انداز میں اسکا تذکرہ سنا تھا، چونکہ تفسیر کا کوئی نسخہ کبھی نظر سے نہ گزرا تھا اس لئے کوئی خاص توجہ نہ ہوئی۔

حضرت والد ماجد ﷺ کی رحلت کے بعد ایک طالب تفسیر سے اس کا علم ہوا اور اسی کی معاونت سے اس کا قدیم نسخہ بھی عاریت کے طور پر حاصل ہوا، دیکھ کر بڑی حیرانی ہوئی اس کی افادیت ونافعیت دیکھ کر حیرت دوچند ہوگئی۔

پھر حضرت مرتب رحمہ اللہ تعالیٰ کی تواضع وللّٰہیت گم نامی وبے نفسی سب سے بڑھ کر ہے۔

پردہ شرعی

اپنے موضوع پر ساٹھ پینسٹھ صفحات پر مشتمل یہ اہم اور مفید رسالہ آپ نے پاکستان آنے کے کچھ ہی دنوں بعد غالباً ۱۳۶۹ھ میں تحریر فرمایا اس رسالہ میں آپ نے پردہ سے متعلقہ نبی کریم ﷺ کی چالیس حدیثیں مستند ماخذ کے حوالہ سے جمع کی ہیں' ان کا ترجمہ بھی تحریر کیا ہے اور مختصر تشریح بھی بیان کی ہے' انداز بیان سادہ اور شگفتہ ہے۔

اس رسالہ پر علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی تقاریظ بھی موجود ہیں۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں:

"اس زمانہ میں خواتین اسلام میں جس تیزی کے ساتھ بے پردگی کی تحریک بڑھتی جارہی ہے اس کے پیش نظر مولوی نور احمد صاحب (فاضل دیوبند وناظم دارالعلوم کراچی نمبرا) نے یہ چالیس حدیثیں عورتوں کے حجاب وپردہ کے متعلق جمع کی ہیں اور ان کا ترجمہ کیا ہے اور ان کی کچھ شرح کی ہے اللہ تعالٰی مولف کو جزائے خیر دے اور مسلمان بہنوں کو اس سے فائدہ پہنچائے اور اسلامی عصمت وعفت کے صحیح مفہوم سے انہیں باخبر ہونے کی توفیق بخشے"۔

(۲/ شوال ۱۳۷۱ھ)

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ اس کتاب کی چوتھی طبع کے مقدمہ میں اپنی تقریظ میں لکھتے ہیں:

"عزیزم محترم مولانا نور احمد صاحب ناظم دارالعلوم کراچی نے اب سے دس سال پہلے احقر کے مشورہ سے پردہ شرعی کی چہل حدیث مع متعلقہ آیات قرآنی اس موضوع پر جمع کرکے شائع کرائی تھی جو بحمداللہ مقبول عام ہوئی اور اب چوتھی مرتبہ اس کی طباعت ہورہی ہے۔احقر نے اس کو باستیعاب دیکھا ہے' رسالہ مختصر جامع اور مستند کتب حدیث

وفقہ کے حوالوں سے مزین ہے، ترجمہ اردو سلیس اور واضح ہے، ضرورت ہے کہ اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائیں اور مؤلف سلمہ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ و اللہ الموفق و المعین"

(محرم الحرام ۱۳۸۰ھ)

اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی مقبولیت عطا فرمائی بارہا مختلف اداروں سے ہزاروں کی تعداد میں شائع ہوئی، اب تک اس کی مجموعی اشاعت ڈیڑھ دو لاکھ سے کسی طرح کم نہیں۔

تلخیص اشرف السوانح

حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب ؒ نے اپنے پیرو مرشد حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کی مفصل سوانح حضرت ؒ کی حیات میں ہی تین ضخیم جلدوں میں "اشرف السوانح" کے نام سے تحریر فرمائی تھی، پھر خود انہوں نے ہی حضرت کے وصال کے بعد اس سوانح کا تتمہ "خاتمہ السوانح" کے نام سے ایک مستقل جلد میں تحریر فرمایا، اشرف السوانح اپنے شگفتہ انداز بیان اور جامعیت کے اعتبار سے بالکل منفرد تھی لیکن طوالت کے باعث اس سے استفادہ آسان نہ تھا بالخصوص عامۃ الناس اس سے بہت ہی کم استفادہ کرتے تھے، اس ضرورت کے تحت محترم جناب غلام محمد صاحب حیدر آبادی (بی اے عثمانیہ) نے تقریباً پانچ سو صفحات میں اس کی تلخیص کی لیکن یہ تلخیص بھی خاصی طویل تھی اور پانچ سو صفحات کے باوجود ابھی تک نامکمل اور غیر مطبوع تھی اس لئے حضرت والد صاحب نے ارادہ فرمایا کہ "اشرف السوانح" کی نہایت مختصر تلخیص کر کے اسے شائع کریں تاکہ ہر شخص اسے بہ آسانی مطالعہ کر سکے، چنانچہ آپ نے "اشرف السوانح" کو بھی سامنے رکھا اور غلام محمد صاحب کی تلخیص کو بھی اور کچھ کم سو صفحات میں اشرف السوانح کی تلخیص فرمائی، محترم جناب غلام محمد صاحب نے

''اشرف السوانح'' کی جو اہم باتیں ترک کر دی تھیں ان کا اضافہ فرمایا ''خاتمہ السوانح'' میں سے بھی اہم مضامین لے لئے، حضرت حکیم الامت ؒ کے آثار علمیہ کے متعلق علامہ سید سلیمان ندوی کے ایک مضمون کا بھی کسی قدر تغیر کے ساتھ اضافہ فرمایا، اس طرح اس تلخیص نے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کی مختصر اور جامع سوانح حیات کی صورت اختیار کر لی۔

یہ تلخیص بھی حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی تقریظ کے ساتھ شائع ہوئی جس میں حضرت مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''لیکن آج کل مسلمان جس دور اضطراب سے گزر رہے ہیں اس کو دیکھتے ہوئے (اشرف السوانح کی) ان چار جلدوں کا خریدنا، پھر دیکھنا خاص خاص ہی لوگوں کو نصیب ہو سکتا ہے اس لئے ضرورت تھی کہ ان کی تلخیص ایسی کی جائے کہ جس کو ہر شخص بہ آسانی مطالعہ کر سکے۔

الحمدللہ عزیز محترم عالم صالح مولانا نور احمد صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند نے اس کام کو نہایت اچھی صورت میں پورا فرمادیا کہ اہم چیزوں کو اختصار کے ساتھ لے لیا اللہ تعالیٰ مولف سلمہ کو جزائے خیر اور کتاب کو مسلمانوں کے لئے نافع و مفید بنادے''

وما ذلك على الله بعزيز (۱۰/ جمادی الاولی ۱۳۷۰ھ)

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کے علاوہ اس کتاب پر حضرت مولانا شمس الحق صاحب مہتمم مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ کی تقریظ موجود ہے اس تلخیص کو بھی اللہ تعالیٰ نے مقبولیت عطا فرمائی اور یہ ہزاروں کی تعداد میں مستقل رسالہ کی صورت میں بھی شائع ہوئی اور بہشتی زیور کے ساتھ اس کے حاشیہ پر بھی طبع ہوتی رہی۔

دستور قرآنی

جس زمانے میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہ بورڈ آف تعلیمات اسلام کے رکن تھے، اس زمانے میں حضرت مفتی صاحب "مسجد باب الاسلام میں بعد نماز فجر عام فہم اور موثر انداز میں قرآن کریم کا درس بھی دیا کرتے تھے، یہ درس عوام وخواص میں انتہائی مقبولیت حاصل کر رہا تھا۔

جس زمانے میں درس قرآن کریم کا یہ سلسلہ جاری تھا اسی دوران ملک کے ایک ممتاز ماہر قانون نے یہ دعوی کیا کہ علماء اسلامی دستور کا مطالبہ تو کرتے ہیں حالانکہ قرآن سے وہ دستور کی ایک دفعہ بھی ثابت نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب " کے قرآن کریم کے اس مقبول درس کو اس دعوے کی تردید کا موثر ذریعہ بنا دیا، ۳۰/ شوال ۱۳۷۲ھ مطابق ۱۲/ جولائی ۱۹۵۳ء اتوار کے درس میں سورۃ نساء کی یہ آیت آگئی إن الله يأمركم أن تؤدوا الأمانات إلى أهلها وإذا حكمتم بين الناس أن تحكموا بالعدل" اس آیت کے صرف نصف حصے سے حضرت مفتی صاحب ﷺ نے اسلامی مملکت کی چھ دستوری دفعات ثابت کیں، اس کے علاوہ بھی مختلف آیات سے آپ نے اٹھارہ دفعات کا استنباط فرمایا اس دن کے درس کے بارے میں پہلے سے لوگوں کو اخبار وغیرہ کے ذریعہ مطلع کر دیا گیا تھا جس کی وجہ سے اس دن کا اجتماع خاصا بڑا ہو گیا تھا علماء کرام اور وکلاء کی بھی خاصی بڑی تعداد موجود تھی۔

اہل علم کا مطالبہ ہوا کہ یہ درس کتابی شکل میں شائع کیا جائے، حضرت مولانا نور احمد صاحب نے اس تقریر کے ضبط کا اہتمام کیا، تحریری شکل میں آنے کے بعد حضرت مفتی صاحب ﷺ کی خدمت میں یہ تحریر اصلاح کے لئے پیش کی اور اس کے بعد اس کو "دستور قرآنی" کے نام شائع فرمایا، اس کے پیش لفظ میں حضرت مولانا موصوف ﷺ تحریر فرماتے ہیں:

"زیر نظر اوراق کوئی مدون دستور نہیں بلکہ درس قرآن کی ایک تقریر

ہے جو افادہ اہل علم کے لئے ضبط تحریر میں لائی گئی' مسجد باب الاسلام متصل آرام باغ میں روزانہ بعد نماز صبح مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دامت فیوضہم رکن مجلس تعلیمات اسلام دستوریہ پاکستان وصدر مجلس منتظمہ دارالعلوم کراچی نمبر۱۔ درس قرآن دیتے ہیں' اس حالیہ درس میں چند آیات وہ آئیں جن میں اسلامی دستور مملکت کی اہم دفعات بھی مذکور ہیں' حاضرین درس کا تقاضا ہوا کہ ان آیات کے ساتھ دوسری آیات بھی جن میں دستوری مسائل مذکور ہیں شامل کر دی جائیں اور اس تقریر کو شائع کیا جائے تاکہ پاکستانی مسلمانوں پر یہ واضح ہو جائے کہ اسلامی دستور کا مطالبہ تمام پاکستان کے مسلمانوں کی طرف سے جاری ہے وہ صرف ماہرین شریعت علماء وفقہاء کے اجتہادات وقیاسات نہیں بلکہ اس کی اہم دفعات براہ راست قرآن مجید سے ثابت ہیں' اس لئے احقرنے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا تقریر کو ضبط تحریر میں لانے کے بعد حضرت والا کے سامنے پیش کرکے آپ کے ملاحظہ اور اصلاح کے بعد شائع کیا گیا' اللہ تعالیٰ ہمارے ارکان اسمبلی اور حکومت کے ذمہ داروں کو توفیق بخشیں کہ وہ قرآن کے ان کھلے ہوئے ارشادات کو دستور سازی کی بنیاد قرار دے کر اپنا اسلامی فرض ادا کریں اور مسلمانوں سے کئے ہوئے مسلسل وعدوں کو پورا کریں اور اس پر غور کریں کہ کسی ملک کا دستور روز روز نہیں بنتا' پاکستان کا دستور بنے گا اور آئندہ نسلوں تک چلے گا' ہماری ہڈیوں کا نشان بھی باقی نہ ہو گا مگر اس دستور کی ذمہ داری اور اس کا ثواب یا عذاب ہمیشہ کے لئے ہماری گردنوں پر ہو گا' افسوس ہے کہ ہماری دستور ساز اسمبلی کے ارکان ملک کے دستور کو صرف اپنے گردوپیش کے حالات اور ان کے متعلقہ نفع وضرر کے درمیان دائر کرکے دیکھتے ہیں' حالانکہ یہ منظر ان کے سامنے ہے کہ دستور پاکستان کی تدوین کے زمانہ ہی میں کتنے ذمہ دار افراد اسی طرح سوچا کرتے تھے اور ابھی دستور بنا بھی نہیں کہ

وہ قبروں میں پہنچ چکے 'یا اقتدار کی کرسیاں ان سے واپس لے لی گئیں '

"فاعتبروا یآ اولی الابصار"

۲۸ ' ذیقعدہ ۲ ۷ ۱۳ ھ

حضرت مولانا نور احمد صاحب نے یہ رسالہ اکابر علماء حضرت ظفر احمد عثمانی ' حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری ' علامہ سید سلیمان ندوی ' حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی ' حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ کی آراء اور تصدیقات کے ساتھ شائع فرمایا۔

خدمت افتاء

حضرت مولانا نور احمد صاحب نے فتویٰ نویسی کی تربیت مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سے حاصل کی ' ان ہی کی نگرانی میں ایک عرصہ تک آپ نے افتاء کا باقاعدہ کام کیا ' جامع مسجد باب الاسلام کراچی میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی سرپرستی اور نگرانی میں قائم ہونے والے دارالافتاء کی بیشتر ذمہ داریاں آپ ہی کے سپرد تھیں ' اس زمانے میں آپ "مفتی صاحب" کے نام سے معروف ہوگئے تھے۔

دارالعلوم کراچی قائم ہونے کے بعد ابتدائی چند سالوں میں آپ افتاء کا کام باقاعدگی سے کرتے رہے ' دارالعلوم کے رجسٹرہائے فتاوی میں آپ کے متعدد فتاوی کی نقول محفوظ ہیں حالانکہ تاسیس دارالعلوم کے بعد ابتدائی دور میں نقل فتاوی کا وہ اہتمام نہ تھا جو بعد میں ہوا ' متعدد جلیل القدر شخصیات مثلاً حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب زید مجدہم کے بعض فتاوی پر "الجواب صحیح" کے عنوان کے ساتھ حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ کی تصحیح موجود ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کو حضرت مولانا مرحوم کے فتاوی پر کافی اعتماد تھا۔

باب سوم

نور باطن

(سیرت و کردار)

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

مزاج و مذاق

اور

عادات و خصائل

کسی شخصیت کے مزاج و مذاق کو سمجھنا آسان نہیں ہوتا بالخصوص جبکہ وہ شخصیت بلند و بالا اور ہمہ گیر اوصاف کی حامل ہو، پھر اگر کوئی ہمہ وقتی حاضر باش اور اس شخصیت کی ایک ایک ادا کو دیکھنے کے بعد اپنی خداداد صلاحیتوں سے اس کے مزاج و مذاق کو کسی حد تک سمجھ بھی لے تب بھی اس مزاج و مذاق کو دوسروں کے سامنے بیان کرنا اور اس کا کما حقہ اظہار کر دینا ناممکن نہیں تو انتہائی مشکل ضرور ہے۔

ہمارے مشفق ماموں حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دام اقبالہم نے کتنی سچی اور پیاری بات تحریر فرمائی ہے۔

> "مزاج و مذاق کوئی ریاضی کا فارمولا نہیں ہوتا جیسے دو اور دو چار کر کے بتا دیا جائے، وہ کوئی منطقی تعریف نہیں ہوتی جس کی تشریح پورے فوائد قیود کے ساتھ کر دی جائے وہ تو ایک خوشبو ہوتی ہے جو جہد و عمل کی دنیا میں کسی عظیم انسان کی اداؤں سے پھوٹتی ہے ہر شخص اپنے اپنے ظرف کے مطابق اس سے مشام جاں کو معطر تو کر سکتا ہے لیکن لفظ و بیان کے ذریعہ اس کی جامع و مانع تعریف انسانی قدرت سے باہر ہے"۔
>
> (البلاغ مفتی اعظم نمبر ص ۲۲)

اس لئے والد ماجد حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ کے مذاق زندگی کو الفاظ کا لبادہ اڑھانا اور کما حقہ بیان کر دینا کوئی آسان نہیں بالخصوص مجھ جیسا بے مایہ تو اس سے بالکل ہی عاجز ہے لیکن باری تعالیٰ کی رحمت سے زندگی کا

ایک بڑا حصہ ان کی سرپرستی اور سایہ شفقت میں گزرا' ان کی عادات وخصائل اور ایک ایک ادا کو دیکھنے کا موقع ملا اس لئے۔

"ما لا یُدرك کلّه لا یُترك کلّه"

(جو اچھی چیز پوری حاصل نہ ہوسکے اس کو یکسر چھوڑ دینا بھی مناسب نہیں)

پر عمل کرتے ہوئے احقر اپنی بساط کے مطابق آپ کے مزاج ومذاق اور اوصاف وخصائل کے متعلق کچھ لکھنے کی کوشش کرے گا اگرچہ بڑی حسرت ہے کہ یہ ناکارہ آپ کی اعلیٰ صفات اور سبق آموز واقعات سے کوئی عملی سبق نہ لے سکا لیکن کیا بعید ہے کہ ان کے بیان کی برکت سے کبھی عمل کی کچھ توفیق ہو جائے یا کوئی قاری ان سے فائدہ حاصل کرلے جو اس محروم کے لئے بھی موجب اجر ہو جائے۔

علمی ذوق

حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ نے دارالعلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی' وہاں کی یگانہ روزگار شخصیتوں کے علوم سے بہرہ ور ہوئے' زندگی کا بیشتر حصہ اکابر علماء اور مشائخ کی معیت میں گزرا بالخصوص حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی خدمت میں رہنے کا کافی موقع ملا' آپ کو علم کا شوق اور اس کی لگن تو شروع ہی سے تھی ان جامع علم وعمل شخصیات کے قرب سے اس ذوق وشوق کو مزید جلا ملی۔

ذوق مطالعہ

حضرت مولانا مرحوم کو مطالعہ کا ذوق اپنے ابتداء زمانہ تعلیم سے رہا' جہاں درسی کتب اور دوسری شروحات آپ کے مطالعہ میں رہتیں وہاں مختلف علوم وفنون کی مفید کتابوں کا مطالعہ بھی جاری رہتا' آپ بڑی بڑی کتابیں محض

چند راتوں میں مطالعہ فرمالیتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بے شمار موضوعات پر آپ کا وسیع مطالعہ تھا۔

فقہ وافتاء سے خصوصی مناسبت

حضرت مولانا موصوف ؒ کو ایک طویل عرصہ تک مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی رفاقت حاصل رہی' فقہ کا ذوق اور افتاء کی تربیت آپ نے ان ہی سے حاصل کی۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کو آپ کے تحریر کردہ فتاوی پر کس قدر اعتماد تھا اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب ؒ کی جانب سے آپ کو دوسرے فتاوی نویس حضرات کے فتاوی پر تصحیح کی بھی اجازت تھی چنانچہ کئی ایک جلیل القدر شخصیات مثلاً حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب زیدمجدہم کے بعض فتاوی پر "الجواب صحیح" کے عنوان کے ساتھ آپ کی تصحیح موجود ہے' اس قسم کے متعدد فتاوی دارالعلوم کراچی کے نقل فتاوی کے رجسٹروں میں محفوظ ہیں۔

اگرچہ حضرت مولانا مرحوم گوناگوں علمی مصروفیات میں فقہ وافتاء سے اپنا خصوصی تعلق برقرار نہ رکھ سکے لیکن آپ کا فقہی ذوق اور علمی استحضار آخر تک باقی رہا' بعض اوقات آپ فقہی مسائل بڑی دقت نظر کے ساتھ بیان فرماتے' ایک مرتبہ آپ نے کوئی فقہی مسئلہ بیان فرمایا اس بے علم نے اپنی یاد کے مطابق عرض کیا کہ "غالبا مسئلہ اس طرح ہے" آپ نے جزم کے ساتھ فرمایا کہ "نہیں مسئلہ اسی طرح ہے چاہو تو کتابوں میں دیکھ لو" مراجعت کرنے پر حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کی بات ہی درست نکلی۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"عام طور سے سیاسی انتظامی امور کو علم سے بیر ہوتا ہے اور ان مصروفیات میں پھنس کر انسان علم سے دور ہو جاتا ہے لیکن یہ وصف

انہی میں دیکھا کہ ان تمام مصروفیات کے باوجود ان کا نہ صرف علمی ذوق بلکہ استحضار بھی ہر حالت میں باقی رہا' اللہ تعالیٰ نے اس مشغلہ میں زندگی اور اس میں موت عطا فرمائی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ"۔

تدریسی صلاحیت

حضرت مولانا موصوف ؒ نے ایک عرصہ تک مختلف علوم وفنون کی چھوٹی بڑی متعدد کتابوں کا درس دیا' جس طرح زمانہ طالب علمی میں آپ کا تکرار رفقائے درس میں مقبول تھا اسی طرح تدریس کی لائن میں بھی آپ کو شان قبولیت حاصل تھی۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی محمد ولی حسن صاحب زید مجدہم ہمارے ہاں تشریف لائے تو دوران گفتگو فرمایا کہ "مولانا نور احمد صاحب مرحوم نے ہدایہ ثالث بھی پڑھائی اور اچھی پڑھائی احقر کے دریافت کرنے پر فرمایا کہ چونکہ ان کے بعد دارالعلوم میں ہدایہ میں نے پڑھائی اسلئے ان کی تدریسی خوبیوں کا مجھے علم ہے"۔

اگر آپ مستقل طور پر تدریسی لائن میں لگے رہتے تو یقیناً اس میدان میں بھی بڑی شہرت حاصل کرتے لیکن اللہ جل شانہ کو آپ سے اصل خدمات دین کے دوسرے میدانوں میں لینی تھیں اس لئے آپ کا تدریسی دور مختصر ہی رہا۔

علوم عقلیہ میں مہارت

فلسفہ' منطق اور علم کلام میں مولانا موصوف ؒ کی استعداد بڑی ٹھوس اور پختہ تھی اور ان فنون سے آپ کو بڑی اچھی مناسبت تھی جن فنون کی کتابوں کے درس وتکرار سے طلبہ گھبراتے ہیں آپ ان کے اسباق وتکرار میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے' زمانہ طالب علمی میں آپ کا تکرار بالخصوص ان فنون میں طلبہ کے

درمیان بے حد مقبول تھا' پھر اس میدان میں آپ کا مطالعہ قدیم کتابوں تک محدود نہ تھا بلکہ آپ کا فلسفہ جدید کا مطالعہ بھی خاصا وسیع تھا مختلف یونیورسٹیوں اور کالجوں میں پروفیسران اور لیکچرز کے سامنے آپ کا خطاب ہوا جو بھی نے پسند کیا اور بیحد متاثر ہوئے۔

علم فلکیات سے دلچسپی

آپ کو فلکیات سے بڑی دلچسپی تھی اور اس لائن میں بھی آپ کو خاصا کمال حاصل تھا' ماہرین فلکیات سے بھی جب آپ کی اس موضوع پر بات ہوتی تو وہ فلکیات سے آپ کی مناسبت پر حیران رہ جاتے۔

حضرت والد ماجد ناکارہ سمیت ہم بھائیوں کو مختلف اوقات میں ستاروں کی پہچان کراتے' سمت وغیرہ معلوم کرنے کا طریقہ بتاتے' راقم کو یہ سعادت کئی مرتبہ حاصل ہوئی' متعدد ستاروں کی پہچان حاصل ہوئی لیکن اس فن سے عدم مناسبت کی بناء پر کوئی معتدبہ فائدہ نہ اٹھایا جاسکا۔

تعیین قبلہ اور مساجد کے قبلوں کی درستگی

قبلہ شناسی سے بھی آپ کو بڑی اچھی مناسبت بلکہ اس سلسلہ میں خاصا تجربہ حاصل تھا' آپ کا یہ وصف عوام وخواص میں معروف تھا چنانچہ لوگ مساجد کے قبلوں کی درستگی کے سلسلہ میں آپ سے رہنمائی حاصل کرتے تھے بالخصوص نئی مساجد کے سنگ بنیاد کے موقع پر قبلہ متعین کرانے کے لئے آپ کو اہتمام سے لے جاتے تھے اس طرح پاکستان خصوصاً کراچی کی بے شمار مساجد کے قبلوں کی تعیین اور درستگی کی سعادت آپ کو حاصل ہوئی' یہ خدمت آپ کے ذخیرہ حسنات میں صدقہ جاریہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

علم تاریخ سے آپ کا غیر معمولی لگاؤ

آپ کو علم تاریخ سے ہمیشہ لگاؤ اور غیر معمولی دلچسپی رہی' بالخصوص تاریخ اسلام سے آپ کو خصوصی مناسبت تھی' اس میدان میں آپ کا مطالعہ بھی نہایت وسیع تھا' تاریخ کی چھوٹی بڑی بے شمار کتابیں آپ نے پوری پوری مطالعہ کی تھیں' پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قابل رشک حافظہ سے بھی نوازا تھا اس لئے آپ جو مطالعہ فرماتے اسے محفوظ بھی رکھتے اس لئے عہد ماضی کے چھوٹے چھوٹے واقعات بھی آپ بسا اوقات صحیح تاریخ اور سن کے ساتھ بیان کر دیتے تھے جس پر لوگ بڑے متحیر ہو جاتے۔

علم تصوف کے ساتھ خصوصی شغف

تصوف پر مطالعہ کا ذوق آپ کو اپنے شیخ و مرشد حضرت مفتی صاحب نوراللہ مرقدہ سے ملا تھا' اس لائن میں آپ کا مطالعہ نہایت وسیع تھا یہ وہ فن ہے جس کی کتابیں آپ نے سب سے زیادہ مطالعہ کی تھیں' بالخصوص امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف اور حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ کے مواعظ سے استفادہ کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہا۔

محترم قاری عبدالملک صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ استاذ دارالعلوم کراچی آپ کے بارے میں ذکر کرتے ہیں کہ میں جب گھر پر حاضر ہوتا تو حضرت بہت شفقت فرماتے اور بے تکلف مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی۔ فرماتے تھے کہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ کی تقریباً تمام کتابیں میں نے زمانہ طالب علمی میں مطالعہ کر لی تھیں۔ ایک دفعہ فرمایا لطائف المنن و الأخلاق في بيان وجوب التحدث بنعمة الله على الاطلاق علامہ عبدالوہاب شعرانی کی ایک کتاب ہے جس میں علامہ شعرانی نے اللہ تعالیٰ کو "ممامنّ الله تبارك وتعالى به عليّ" جیسے الفاظ سے بیان فرمایا ہے' دارالعلوم دیوبند کے کتب خانہ میں اس

کتاب کا صرف ایک ہی نسخہ تھا جو شروع سال میں حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ یا کسی اور بڑے استاذ کے پاس چلا جاتا تھا اور مجھے مطالعہ کیلئے کتاب نہیں ملتی تھی' مجھے اس کتاب کے مطالعہ کی بڑی تمنا تھی چنانچہ میں مسلسل اس کی تلاش میں رہا یہاں تک کہ ایک کباڑیئے کے پاس اس ارزاں زمانے میں مجھے یہ کتاب تقریباً دس روپے میں مل گئی اور میں نے جی بھر کر مطالعہ کی۔

ادبی ذوق

مرشدی حضرت عارفی قدس اللہ سرہ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ میں نے صوفیاء کرام کے سلسلے پر نیچے سے اوپر تک نظر ڈالی تو سب کو اچھا شعر گو' یا کم از کم اس کا نفیس ذوق رکھنے والا پایا۔

والد ماجد حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی گو شاعر نہ تھے لیکن عربی' فارسی اور اردو اشعار کا اچھا ذوق رکھتے تھے' اشعار کا ایک بڑا ذخیرہ آپ کو یاد تھا' آپ کو ایسے اشعار زیادہ پسند تھے جن میں موعظت ہو یا کوئی حکمت کی بات ہو' ایک مرتبہ احقر کے اصرار پر آپ نے اپنی خوبصورت تحریر میں یہ شعر رقم فرمایا:

وبادر الليل بما تشتهي
فإنما الليل نهار الأريب

ترجمہ :۔ راتوں کو (جاگ کر) اپنے مقاصد کو حاصل کرو اس لئے کہ رات عقل مند کا دن ہوتی ہے۔

اردو اشعار کے مقابلے میں آپ کو فارسی' عربی اشعار کا زیادہ ذوق تھا' ان میں بھی فارسی سے زیادہ مناسبت تھی بالخصوص حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار بے حد پسند تھے' ایک مرتبہ جب آپ کو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی تو بڑے ذوق و شوق سے علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا!

مشرف گرچہ شد جامی زلطفش
خدایا ایں کرم بار دگر کن

آپ کی تحریرات میں پڑھے ہوئے یا مختلف مجالس میں آپ سے سنے ہوئے اشعار درج ذیل ہیں:

لقد ضیعت عمری فی التبھی
وفی الطغیان صدری الدوام

مریض اقعدتہ شئون نفس
وقد أیست مسدود وقامو

قدمت بیت مسکینا فقیرا
وزاد النفس آثام عظام

إن استغفرت لی مولای یوما
لکن ممن علی الدین استقاموا

یضیعک مثل عبد کل عصوی
وفی قلبی یدوم لک الغرام

سپردم بتو مایہ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

اے لقاء تو جواب ہر سوال
مشکل از تو حل شود بے قیل قال

عملی ذوق

مجدمت حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عملی ذوق کے بارے میں کچھ تحریر کرنا راقم جیسے بے عمل اور کوتاہ نظر کے لئے ان کے علمی ذوق کے تذکرے سے کہیں زیادہ مشکل ہے لیکن بالکل نہ لکھنے کے مقابلہ میں کچھ نہ کچھ لکھنا بہتر ہے' اس لئے اپنے احساس اور اپنی نظر کے مطابق چند باتیں سپرد قلم ہیں۔

ذوق عبادت

حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالی نے عبادت کا خاص ذوق اور شغف عطا فرمایا تھا' یہ ذوق آپ کو اپنے اکابر وشیوخ سے ملا تھا' بالخصوص حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی بابرکت صحبت کا فیضان تھا' آپ کی تہجد کبھی قضا نہ ہوتی تھی' اس ناکارہ نے جب سے ہوش سنبھالا اس وقت سے والد ماجد کا یہ ہمیشہ معمول دیکھا کہ رات کو ساڑھے تین چار بجے کے قریب اٹھ جاتے' بڑے ذوق وشوق اور خشوع وخضوع کے ساتھ تہجد ادا فرماتے اور اپنے اوراد ووظائف کو پورا فرماتے' فجر کی اذان کے وقت گھر والوں کو اٹھاتے' پھر فجر کے بعد اور بسا اوقات اشراق کے بعد کچھ آرام فرماتے' رات کو سویرے سونا اور سحر کے وقت بیدار ہو جانا ہمیشہ سے آپ کا معمول رہا۔

عارفی کچھ دل کی خلوت ہی میں ملتا ہے سکوں
جب کبھی دنیا کے ہنگاموں سے گھبراتا ہوں میں

رمضان المبارک میں آپ کے اس ذوق وشوق اور عبادت میں مزید اضافہ ہو جاتا پوری پوری رات یا اس کا اکثر حصہ جاگتے ہوئے گزرتا قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام بڑھ جاتا' روزانہ دس بارہ پارے آپ عموماً ضرور پڑھ لیتے'

آخری عشرہ میں اور اہتمام بڑھ جاتا اور تقریباً بیس پارے یومیہ کا اوسط ہو جاتا اور بعض مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ آپ نے ایک ہی دن میں پورا قرآن کریم ختم فرما یا' رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں آپ اعتکاف کا بھی اہتمام فرماتے' جوانی اور قوت کے زمانے میں اس کا خاصا التزام رہا' گو زندگی کے آخری سالوں میں مختلف بیماریوں اور ضعف کی وجہ سے اس میں خاصی کمی آگئی تھی لیکن ذوق وشوق وہی تھا' اعتکاف کے بارے میں آپ کے ذوق وشوق کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ نظام الدین دہلی میں گرمی کے ایام میں چالیس دن کا اعتکاف فرمایا جیسا کہ پچھلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے۔

ذکر اللہ کا ذوق وشوق بھی آپ کو اپنے اکابر سے ورثہ میں ملا تھا بالخصوص حضرت مفتی صاحب ﷺ کا رنگ غالب تھا۔ آپ کے اوراد ووظائف کا ایک طویل سلسلہ ہوتا جس کا کسی قدر اندازہ اس خط سے بھی ہوتا ہے جو آپ نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی ﷺ کی خدمت میں تحریر فرمایا اس میں آپ حضرت ﷺ کو اپنے معمولات بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم" آٹھ سو دفعہ' حسبنا اللہ نعم الوکیل تین سو اکتالیس مرتبہ' کھیعص کفایتنا، حمعسق حمایتنا ایک سو دفعہ' سورۃ اخلاص ایک ہزار دفعہ لاحول ولاقوۃ إلا باللہ پانچ سو دفعہ' درود شریف اللھم صل علی محمد النبی الأمی وآلہ وصحبہ وبارك وسلم دو ہزار یا ہو سکے تو زیادہ' اسم ذات اللہ اللہ دل کی طرف کچھ توجہ کے ساتھ دو ہزار' روزانہ یس شریف ایک دفعہ نوافل میں"

(مکتوب ۲۸/ رجب ۱۳۹۷ھ)

آپ کو بکثرت درود شریف پڑھنے کا بھی بڑا اہتمام رہتا تھا بعض ایام میں اس ذوق وشوق کا اتنا غلبہ ہوتا کہ آپ ایک دن میں پانچ پانچ ہزار مرتبہ درود شریف پڑھ لیا کرتے تھے۔

بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں
بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

یقیناً درود شریف کی اس کثرت کی برکت تھی کہ آپ بارہا حرمین شریفین کی زیارت سے تو مالا مال ہوتے ہی بلکہ بسا اوقات سرکار دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زیارت منامیہ سے مشرف ہوتے' اور ہمیں آپ اپنے پرکیف خواب عقیدت ومحبت سے پرنم آنکھوں کے ساتھ مزے لے لے کر سناتے۔

ایک مرتبہ آپ نے ہم بھائیوں سے دریافت کیا کہ تم نے کبھی نبی کریم ﷺ کی زیارت کی؟ ہم نے حسرت سے جواب دیا کہ "نہیں" اس کے بعد بھی جب آپ نے متعدد مرتبہ اس بارے میں دریافت کیا تو ہم نے عرض کیا کہ "ابا جی! یہ اختیاری چیز تو ہے نہیں کہ جو چاہے زیارت کرلے" یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ "اتنی غیر اختیاری بھی نہیں"۔

مقصد یہ تھا کہ اگر کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھنے کا اہتمام کیا جائے تو عموماً اللہ پاک اس نعمت سے بھی نواز دیتے ہیں۔

بنسیما جانب کویش گزر کن
بگو آں نازنیں شمشاد مارا
بہ تشریف قدوم خود زمانے
مشرف کن خراب آباد مارا
کہ بے دیدار تو اسباب شادی
نمی شاید دل ناشاد مارا

ایک مرتبہ جب قیام مدینہ منورہ کے زمانے میں اللہ جل شانہ عم نوالہ نے مجھ جیسے ناکارہ اور بے مایہ کو بھی فخر الاولین والآخرین نبی کریم ﷺ کی زیارت منامیہ سے سرفراز فرمایا اور بندہ نے اپنا مبارک خواب حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو سنایا تو غیر معمولی خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا۔

آپ کا دعا کا ذوق بھی بڑا منفرد تھا' ادعیہ ماثورہ میں سے آپ کو بہت سی

دعائیں یاد تھیں 'مناجات مقبول' قنوت نازلہ اور حزب البحر پڑھنے کا سلسلہ رہتا بالخصوص حیات مبارکہ کے آخری سالوں میں قنوت نازلہ پڑھنے کا بڑا اہتمام کیا۔

دعا کرتے یا کراتے وقت آپ انہیں ایک خاص کیف اور تسلسل کے ساتھ پڑھتے' دعا کرتے ہوئے آپ کی آواز بھرا جاتی آنسو رواں ہو جاتے اس وقت آپ کی کیفیت' دیدنی ہوتی اور بزبان شاعر کچھ اس طرح۔

نہ لائق در پہ آنے کے نہ قابل منہ دکھانے کے
امید مغفرت لیکر ترے دربار میں آئے

روزے رکھنے کا بھی آپ کا ایک خاص ذوق تھا' بیمار ہوں یا تندرست سردی ہو یا گرمی کبھی آپ کا کوئی روزہ قضا نہ ہوتا' نفلی روزوں کا سلسلہ اس کے علاوہ رہتا' آپ جب دنیا سے رخصت ہوئے اس وقت آپ کے ذمہ نہ کوئی نماز تھی نہ کوئی روزہ' زکوۃ بھی آپ اگلے سال تک کی ادا کر چکے تھے۔

ذوق دعوت و تبلیغ

حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس سرہ کی عملی زندگی کا بیشتر حصہ دعوت و تبلیغ کے کام میں گزرا' دعوت و تبلیغ کا وہ کونسا میدان ہے جس میں آپ نے نمایاں خدمات انجام نہیں دیں' جب کوئی فتنہ سر اٹھاتا اور اس کی تردید کی ضرورت پیش آتی آپ ہمہ تن متوجہ ہو کر اس کارد فرماتے اور اس میدان میں اپنی ساری طاقتیں اور توانائیاں صرف کر دیتے' اگر خود سے کچھ نہ بن پڑتا تو جن شخصیتوں سے اس میدان میں بہتر کام کرنے کی توقع ہوتی تو ان کی توجہ اس طرف مبذول کراتے' اصرار کرتے خود بھی ہر طرح سے ان کی معاونت کرتے' اور اہل خیر کو متوجہ کراتے' نہ جانے کتنے ہی بڑے بڑے کام ایسے ہیں جو محض آپ کے اصرار اور توجہ دلانے کے سبب ہو گئے۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہ نے حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ

والسلام کی پیغمبرانہ دعوت کے امتیازی خصائص اور سنہری اصول بیان فرمائے ہیں۔ مثلاً امت کی فکر کا شدید جذبہ' دعوت کی لگن مخاطب کی شفقت اور حکمت وغیرہ' اللہ تعالیٰ نے حضرت والد ماجد ﷺ کو ان اوصاف میں سے بھی وافر حصہ عطا فرمایا تھا' آپ کو اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے خلوت و جلوت میں ملک و قوم اور امت اسلامیہ کی اس قدر فکر رہتی کہ دوسرے طبعی تقاضے ان کے مقابلے میں مغلوب نظر آتے' یہ تبلیغ کا جذبہ تھا اور دعوت کی لگن کہ جب بھی آپ کو کسی آدمی تک اچھی بات پہنچانے کا موقع ملتا تو آپ اس موقع کو غنیمت جانتے اور اس کو اپنی بات پہنچا دیتے' آپ کی ہمیشہ سے یہ طبیعت رہی کہ جس بات کو آپ حق اور درست سمجھتے اس بات کے کہنے میں ادنیٰ تامل نہ فرماتے' خواہ حالات کتنے ہی ناموافق اور حوصلہ شکن کیوں نہ ہوں' البتہ اپنی سی کوشش یہی کرتے کہ مناسب موقع ماحول مل جائے تاکہ بات زیادہ سے زیادہ موثر ہو سکے۔

آپ کی دعوت و تبلیغ عوام و خواص میں سے کسی ایک طبقہ کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ جہاں کہیں جب بھی آپ کو موقعہ مل جاتا ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ دین کی بات ضرور کہہ دیتے۔

راقم الحروف نے بارہا آپ کا یہ معمول دیکھا کہ جب آپ کسی ٹیکسی یا رکشہ میں سوار ہوتے تو سب سے پہلے دلچسپ باتیں کرکے ڈرائیور کو مانوس کرتے' مثلاً اس کا نام پوچھتے' علاقہ پوچھتے' اس کے علاقہ کے معروف لوگوں سے اپنے تعلق کا اظہار فرماتے اور جب وہ مانوس ہو جاتا تو بڑی دل سوزی اور حکمت کے ساتھ اسے حرام کمائی سے بچنے کی تلقین کرتے حلال کمائی کی ترغیب دلاتے' داڑھی رکھنے پر ابھارتے اور نماز روزے کی اہمیت کا احساس دلاتے' بالخصوص نماز پر بہت زور دیتے' یہ باتیں آپ اتنے بے تکلف سادہ اور پرخلوص انداز میں ایسے درد کے ساتھ کہتے کہ مخاطب اثر لئے بغیر نہ رہتا' پھر منزل پر پہنچنے پر اسے حق الاجرت سے زائد عطا فرماتے' بلکہ اگر کسی رکشہ ٹیکسی میں گھر آتے تو نماز پڑھنے کا وعدہ لے کر اپنی جانب سے ڈرائیور کو قرآن کریم کا

کوئی نسخہ یا عام فہم دینی کتاب بھی دیدیتے' چنانچہ وہ ڈرائیور موعظت وخیر خواہی کے ساتھ ساتھ اس حسن سلوک کا غیر معمولی اثر لے کر رخصت ہوتا تھا' کتنے ہی لوگوں کو احقر نے آپ کی دعوت وتبلیغ سے متاثر ہوکر بدلتے دیکھا' انشاء اللہ ایسے تمام افراد آخرت میں آپ کے لئے رفع درجات کا باعث ہوں گے۔

عوام تو عوام خواص میں سے بھی جب آپ کو کسی تک صحیح اور حق بات پہنچانے کا موقع ملتا تو اس کے پہنچانے میں ادنیٰ جھجک محسوس نہ فرماتے' اسی طرح اگر کبھی آپ کو ارباب حکومت میں سے کسی تک کلمہ حق پہنچانے کا امکان دکھائی دیتا تو آپ اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے حکمت کے ساتھ اس کلمہ حق کے پہنچانے کا بطور خاص اہتمام فرماتے' حسب مصلحت کبھی براہ راست کبھی بالواسطہ۔

آپ کا سیاسی ذوق

سیاست بھی دین ہی کا ایک شعبہ ہے اس شعبہ میں بھی اہل حق نے ہمیشہ موثر خدمات انجام دی ہیں' حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کا مزاج طبعی طور پر تو سیاسی نہ تھا' لیکن آپ سیاست سے پوری طرح باخبر رہتے تھے' ضرورت پڑنے پر پوری دلچسپی اور اہمیت کے ساتھ اس میں موثر حصہ بھی لیتے لیکن کبھی کھل کر سامنے نہ آتے یہی وجہ تھی کہ آپ کبھی سیاسی شخصیت یا لیڈر کی حیثیت سے معروف نہیں ہوئے۔

آپ نے سیاست میں عملی حصہ سب سے پہلے قیام پاکستان کی تحریک میں اور اس کے قیام کے بعد اسلامی دستور وقانون کے نفاذ کی کوششوں میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس اللہ سرہ کا دست راست بن کر لیا' اس کے بعد ۱۹۷۰ء کے انتخابات سے قبل ''دعوۃ الحق'' کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے سوشلزم وغیرہ کے خلاف بھرپور کام کیا' مرکزی جمعیت علماء اسلام یا نظام اسلام پارٹی کے ساتھ مل کر بھی آپ نے موثر خدمات انجام دیں۔

آپ سیاست میں اگرچہ عملی کر سامنے نہ آتے لیکن جس جماعت یا فرد کو صحیح یا نسبتاً بہتر کام کرتا ہوا سمجھتے اپنی تمام کوششیں صرف کرکے اس کی ہر ممکن امداد کرتے اس کے راستے کی مشکلات اور رکاوٹیں دور کرنے کی کوشش کرتے' خود بھی اس کی رہنمائی فرماتے اکابر سے بھی اس کی رہنمائی کی درخواست کرتے لوگوں میں اس جماعت یا فرد کو متعارف کراتے' اہل خیر کو اس کی مالی امداد اور معاونت پر متوجہ فرماکر مضبوط روابط قائم فرما دیتے' پھر بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ کوئی کام آپ محض خود اپنی ذاتی کوششوں سے کرتے لیکن جب اس کی تشہیر کا وقت آتا تو اس کا کریڈٹ اس مخصوص فرد یا جماعت کو دیدیتے۔

شہرت طلبی ہے ایک سودائے خام
رہتا ہے آدمی اس سے بے آرام

لڑائی جھگڑے سے اجتناب

حضرت والد ماجد رحمہ اللہ کو نزاع وجدال اور لڑائی جھگڑوں سے بڑی نفرت تھی گو والد صاحب رحمہ اللہ لوگوں میں تیز طبیعت کے مشہور تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ طبیعت کی تیزی کا عموماً اسی موقع پر اظہار فرماتے جب فریق آخر کی بات کو سرا سر غلط یا غیرت ایمانی کے خلاف سمجھتے' ورنہ جہاں تک اپنے حقوق کا تعلق ہے سو زندگی میں نہ جانے کتنے بیشمار مواقع ایسے آئے ہیں جن میں آپ نے محض جھگڑے اور نزاع سے بچنے کے لئے اپنا جائز اور قیمتی حق تک چھوڑ دیا' سرکار دوعالم نبی کریم ﷺ کے زریں ارشاد "من ترک المراء وھو محق بنی لہ فی وسطھا"[1] (جو شخص حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے اس کے لئے جنت کے بیچوں بیچ گھر تعمیر کر دیا جاتا ہے) کو آپ اپنے لئے ہمیشہ مشعل راہ بنائے

---

[1] ترمذی (ج ۲ ص ۲۰۸) وابن ماجہ (ج ۱ ص ۲۰)

رکھا' ایک معاملہ کے سلسلہ میں والد صاحب کی ایک بڑی رقم ایک صاحب کے 19 B
ذمہ تھی جب ان سے رقم کا مطالبہ کیا جاتا تو ٹال مٹول کرنے لگتے' حالانکہ صاحب استطاعت اور خاصے بڑی حیثیت آدمی تھے ایک مرتبہ رقم کا مطالبہ کیا گیا تو انہوں نے بڑی بد اخلاقی کا مظاہرہ کیا' حضرت والد صاحب کی جگہ کوئی اور ہوتا تو عین ممکن تھا کہ تلخی اور بڑھتی اور لڑائی تک نوبت آجاتی لیکن والد صاحب نے بات کو رفع دفع کرنے اور معاملہ کو صاف کرنے کے لئے فوراً ہی تقریباً بیس ہزار روپے کی خطیر رقم معاف کر دی' ہم حیران رہ گئے۔

اسی طرح ادارۃ القرآن کی کتابوں کی بائنڈنگ کے سلسلہ میں ایک بائنڈر نے آپ سے اپنی ضرورت کا اظہار کر کے ایک بڑی رقم اس وعدہ پر قرض لی کہ "ادارہ" کی کتابوں کی بائنڈنگ کر کے وہ اس قرضہ کو چکا دے گا کچھ کام تو اس نے حسب وعدہ کر دیا لیکن جب کم و بیش دس ہزار روپے رقم باقی تھی اس نے کام بھی چھوڑ دیا اور ادائیگی میں بھی لیت و لعل سے کام لینے لگا' والد صاحب نے چند بار تو تقاضا کیا پھر پورے دس ہزار معاف کر دیئے۔

اس طرح کے نہ جانے کتنے ہی واقعات پیش آتے ہم تو انہیں عرصہ تک نہ بھولتے' لیکن آپ انہیں اس طرح فراموش کر دیتے کہ جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔

استغناء اور انفاق فی سبیل اللہ

اللہ تعالٰی نے والد صاحب کو استغناء کی صفت اور انفاق فی سبیل اللہ کے جذبے سے مالا مال فرمایا تھا' آپ جس کو اپنے سے بے نیاز اور گریزاں پاتے خود بھی اس سے مستغنی ہو جاتے' ہمیشہ اس قسم کی دعائیں مانگا کرتے' لیکن آپ کا یہ سارا استغناء بے نیازی اور غیرت' دنیوی اپنے ذاتی معاملات تک محدود تھی اس کے برعکس اگر آپ دین کے کسی کام کو یا مسلمانوں کے کسی مفاد کو کسی شخصیت سے وابستہ پاتے اس میں اپنی انا اور غیرت کو کبھی آڑے نہ آنے دیتے' پورا

اصرار فرماتے' اس کے کام آکر اس سے کام لینے کی کوشش کرتے' احقر ذاتی طور پر ایک ایسی شخصیت سے واقف ہے جس کے گھر کا بعض اوقات سودا سلف حتیٰ کہ آٹا وغیرہ بھی آپ پہنچواتے تھے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی راہ میں خرچ کرنے کا ذوق اور انفاق فی سبیل اللہ کے جذبے سے سرشار فرمایا تھا' آپ ہر خیر کے کام میں بڑھ کر حصہ لینے کی کوشش فرماتے' جہاں تک زکوٰۃ وغیرہ کا تعلق ہے اس فریضے سے تو آپ سال پورا ہوتے ہی فارغ ہو جاتے بلکہ بسا اوقات سال بھی پورا نہ ہونے پاتا تھا' چنانچہ ۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۷ھ کو جب آپ نے اس جہان فانی کو خیرباد کہا اس وقت زکوٰۃ وغیرہ کی کوئی رقم آپ کے ذمہ نہ تھی حالانکہ آپ کا سال رمضان المبارک میں پورا ہوتا تھا' لیکن آپ وفات سے بھی کافی پہلے اس سال کی زکوٰۃ سے بری الذمہ ہو چکے تھے۔

نیز صدقۃ الفطر کے بارے میں احقر کو کبھی یاد نہیں کہ آپ نماز عید سے پہلے اس واجب سے سبکدوش نہ ہو چکے ہوں۔

اسی طرح تبرعات اور صدقات نافلہ کا بھی خوب اہتمام فرماتے' عام طور سے کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے بلکہ کچھ نہ کچھ دے کر ہی رخصت فرماتے' کچھ مساکین تو ایسے تھے جو ہر دو چار روز بعد آکر آپ سے کچھ نہ کچھ رقم باقاعدگی سے لیتے تھے' پھر آپ ایسے سفید پوش لوگوں کی جستجو میں رہتے جو اپنی حاجت اور ضرورت کے باوجود کسی کے سامنے دست سوال دراز نہیں کرتے متعدد افراد اور گھرانوں کی آپ کفالت کرتے تھے جن میں سے بیشتر وہ تھے جن کے گھر والے بھی واقف نہیں' اس کا اندازہ آپ کی رحلت کے بعد ایسے متعدد افراد سے ملاقات ہونے اور خود ان کے عقیدت واحسان مندانہ انداز سے جتلانے پر ہوا۔

سادگی اور تواضع

اللہ تعالٰی نے حضرت مولانا موصوف ؒ کو سادگی اور تواضع کے اوصاف سے بھی خوب نوازا تھا۔

سادگی کا تو یہ عالم تھا کہ آپ اپنے سیدھے سادے لباس (جو عموماً شلوار کرتہ، صدری یا شیروانی پر مشتمل ہوتا تھا) میں جہاں چھوٹوں کے پاس بے تکلف تشریف لے جاتے وہاں ذی حیثیت اصحاب ثروت کے پاس بھی اسی سادہ لباس میں چلے جاتے نہ کوئی ٹیپ ٹاپ ہوتی اور نہ کوئی اہتمام' البتہ لباس کے ستھرے ہونے کا ضرور اہتمام فرماتے جس کی آپ کو ہمیشہ سے عادت رہی۔

پھر کمال یہ تھا کہ اس سادہ لباس میں آپ بڑی بڑی تقاریب میں بھی شرکت کرتے چوٹی کی شخصیات سے بھی ملاقات فرماتے لیکن کبھی کسی موقعہ پر ذرا مرعوب نہ ہوتے' جہاں بھی تشریف لے جاتے مرعوب ہونا تو کجا اپنا ہی اثر ڈال کر اٹھتے۔

روزمرہ کے معمولات اور عام رہن سہن میں بھی آپ کی زندگی ٹیپ ٹاپ سے خالی اور بہت سادی تھی۔

کیوں اتنا اہتمام ہے راحت کے باب میں
رہنا ہی کتنے دن ہے جہان خراب میں

متعدد تبلیغی مہمات میں آپ کے رفیق ہفت روزہ "عظمت" سانگھڑ کے مدیر اپنے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

"مسجد طیبہ کی بالائی منزل کا وہ حجرہ جہاں ہم گئے تھے وہی ادارہ دعوۃ الحق کا ہیڈ آفس بھی تھا اور ہماری تمامتر سرگرمیوں اور عوامی رابطہ کا مرکز بھی تھا جہاں پر ضرورت کے لئے ایک ٹیلی فون تو ضرور موجود تھا باقی تمام نشست و برخاست کا سلسلہ فقیرانہ تھا' مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بڑی دری جو کہ عام طور پر سے جلسوں میں بچھائی جاتی تھی اس پر ایک صاف شفاف سفید چادر بچھی رہتی تھی۔ دو تین گول گاؤ

تکئے بھی تھے اس کے علاوہ از قسم فرنیچر یا آرائش کچھ اور نہ تھا.....
مولانا نور احمد صاحب انتہائی سادہ مزاج' صاف گو' اللہ اور رسول کے احکامات کے پابند تھے' مجھے یاد ہے کہ ۲۴/ چوبیں گھنٹے میں ایک دفعہ ہوٹل سے ایک نان منگواتے اور سلاد کے پتوں سے کھالیتے تھے نہ انہیں مرغن اور قیمتی غذاؤں کی طلب تھی نہ حاجت"۔

تواضع اور فنائیت بھی آپ میں نمایاں تھی یہ وصف آپ کو اپنے شیخ و مرشد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سے ورثہ میں ملا تھا' بڑے بڑے نمایاں کام کرنے کے باوجود اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھتے' اپنے کارناموں کو عموماً دوسروں کے نام منسوب کر دیتے' اگر کسی کام کی نسبت خود آپ کی طرف ہو بھی جاتی اور آپ کی موجودگی میں اس کی تعریف کی جاتی تو حیا آمیز شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ نظریں پست فرمالیتے اور روئے سخن بدل دیتے۔

تواضع کند ہوشمند گزیں
نہد شاخ پر میوہ سر بر زمیں

پھر آپ کو کبھی اپنے مرتبہ اور حیثیت کا ادنیٰ زعم بلکہ احساس تک نہ ہوتا چھوٹے سے چھوٹے آدمی سے ملاقات ہوتی تو اس سے بڑے بے تکلفانہ اور دوستانہ ماحول میں دلچسپی سے باتیں کرتے' جس سے وہ یوں محسوس کرنے لگتا کہ میری بھی بڑی حیثیت اور بڑا مقام ہے۔

اکرام ضیف

صحیحین کی روایت میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے "من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ" "جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے"

حضرت مولانا مرحوم کو اس قسم کی روایات پر عمل کا بڑا اہتمام تھا' چنانچہ مہمان نوازی اور اکرام ضیف بھی آپ کا ایک نمایاں وصف تھا گھر میں اگر کوئی

عام مہمان بھی آجاتا تو اس قدر اہتمام فرماتے کہ حیرت ہوتی' پھر اگر مہمان کوئی ذی علم اور بزرگ شخصیت ہوتی اس وقت تو آپ بالکل بچھ ہی جاتے اس کی ضیافت کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ انتظام کرتے خود بھی اس کا اہتمام کرتے گھر والوں سے بھی کراتے پھر سب کچھ کرنے کے بعد ہمیشہ یہ کسک محسوس فرماتے کہ ضیافت کا جو اہتمام ہونا چاہئے وہ نہ ہو سکا۔

آپ کے وہ احباب جو آپ کے اس وصف اور آپ کی سخاوت سے واقف تھے وہ وقتاً فوقتاً آپ سے دعوتیں وصول کرتے رہتے تھے' حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں:

> "مرحوم اپنے حلقۂ احباب میں بھی ہر دلعزیز تھے کسی نہ کسی بہانے ان سے دعوت کی فرمائش رہتی جنہیں وہ خندہ پیشانی سے پورا بھی فرماتے"۔ بینات ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ

پھر والد ماجد کی جود و سخا اور وسعت و فراخی صرف مہمانوں ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھی گھر والوں کے لئے بھی اس کا ہمیشہ مظاہرہ رہتا' کبھی کسی چیز کی فرمائش کی جاتی تو بڑھیا سے بڑھیا چیز کا انتخاب فرماتے پھر ایک ہی پر اکتفا نہ کرتے بلکہ متعدد قسم کی کئی کئی عدد لے آتے۔

خرید و فروخت میں وسعت

حضرت والد ماجد رحمہ اللہ خرید و فروخت اور دوسرے معاملات میں بڑی وسیع القلبی کا مظاہرہ فرماتے تھے پھل وغیرہ خریدنے جاتے دام پوچھتے جو دام وہ بتاتا اس سے دو پانچ روپے زیادہ کر کے فرماتے "ہم تمہیں اتنا دیں گے"' بعض اوقات تو کوفت بھی ہوتی کہ اگر اس کے دام کم کروائے جاتے تو یہ چیز خاصی سستی مل سکتی تھی لیکن سستا کرانا تو کجا آپ نے دام میں مزید اضافہ کر دیا' اسی طرح جب ٹیکسی وغیرہ میں بیٹھتے تو پانچ دس روپے بڑھا کر ہی دیتے' ایک مرتبہ ہم والد صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ تھے ایک جگہ سے ہمیں ٹیکسی میں بیٹھ کر گھر جانا تھا

اور والد صاحب ﷺ کو کسی کام سے فارغ ہو کر بعد میں آنا تھا' والد صاحب ﷺ نے ہمارے لئے ایک ٹیکسی رکوائی' سامان وغیرہ کچھ نہ تھا ہمارا اندازہ تھا کہ ڈرائیور زیادہ سے زیادہ چالیس پچاس روپے میں راضی ہو جائے گا روانہ ہوتے وقت والد صاحب نے ہم سے اس کے سامنے فرمایا "اس کو ساٹھ روپے دیدنا" پھر ایک لحظہ کے بعد فرمایا "بلکہ ستر دیدینا" پھر کچھ خیال آیا تو اس سے پوچھا "نماز پڑھتا ہے؟" ڈرائیور نے کچھ اس انداز سے سکوت اختیار کیا جس سے نماز نہ پڑھنے کا اقرار ہوتا تھا' ترغیبی انداز میں اس سے پوچھا "آئندہ نماز پڑھے گا" اس نے اثبات میں سرہلایا تو ہمارے سے کہا کہ "اس کو اسی روپے دینا" چنانچہ اتنے ہی دیئے گئے۔

جن لوگوں سے آپ کی خرید و فروخت اور لین دین رہتا وہ آپ کی اس عادت سے واقف ہوتے بارہا اس کا مشاہدہ کیا کہ والد صاحب پھل وغیرہ خریدنے کے لئے تشریف لے جاتے ہر پھل والا آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنے اور بلانے کی کوشش کرتا۔

ایک مرتبہ حضرت والد صاحب ﷺ کے اس وصف کا احقر نے اپنے مشفق ماموں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دام اقبالہم سے ذکر کیا تو انہوں نے اس وصف کی بڑی مدح سرائی کی اور اس سلسلہ میں متعدد احادیث سنائیں جو اگرچہ پہلے بھی پڑھی تھیں لیکن ذہن سے بالکل اوجھل تھیں اور اب انہیں سننے کے بعد والد صاحب ﷺ کی اور ان کے اس وصف کی بڑی عظمت محسوس ہونے لگی۔

بخاری شریف[لہ] میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لہ ج ۱ ص ۲۷۸ کتاب البیوع، باب السہولۃ والسماحۃ فی الشراء والبیع ومن طلب حقا فلیطلبہ فی عفاف ۱۲ (۔۔۔)

"رحم اللہ رجلا سمحا إذا باع وإذا اشترى وإذا اقتضى"
"اللہ تعالیٰ اس آدمی پر رحم کرے جو بیچتے' خریدتے اور (قرضہ کا) تقاضا کرتے وقت فیاضی اور وسعت سے کام لے۔

فعالیت

یہ آپ کی شخصیت کا سب سے نمایاں اہم اور مشہور ترین وصف ہے بلکہ یہ وہ مسلمہ وصف ہے جس کا آپ کے تمام جان پہچان والوں نے بارہا اعتراف کیا ہے' آپ کی پوری زندگی اس کا ایک ایک لمحہ مسلسل محنت وکوشش پیہم جدوجہد اور سعی وعمل سے تعبیر ہے' اپنے کاموں کا خاکہ آپ رات کو سوتے وقت بنالیتے تھے' رات کے آخری پہر میں تہجد سے فارغ ہونے کے بعد اس کی پوری ترتیب ذہن میں قائم فرمالیتے پھر صبح ہوتے ہی اپنی پوری طاقت وتوانائی اس میں صرف کرنا شروع کر دیتے' خود بھی لگتے دوسروں کو بھی لگاتے' کسی کام کو شروع کرتے وقت آپ کے کسی گوشہ خیال میں بھی یہ بات نہ ہوتی کہ یہ کام حسب منشا نہ ہوسکے گا۔

پھر آپ کی ایک عادت یہ تھی جب کسی بڑے کام یا کسی مہم کو شروع کرتے تو بیک وقت اس کے متعدد طریقے اختیار کرتے اور کئی کئی راہیں نکالتے تاکہ اگر خدا نخواستہ وہ مقصد ایک طریقہ سے حاصل نہ ہوسکے تو دوسرے طریقہ سے حاصل ہو جائے' پھر جب تک اس مہم کو سر نہ کرلیتے آرام سے نہ بیٹھتے' پھر اس کام کے سلسلہ میں اگر کسی آدمی سے ملنا ضروری ہوتا اور اس سے ملاقات نہ ہو رہی ہوتی تو ملنے کے لئے ایسا وقت منتخب فرماتے جب اس سے ملاقات یقینی ہو' خود فرماتے تھے "کسی کو پکڑنا ہو تو یا بستر میں جانے سے پہلے پکڑو یا بستر چھوڑنے سے پہلے" یعنی یا تو اتنی تاخیر سے جاؤ کہ جس وقت یقینی طور پر وہ اپنے ٹھکانے پر واپس آچکا ہو یا اتنے سویرے جاؤ کہ اس کے بارے میں یقین ہو کہ وہ ابھی گھر سے نہ نکلا ہوگا۔

حضرت مولانا موصوف کی فعالیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ غالباً ۱۳۹۵ھ میں جب دارالعلوم دیوبند کے اجلاس صد سالہ کے سلسلہ میں تیاریاں شروع تھیں اس اجلاس کے انتظامات سے متعلق مشورہ کرنے کے لئے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب ﷫ دارالعلوم کراچی میں حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ کی خدمت میں تشریف لائے' دوسرے بہت سے اجلہ علماء کے علاوہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری ﷫ بھی تشریف فرما تھے' حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ اس مجلس میں نہ تھے' اس مجلس مشاورت میں یہ بات زیر غور آئی کہ دارالعلوم دیوبند کے اجلاس صد سالہ کی تقریب دیوبند میں تو منعقد کی ہی جائے پاکستان میں بھی اس کے "اجلاس صد سالہ" کا اہتمام کیا جائے اور اس کے شایان شان "اجلاس" منعقدہ کیا جائے' بات یہ زیر غور تھی کہ پاکستان میں اس اجلاس کا شایان شان اہتمام کیسے ممکن ہے؟ اس موقع پر محدث عصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری صاحب نور اللہ مرقدہ نے دفعتاً فرمایا کہ پاکستان میں اس عظیم الشان اجلاس کے انعقاد کی پوری ذمہ داری قبول کرنے کو میں اکیلا تیار ہوں بشرطیکہ مولانا نور احمد صاحب کو میرے ساتھ لگا دیا جائے۔

آپ کی فعالیت کا اندازہ درج ذیل چند آراء سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔

حضرت مولانا عبدالشکور ترمذی صاحب مدظلہم اپنے تعزیتی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

> "اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو بڑی صلاحیتوں سے نوازا تھا اور بڑا اور متحرک انسان بنایا تھا جس کام کے پیچھے لگ جاتے تھے بس کسی نہ کسی طرح اس کو سرانجام دے کر چھوڑتے تھے' عزم و ارادہ کے بہت ہی پختہ تھے"۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب اپنے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

"مولانا مرحوم پختہ عزم کے مالک، دھن کے پکے، لگن کے سچے اور بالکل نہ تھکنے والے انسان تھے، مایوسی کی پرچھائیں بھی کبھی ان پر نہ پڑی تھی وہ قدم بڑھا کر پیچھے ہٹنا نہ جانتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو درد آشنا دل اور سوز آہ سے نوازا تھا..... ملی، مذہبی خدمت کا جذبہ قدرت نے ان کو بے پناہ عطا کیا تھا"

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب مدظلہم تحریر فرماتے ہیں۔

"مولانا مرحوم نہایت زیرک، عاقل ومدبر اور بے پناہ قوت ارادیہ کے حامل تھے مہمات کو سرکرنا ان کا خاص ذوق اور بڑے سے بڑے آدمی کو ہمنوا کر لینے کا انہیں خصوصی ملکہ تھا، بے حد فعال تھے، بے تکان کام کئے جانا شباب سے پیری بلکہ وفات تک ان کا معمول رہا"۔

بینات زیعقدہ ۱۴۰۷ھ

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دامت اقبالہم تحریر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا کو مہم جوئی اور مشکلات کو سر کرنے کا نہ صرف ملکہ بلکہ اس کا خاص ذوق وشوق عطا فرمایا تھا وہ اس معاملہ میں غیر معمولی عزم و ارادہ اور حوصلے کے مالک تھے جو کام سادہ آسان اور معمولی ہو وہ ضرور کر لیتے تھے لیکن ان کی اصل جولانیاں ایسے موقع پر ظاہر ہوتی تھیں جب کوئی ایسا مشکل اور سخت محنت طلب کام سامنے آجائے جس سے تمام لوگ پیچھے ہٹ رہے ہوں، ایسے مواقع پر وہ آگے بڑھ کر بڑے ذوق وشوق سے اس کام کو سنبھالتے اور جب تک وہ کام اپنی انتہا کو نہ پہنچ جاتا اس کے لئے تن من کی بازی لگائے رکھتے، اس معاملہ میں رات دن کو ایک کرکے بظاہر ناممکن کو ممکن کر دکھانا ان کا خاص وصف تھا جس سے ان کے ساتھ ہر واقفیت رکھنے والا پوری طرح آگاہ ہے"۔ البلاغ ج ۲۱ شمارہ ۲

محترم جناب تسنیم مینائی صاحب حضرت مولانا موصوف سے متعلق اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

بعد نماز ظہر تدفین عمل میں آئی اور میں ظفر احمد انصاری صاحب کے ساتھ گھر واپس آیا' راستے بھر مرحوم کی علمی خدمات اسلامی مطبوعات و مخطوطات کے باب میں ان کی مساعی وجدوجہد' امت مسلمہ کے مسائل کے یکسوئی اور حل کے لئے ان کی بے مثال انتھک کاوش و کوشش' کام مسلسل کام' برابر کام' ان سب محاسن پر گفتگو ہوتی رہی' مرحوم کا شغل ہی یہ تھا' ان کے بارے میں بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس اعتبار سے وہ خود ایک (Inistitution) تھے جس نے ان کو کام کرتے' دن رات جدوجہد کرتے دیکھا ہے وہ آسانی سے اس بات کو باور کراسکے گا کہ ایک تن تنہا انسان کیوں کر ایسے کارنامے انجام دے سکتا ہے وہ بیک وقت عائشہ باوانی ٹرسٹ کے روح رواں تھے' موتمر عالم اسلامی کے ڈائریکٹر تھے' افغان مہاجروں کی انجمن کے سب سے زیادہ فعّال اور مستور رکن رکین تھے اور اسلامی علوم خاص کر تفسیر' فقہ' حدیث کے مخطوطات کی تلاش وتجسس کے باب میں مجسم اور سراپا پیکر عمل' شاید ہی اس وقت عالم اسلام میں اس معاملے میں ان کا ہمسر نکل سکے۔

مردم شناسی

حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷬ بڑے مردم شناس تھے دارالعلوم کراچی کے اندر اصحاب علم وفن اور یگانہ روزگار شخصیات کے اجتماع میں جہاں حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی نظر انتخاب اور ریاضتیں کار فرماتھیں وہاں حضرت مولانا موصوف کی کاوشوں اور نگاہ انتخاب کا بھی بڑا دخل تھا یہی وجہ تھی کہ ایک وقت میں دارالعلوم میں

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب رحمۃ اللہ علیہ (استاذ حدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ)
شیخ القراء حضرت قاری فتح محمد صاحب قدس سرہ۔
حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب (بانی دار الافتاء والارشاد)
حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب (شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن)
حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب (بانی وشیخ الحدیث جامعہ فاروقیہ)
حضرت مولانا سبحان محمود صاحب (شیخ الحدیث وناظم اعلیٰ دار العلوم کراچی)
حضرت مولانا قاری رعایت اللہ صاحب (استاذ حدیث دار العلوم کراچی)
جیسی چیدہ چیدہ شخصیات جمع ہوگئی تھیں ۔متعنا اللہ بطول حیاتھم۔

حضرت مولانا محمد تقی عثانی صاحب زید مجدہم ایک مضمون کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

"حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان تمام کاموں میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست وبازو کے طور پر کام کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان سے جو بہت سی خاموش خدمات لیں اُن میں ایک بڑی خدمت یہ تھی کہ انہوں نے بہت سے ایسے اہل علم کو جو زمانے کی ناقدری کا سامنا کر رہے تھے اور امت ان کی صلاحیتوں سے کما حقہ فائدہ نہیں اٹھا رہی تھی ایک مرکز پر جمع کرکے اُن کے علمی اور دینی فیوض کو ایک وسیع میدان فراہم کیا"۔ (البلاغ ج ۲۹ ش ۱۱)

مولانا موصوف رحمۃ اللہ علیہ اپنے مردشناسی کے وصف سے بھرپور کام لیتے تھے، کوئی بڑا کام درپیش ہوتا یا کوئی عظیم مقصد سامنے ہوتا اس کو پورا کرنے کے لئے آپ کی جوہر شناس نظریں بآسانی اہل افراد کو تلاش کر لیتیں، اسی طرح جب آپ کو کوئی جوہر قابل نظر آتا تو آپ اس کی صلاحیتوں سے اس کے مناسب حال بھرپور کام لینے کی کوشش کرتے، چھوٹا ہوتا تو حکم دیتے تقاضا کرتے بڑا ہوتا تو درخواست کرتے مؤدبانہ اصرار کرتے اس طرح آپ بڑے بڑے کارہائے نمایاں کی انجام دہی اور ان کی تکمیل کا موثر ذریعہ بن جاتے، عملی میدانوں میں آپ کی مردم شناسی انتخاب، تحریکات اور کوششوں کے نتیجے میں متعدد کارنامے

تو وقوع پذیر ہوئے ہی' علمی میدانوں میں بھی آپ متعدد مثالی لازوال کارناموں کا موثر ذریعہ بن گئے۔

ردعیسائیت میں لکھی جانے والی حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی ؒ کی ''اظہار الحق'' بلاشبہ ان عظیم کتابوں میں سے ہے جنھوں نے علم وتحقیق کی دنیا میں اپنا لوہا منوایا ہے اور جو صدیوں تک انسانیت کی رہنمائی کرتی رہیں گی' اس بلند پایہ کتاب کے فرانسیسی' انگریزی' ترکی اور گجراتی زبان میں بار بار ترجمے شائع ہوئے لیکن اردو کا دامن اس کے علمی خزانوں سے محروم تھا' بعد میں یہ کتاب اردو میں حضرت مولانا اکبر علی صاحب استاد حدیث دارالعلوم کراچی ؒ کے ترجمہ اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثانی صاحب زید مجدہم کی شرح وتحقیق کے ساتھ ''بائبل سے قرآن تک'' کے نام سے تین جلدوں میں شائع ہوئی' اردو میں کتاب کے ترجمے اور شرح وتحقیق کا موثر سبب حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ بھی بنے' اول الذکر جس ہستی سے آپ نے اس کتاب کے ترجمے کا دقیق کام باصرار کروایا اس نے تمام تر تدریسی اور غیرتدریسی مشاغل کے باوجود چھ ماہ کے قلیل عرصہ میں یہ کٹھن کام پورا کرلیا اور آپ کی تحریک پر موخر الذکر جس ذات گرامی نے اس کتاب کی شرح وتحقیق کا بیڑا اٹھایا اس کے وقیع کام کے تمام اہل علم معترف ہیں۔

اس اہم کام کے سلسلے میں حضرت مولانا مرحوم کی تحریک کا اعتراف کرتے ہوئے خود حضرت مولانا مفتی محمد عثانی صاحب دام اقبالہم حرف آغاز میں تحریر فرماتے ہیں:

> ''آج سے کم وبیش نو سال پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا نور احمد صاحب مدظلہم سابق ناظم اعلیٰ دارالعلوم کراچی کے دل میں اس کتاب کو اردو میں لانے کا داعیہ شدت کے ساتھ پیدا فرمایا' انہوں نے استاد مکرم حضرت مولانا اکبر علی صاحب استاذ حدیث دارالعلوم کراچی سے فرمائش کی کہ اس کتاب کا اردو ترجمہ کردیں''

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

ناشکری ہوگی اگر میں یہاں ان حضرات کا ذکر نہ کروں جنہوں نے اس کام میں میری مدد فرمائی' خاص طور سے میں حضرت مولانا نور احمد صاحب مدظلہم العالی سابق ناظم دارالعلوم کراچی کا ممنون ہوں جو اس کام کے اولین محرک ہیں اور ابتدائی کتابیں بھی انہوں نے فراہم کیں"

"بائبل قرآن اور سائنس" ابتداء "لا بائبل لے کوران اے لا سائنس LA BIBLE LE CORANET LA SCIENCE کے نام سے فرانسیسی زبان میں لکھی گئی تھی' پھر مصنف کتاب "موریس بوکائیے" نے اس کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔

یہ کتاب بھی بے انتہا مقبول ہوئی' حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ کی فرمائش' اصرار اور تحریک پر محترم جناب ثناء الحق صدیقی صاحب نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا جو "بائبل قرآن اور سائنس" کے نام سے شائع ہوا' اس کتاب نے بھی بڑی داد تحسین حاصل کی۔

اس کے مترجم پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں

مترجم حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ مدیر الدعوۃ والارشاد مؤتمر العالم الاسلامی پاکستان وامین عام دعوۃ الحق وادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کا بصمیم قلب ممنون و متشکر ہے کہ انہوں نے اس بلند پایہ تصنیف کے ترجمہ کی ذمہ داری اس کو سونپی خدا کرے مترجم اپنی سعی میں کامیاب ہو اور حضرت مولانا کا اعتماد مجروح نہ ہو"۔

۱۹۷۷ء میں جب صدر جنرل محمد ضیاء الحق شہید ؒ نے تدوین قانون اسلامی کے لئے "اسلامی نظریاتی کونسل" قائم کی اور محترم جناب مولانا ظفر احمد انصاری صاحب ؒ سے اہل افراد کے نام طلب کئے' اس وقت مولانا انصاری مرحوم نے حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ سے بھی مشورہ فرمایا' مولانا

نے باصرار حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب کثر اللہ امثالہ کا نام پیش کیا جو منظور کیا گیا' اس جوہر منتخب نے اسلامی نظریاتی کونسل میں جو قیمتی تجاویز مرتب کیں اگر وہ صحیح طور پر آج بھی نافذ کر دی جائیں تو اس کی برکات لوگ کھلی آنکھوں مشاہدہ کریں۔

تاثیر بیان

حضرت والد ماجد ﷺ کا ایک نمایاں وصف تھا کہ آپ بہت جلد اپنے سامع اور مخاطب کو غیر معمولی طور پر متاثر کر دیتے تھے' پہلی ہی ملاقات کے بعد وہ آپ کی عظمت کا احساس لئے بغیر نہ رہتا' گرویدہ ہو جاتا اور آپ سے محبت کرنے لگتا' آپ کے اس وصف کا بارہا نہ جانے کتنی بار مشاہدہ ہوا' اپنے تو اپنے' اجنبی بھی آپ کے اس وصف سے واقف تھے' اپنے دینی کاموں کے سلسلہ میں آپ کو اجنبیوں سے واسطہ پڑتا رہتا' بسا اوقات وہ آدمی روکھی اور اکھڑ طبیعت کا مالک ہوتا' یا دینی طبقہ سے لاتعلق بلکہ ان کا مخالف اور ان سے الرجک ہوتا' دینی لائنوں میں اس سے کوئی کام کرانا ناممکن نہیں تو آسان بھی نہ ہوتا' لیکن مولانا موصوف کچھ ہی عرصہ میں اس سے بے تکلفانہ تعلق قائم فرمالیتے' وہ آدمی نہ صرف اس کام کے سلسلہ میں معاونت پر تیار ہو جاتا بلکہ بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگتا اس راستہ کی مشکلات کو دور کرنے کی کوشش اور تدبیر کرنے لگتا۔

یہ آپ کی شخصیت کا سحر تھا یا آپ کے بیان کی تاثیر لیکن سب سے بڑھ کر آپ کا انتہا درجہ کا اخلاص اور آپ کی بے نفسی اور بے غرضی اس کی اصل وجہ تھی' اس لئے کہ آپ نہ تو بہت زیادہ غیر معمولی شخصیت کے مالک تھے' نہ ہی کوئی جادو بیان خطیب' یقیناً یہ آپ کے اخلاص وللّہیت کی برکت اور کلمہ حق کا اثر تھا۔

ادھر کہتا گیا وہ اور ادھر آتا گیا دل میں
اثر یہ ہو نہیں سکتا کبھی دعوائے باطل میں

ہم آپ کے اس وصف سے اس قدر عادی ہو چکے تھے کہ کسی بڑی سے بڑی شخصیت یا نامانوس سے نامانوس آدمی سے کوئی ضروری کام ہوتا تو حضرت والد صاحب ؒ کی وجہ سے اس کی ادنیٰ فکر نہ ہوتی بلکہ پورا اطمینان ہوتا کہ آپ اپنے موثر اور دلچسپ انداز بیان سے بآسانی یہ مرحلہ طے کرلیں گے چنانچہ ہوتا بھی ایسا ہی۔

ایک مرتبہ آپ کے پاس قریبی جاننے والے آئے' انہوں نے ذکر کیا کہ پرسوں میرے چند عزیز سعودیہ جارہے ہیں میرا ان کے ساتھ جانا اشد ضروری ہے' اس کی کوئی خصوصی کوشش کردیں کہ آج میرا ویزا لگ جائے' والد صاحب ؒ نے فرمایا' آج ہفتہ کا دن ہے کل چھٹی ہے (اس زمانے میں عام تعطیل اتوار کو ہوا کرتی تھی) قونصلیٹ کا وقت بھی ختم ہو چکا ہے اب ویزا کیسے لگ سکتا ہے؟ آپ اگر ایک دو دن پہلے آتے یا آج سویرے آتے تو کچھ کوشش بھی کی جاسکتی تھی لیکن وہ مسلسل مصر رہے کہ آپ میرا یہ کام کردیں' آپ اگر خصوصی کوشش کریں گے تو کوئی نہ کوئی صورت نکل ہی آئے گی' ان کے بے انتہا اصرار پر والد صاحب ؒ نے اپنی سی کوشش کرنے کا ارادہ کرلیا' بھاگ دوڑ کے بعد قونصلر کا پتہ معلوم کیا اور اس آدمی کو لیکر اس کی قیامگاہ پر جاپہنچے' اس قونصلر کا حال ہی میں تقرر ہوا تھا' والد صاحب ؒ کی پہلے سے ان سے کوئی واقفیت نہ تھی' مختصر سی ملاقات ہوئی' ابتدائی ملاقات ہی میں وہ والد صاحب ؒ سے کچھ ایسا متاثر ہوا کہ اس نے اہتمام سے آپ کو چائے وغیرہ کی دعوت دی' والد صاحب ؒ نے فرمایا' ابھی ہمیں اپنے کام کی فکر ہے اس فکر سے فارغ ہونے کے بعد ہی دعوت قبول کی جاسکتی ہے' اس نے بڑے اصرار اور خلوص کے ساتھ دعوت پر اصرار کیا اور ساتھ ہی اطمینان دلایا کہ آپ چائے پئیں' اس سے فارغ ہونے سے پہلے آپ کا کام ویزا لگ کر آجائیگا' چنانچہ چائے سے فارغ ہوتے ہوتے ویزا لگ چکا تھا۔

خدمت خلق اور دوسروں کے کام آنا

آپ میں یہ وصف بھی بڑا نمایاں تھا، تنگی، مشکلات اور کٹھن مراحل میں دوسروں کے کام آنا آپ کی ہمیشہ سے عادت رہی، نبی کریم ﷺ کے یہ فرمان آپ کو ہمیشہ ملحوظ رہتے "من نفس عن مومن كربة من كرب الدنيا نفس الله عنه كربة من كرب يوم القيامة"[1] (جو شخص مومن سے دنیاوی تکالیف میں سے کوئی تکلیف دور کرے اللہ تعالیٰ قیامت کی تکالیف میں سے اس کی ایک تکلیف دور کردے گا)

اور واللہ في عون العبد ما كان العبد في عون أخيه[2] یعنی جب تک بندہ اپنے (مسلمان) بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی مدظلہم اپنے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

> "مولانا مرحوم کے "کام آنے" کے جوہر سے بہرہ مند ہونے والوں کی تعداد کم از کم راقم الحروف کے احاطہ معلومات سے ماوراء ہے"۔

پھر آپ کے اس وصف میں عوام وخواص اور فرد وجماعت کی کوئی تخصیص نہ تھی، اپنی مشکلات کو دور کرنے کے لئے جو بھی آپ سے رابطہ قائم کرتا آپ اس کی ہر ممکن مدد فرماتے کبھی اس مشکل کو خود حل کرتے کبھی دوسروں سے کراتے ان میں سے کوئی صورت ممکن نہ ہوتی تو اس کو تدبیر بتلاتے، مشورہ دیتے، لوگ آپ سے اپنے کاروباری معاملات میں بھی رائے لیتے، گھریلو الجھنوں میں بھی آپ سے مشورہ کرتے، راقم الحروف خود ذاتی طور پر ایسے متعدد

---

[1] مشکوۃ (ج ۱۔ ص ۳۲) کتاب العلم۔ الفصل الاول۔
[2] مشکوۃ (ج ۱۔ ص ۳۲) کتاب العلم۔ الفصل الاول۔

افراد سے واقف ہے جن کے حضرت والد صاحب ﷫ نے رشتے کرائے اور آج وہ کامیاب زندگی گزار رہے ہیں' متعدد ایسے گھرانے ہیں جن میں اختلافات اس قدر بڑھ گئے تھے اور ناچاقی اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ کسی بھی وقت طلاق وغیرہ دیکر معاملہ ختم کیا جاسکتا تھا لیکن آپ نے بیچ میں پڑکر صلح صفائی کرائی اور معاملہ رفع دفع کرایا اور آج الحمدللہ وہ مسرت وعافیت کی زندگی بسر کر رہے ہیں کتنے ہی لوگوں کے آپ نے جائیدادوں کے قصے نمٹائے' مختلف مساجد کی کمیٹیاں مسجد سے متعلق اپنی مشکلات کے سلسلہ میں آپ سے رجوع کرتیں' آپ ان کے ساتھ ہر قسم کا تعاون فرماتے' ان کی حوصلہ افزائی کرتے' مدارس کے منتظمین حضرات کا بھی آپ سے رابطہ رہتا' ہر کٹھن مرحلہ پر آپ ان کے کام آتے آپ کی کوششوں سے متعدد مدرسے قائم ہوئے' متعدد کو ترقی ملی' ان کے رقبہ میں اضافہ ہوا اسی طرح آپ کی جدوجہد سے بے شمار مساجد قائم ہوئیں' متعدد کی توسیع ہوئی' یہ سب خدمات انشاء اللہ آپ کے لئے ذخیرہ آخرت ہوں گی۔

اخلاص اور نام ونمود سے احتراز

حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷺ میں اخلاص کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا ہر ملک وملت کی ان گنت خدمات آپ انجام دیتے لیکن گوشہ گمنامی میں رہ کر' جب بھی آپ کوئی بڑا کام کرتے تو اس کا کریڈٹ کسی مخصوص شخص یا مخصوص ادارہ کو دیدیتے اور اپنا نام تک نہ آنے دیتے' اس سلسلہ میں آپ کا مسلک بزبان شاعر اس طرح تھا

انسان کو لازم ہے رہے دور ریا سے
یہ چیز جدا کرتی ہے بندے کو خدا سے

حضرت مولانا فضل محمد صاحب زید مجدہم اپنے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں:

''ان کے اخلاص' لگن اور قربانی کا اندازہ کرنے کیلئے ایک یہی مثال کافی ہے کہ جب نانکواڑہ کی عمارت مدرسے کیلئے ملی جسے سکھ خالی کر کے چلے گئے تھے اس وقت یہ عمارت انتہائی خستہ حالت میں ویران درو دیوار والی تھی اس کے بیت الخلاء غلاظتوں سے بھرے ہوئے تھے میں نے اپنی آنکھوں سے مولانا نور احمد صاحب ؒ کو دیکھا کہ کچرے کے ایک عظیم ڈھیر میں منہ پر کپڑا باندھے ہوئے جھاڑو دے رہے ہیں نہ کوئی نوکر ساتھ ہے نہ طالب علم۔
اسی طرح میں نے دیکھا کہ وہ بیت الخلاؤں کو جو تقریباً دس تھے اور غلاظتوں سے بھرے ہوئے تھے پانی کی بالٹیاں بھر بھر کر صاف کر رہے تھے خدا کی قسم میری حیرت کی انتہا ہوگئی کہ یا اللہ اکیلا یہ شخص اپنے ہاتھ سے یہ قربانی کا کام کر رہا ہے اور بیت الخلاؤں کے دروازے بند کر کے یہ محنت کر رہا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ان کو کوئی نہیں دیکھ رہا ہے''۔

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دام اقبالہم نے آپ کے بارے میں کس قدر سچی حقیقت بیان فرمائی:

''وہ اسلام کے ان خاموش رضاکاروں میں سے تھے جن کی پوری زندگی علمی' تعلیمی' اجتماعی اور سیاسی میدانوں میں کسی نہ کسی جہت سے خدمت دین میں بسر ہوئی تھی لیکن وہ نام ونمود اور شہرت کے معروف ذرائع سے ہمیشہ دور رہے قیام پاکستان کی تحریک سے لے کر روز وفات تک ملک وملت کے نہ جانے کتنے اہم کاموں میں انہوں نے موثر حصہ لیا' لیکن اس طرح کہ جب ان کاموں کی تاریخ مرتب کرنے والے تاریخ مرتب کریں گے تو شاید ان کاموں میں ان کا نام نہ آئے یا آئے تو سرسری اور مختصر انداز میں اور اس طرح دینی خدمات کے ساتھ اس دور میں شہرت وسمعت کے جو وسائل ہر وقت

لگے رہتے ہیں مولانا ان سے اپنا دامن بچائے ہوئے دنیا کی سرحد پار کر گئے"۔ البلاغ ج ۱۲ شمارہ ۶

حب فی اللہ اور بغض فی اللہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا موصوف ﷫ کو حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کا جذبہ بھی خوب عطا فرمایا تھا' کتنی ہی مرتبہ مشاہدہ کیا کہ آپ ؒ کے کسی آدمی سے گہرے تعلقات ہوتے لیکن اس کے دینی لائن سے ہٹ جانے کی بناء پر ختم ہو جاتے اور آپ اس سے بالکل لاتعلق ہو جاتے' پھر یوں بھی دیکھنے میں آیا کہ کوئی آدمی دینی لائن سے ہٹا ہوا ہوتا لیکن پھر وہ رفتہ رفتہ دینی خطوط پر کام کرنے لگتا تو مولانا موصوف سے بھی اس کے مراسم قائم ہو جاتے اور آپ کی نظروں میں اس کی وقعت بڑھ جاتی' آپ اس کی عزت اور قدر کرنے لگتے۔

بچوں سے محبت اور ان پر شفقت

آنحضرت ﷺ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ ﷺ بچوں پر غیر معمولی شفقت فرمایا کرتے تھے' آپ ﷺ کی نواسی حضرت امامہ ؓ آپ سے بہت مانوس تھیں' آنحضرت ﷺ کو بھی ان سے بہت محبت تھی' وہ بعض اوقات آپ ﷺ کے دوش مبارک پر چڑھ جاتی تھیں آپ آہستہ سے ان کو اتار دیتے تھے[۵۱] سیرت کی کتابوں میں اس طرح کے متعدد واقعات منقول ہیں۔

حضرت مولانا موصوف قدس سرہ کو طبعاً بھی اور اس سنت کی اتباع میں بالخصوص بچوں سے گہرا لگاؤ اور تعلق تھا' گھر کا کوئی بچہ ہو یا کسی عزیز کا جب وہ گھر میں ہوتا آپ کو ہر وقت اس کی فکر ستائے رکھتی کہ کہیں اسے بھوک نہ لگ

---

۵۱ سیرۃ المصطفیٰ ۱۲ ر۔۱

رہی ہو' اسے کوئی تکلیف نہ ہو۔

گھر میں اگر کوئی بچوں کے سلسلہ میں غفلت برتتا تو اس پر خاصی ناراضگی کا اظہار فرماتے' کوئی بچہ گر گراجاتا یا اس کے رونے کی آواز کان میں پڑتی تو بے چین ہو جاتے پھر جب تک اس کی طرف سے اطمینان نہ کرلیتے یا اس کو خاموش نہ کرلیتے قرار سے نہ بیٹھتے۔

بچوں کے لئے باقاعدگی سے بسکٹ اور ٹافیاں وغیرہ لاکر رکھتے' جب بھی کسی عزیز کا بچہ آتا تو اس کی خاطر تواضع میں لگ جاتے' بچے بھی آپ کی عادت سے واقف اور مانوس ہوتے' آتے ہی فرمائشیں شروع کردیتے۔

تعلیم و تربیت

حضرت مولانا نور احمد صاحب اعلی اللہ مقامہ کو اپنے اہل خانہ بالخصوص چھوٹے بچوں کی تعلیم و تربیت کی بڑی فکر رہتی گو ملکی وملی بے شمار مصروفیات کی بناء پر آپ کو اس کے لئے وقت کم ہی ملتا لیکن جب بھی فرصت کے کچھ لمحات ملتے آپ اس طرف بھرپور توجہ دیتے۔

آپ کو مغربی تعلیم وتہذیب سے نفرت تھی اور اس سلسلے میں آپ کا مسلک بزبان شاعر کچھ اس طرح تھا۔

تہذیب گناہوں کے دوراہے پہ کھڑی ہے
تعلیم فقط مکر ہے' اصلاح بہانہ
کاغذ کے ہیں یہ پھول نہ خوشبو نہ طراوت
افرنگ کی تہذیب کے دھوکے میں نہ آنا

یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنی اولاد میں سے کسی کو اسکول وکالج کی لائن میں نہ ڈالا' صاحبزادیوں کے لئے گھر پر دینی تعلیم کا انتظام کیا اور صاحبزادگان کو مدارس دینیہ عربیہ سے وابستہ کیا' تعلیم و تربیت کے اسی اہتمام کا نتیجہ ہے کہ

الحمدللہ آپ کا گھرانہ متعلقین واحباب اور خاندان بھر میں ممتاز ہے آپ کے پانچوں صاحبزادگان عالم ہیں اور ان میں سے تین حافظ بھی ہیں ایک صاحبزادی بھی حافظ ہیں' جن افراد کو آپ نے صہری رشتہ سے اپنی فرزندی میں لیا وہ بھی دینی وعلمی لحاظ سے ممتاز ہیں' چنانچہ آپ کے تین داماد جید عالم ہیں نواسے نواسیوں اور پوتے پوتیوں میں بھی علماء وحفاظ کی تعداد درجن سے کم نہیں۔

آپ انگریزی زبان کے مخالف نہ تھے بلکہ اس کو آج کے دور میں علماء کی ضرورت سمجھتے تھے لیکن آپ کو اسکولوں اور کالجوں کے اس ماحول سے نفرت تھی جو نوعمروں کو دین سے بے گانہ بنا کر شرم وحیاء اور مروت واخلاق کا جنازہ نکال دیتا ہے۔

اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں
نئی تہذیب کے ہیں انڈے گندے

اولاد کی تربیت کے سلسلے میں حضرت والد ﷺ کا حکیمانہ طرز یہ تھا کہ روبرو تعریف کم اور بقدر ضرورت ومصلحت ہی کرتے اس کے مقابلے میں غلطیوں پر تنبیہ اور روک ٹوک کا انداز غالب رکھتے جبکہ غائبانہ مجالس میں تعریف وستائش بھی زیادہ ہوتی اور اظہار مسرت بھی۔

بقول شاعر؎

دوسروں کے سامنے میری ذہانت کا بیاں
اور میرے سامنے میری شکایت ہائے ہائے

چنانچہ اچھی باتوں یا کسی کارنامہ پر براہ راست تعریف کے مقابلے میں بالواسطہ طور پر ستائش زیادہ سننے کو ملتی' جس کا کسی قدر اندازہ محترم جناب سید محمد متین ہاشمی صاحب کے تعزیتی مکتوب کے چند جملوں سے بھی لگایا جاسکتا ہے تحریر فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور آپ حضرات کو ان کے مشن کو

آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے .... وہ آپ لوگوں کی بہت تعریفیں کیا کرتے تھے اور ان کو اس بات کا یقین تھا کہ آپ سب بھائی مل جل کر اس پودے کو ایک تناور درخت بنائیں گے جس کا انہوں نے بیج ڈالا تھا۔

غیرت اسلامی اور حمیت

غیرت اسلامی اور دینی حمیت کا وصف بھی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا' اس غیرت وحمیت کے مظاہر بھی مختلف مواقع پر سامنے آتے رہتے۔

جب حضرت مولانا مرحوم تحصیل علم کے لئے برما سے دیوبند آئے اس زمانے میں ہندوستان کی برطانوی سرکاری حکومت دوسری جنگ عظیم کی وجہ سے راستوں کے بند ہونے اور ترسیل وغیرہ کے مشکلات کی بناء پر "اکیاب" کے طلبہ کو معقول وظیفہ دیتی تھی آپ بھی اگر چاہتے تو دوسرے برمی رفقاء کی طرح یہ وظیفہ بآسانی حاصل کر سکتے تھے' لیکن تنگدستی اور عسرت کے باوجود آپ کی غیرت وحمیت نے کافر حکومت سے یہ وظیفہ لینا پسند نہ کیا۔

۱۹۵۲ء کی تحریک ختم نبوت جسے دشمنان اسلام وپاکستان نے اپنی سازشوں سے کچل دیا تھا' قادیانیوں کے خلاف ایک تحریک تھی' خاتم النبیین' سید الاولین والاخرین نبی کریم ﷺ کی محبت میں سرشار مسلمانوں کے جذبات برانگیختہ تھے' اس زمانے میں پاکستان کے پہلے دارالحکومت کراچی میں قادیانیوں کا ایک بڑا جلسہ ہونے والا تھا' جس میں اس وقت کے وزیر خارجہ قادیانیت نواز ظفر اللہ خان کو شرکت کرنا تھی' اس جلسہ کے انتظامات کی بناء پر شہر کی فضا مکدر تھی۔

مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ قدس اللہ سرہ کی غیرت کو یہ جلسہ منعقد ہونا کسی صورت گوارا نہ تھا اس وقت آپ اپنے ایک دو رفقاء کو ساتھ لے کر اور اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر حیرت انگیز تدبیروں سے اس

جلسہ کو شروع ہی میں منتشر کر کے ناکام بنانے میں کامیاب ہو گئے۔

یہ واقعہ سفر کشمیر کے موقع پر مدرسہ قاسم العلوم نعمان پورہ باغ میں راقم نے حضرت مولانا محمد امیر الزماں صاحب ﷫ سے سنا جو دار العلوم کراچی کے دور اول کے اساتذہ میں سے تھے اور خود اس واقعہ میں مثالی کردار ادا کر کے صعوبتیں اٹھا چکے تھے۔

پھر جب ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کے خلاف ملک کے طول و عرض میں تاریخ ساز تحریک چلی جس کی قیادت عاشق رسول ﷺ، محدث عصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری ﷫ نے فرمائی، اسی کے نتیجے میں بالاخر قادیانی غیر مسلم اقلیت قرار دیئے گئے، اس مہم میں بھی مجاہد ملت حضرت مولانا مرحوم نے "خاموش مجاہد" کی حیثیت سے بھرپور حصہ لیا۔

اس تحریک کے دوران قادیانیوں کو حضرت بنوری قدس سرہ کے خلاف بڑا اشتعال تھا، ۲۰ جولائی ۱۹۷۴ء سے ملک بھر کے بیشتر اخبارات کے پہلے صفحہ پر ایک فرضی انجمن کی جانب سے محدث عصر حضرت بنوری ﷫ کے خلاف جھوٹے الزامات پر مشتمل شرمناک اشتہارات کا سلسلہ شروع ہوا، یہ اشتہارات دشمنان اسلام کے زر کثیر سے شائع کئے جارہے تھے حضرت بنوری قدس اللہ سرہ نے اپنے جلیل القدر اسلاف کے اسوہ کو نمونہ بنا کر خاموشی اختیار کی اور جواب دینا پسند نہ فرمایا۔

حضرت مولانا نور احمد صاحب اللہ مرقدہ کی غیرت و حمیت کو ملک و قوم کے مقتدا کے ساتھ یہ سلوک کسی صورت گوارا نہ تھا، آپ نے بڑی کاوشوں اور جدوجہد کے بعد مختلف اہل خیر کے تعاون سے حضرت بنوری ﷫ سے متعلق ان بے بنیاد الزامات کے دندان شکن جوابات اخبارات کے پہلے صفحہ پر نمایاں انداز میں شائع کرائے اور قادیانیوں کی سازشوں سے پردہ اٹھایا جس کی بناء پر ہر طرف سے مرزائیوں کے خلاف صدائے نفرین بلند ہونا شروع ہوئیں اور مسلمانوں کے مشتعل جذبات بھڑک اٹھے اور حضرت بنوری قدس سرہ کے

خلاف یہ دریدہ دہنی خود مرزائیوں کے لئے مضر ثابت ہوئی اور چند ہی دنوں بعد یہ اشتہارات بند ہوگئے۔

حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ﷺ جب تقسیم ہند کے بعد وطن کو خیر آباد کہہ کر پاکستان تشریف لائے اور کراچی میں مقیم ہوئے تو اس وقت اس شہر میں دینی تعلیم کا صرف ایک ہی ادارہ تھا یعنی مظہر العلوم کھڈہ ظاہر ہے کہ وہ تمام اہل علم کو اپنے اندر نہ سمو سکتا تھا اس لئے حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ﷺ نے اس وقت برنس روڈ پر واقع "میٹرو پولیس ہائی اسکول" میں اسلامیات کے استاد کی حیثیت سے کام شروع کر دیا۔ اسکول کی انتظامیہ انگریزوں کی پروردہ اور مغربی ذہنیت کی حامل تھی اس نے حضرت مفتی صاحب ؒ سے ڈاڑھی منڈوانے کا مطالبہ کیا ظاہر ہے کہ حضرت مفتی صاحب مرحوم اس مطالبہ کو تسلیم کرنے والے نہ تھے لیکن انتظامیہ کا اصرار جاری رہا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ انتظامیہ نے ڈاڑھی نہ منڈوانے کی صورت میں ملازمت سے علیحدہ کر دینے کا عزم کر کے مولانا کو آخری فیصلہ سنا دیا۔

حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ؒ صاحب عیال تھے اس زمانہ میں کوئی دوسرا ذریعۂ معاش بھی نہ تھا فکرمند ہو کر اپنے رفیق حضرت مولانا نور احمد صاحب مدظلہم کے پاس آئے اور پریشانی کے عالم میں یہ صورت حال بتائی۔ واقعہ سن کر حضرت مولانا مرحوم کو سخت تکلیف ہوئی اور بڑی غیرت آئی آپ نے حضرت مفتی ولی حسن صاحب مدظلہم سے دریافت کیا کہ اسکول والے آپ کو کیا مشاہرہ دیتے ہیں انہوں نے مشاہرہ بتا دیا۔ حضرت مولانا مرحوم نے ان سے فرمایا آپ ہمارے پاس آجائیں ہم ان سے دگنا مشاہرہ دیں گے کل آپ ڈاڑھی میں اہتمام سے کنگھا کر کے تیل لگا کر جائیں اور استعفاء پیش کر دیں چنانچہ حضرت مفتی صاحب ﷺ استعفاء دے کر دارالعلوم کراچی آگئے اور پاکستان میں اپنی خدمات دینیہ کا وقیع انداز میں آغاز فرمایا۔

یہ واقعہ راقم نے حضرت والد ماجد ﷺ سے تو کئی بار سنا ہی تھا' برادر

عزیز مولوی نعیم اشرف سلمہ کو خود حضرت مفتی ولی حسن صاحب ؒ نے ایک مرتبہ مزے لے لیکر سنایا۔

راقم الحروف کی ہمشیرہ کا ایک اچھا رشتہ آیا' لڑکا کینیڈا میں تھا تعلیم یافتہ' خوب رو، حسب نسب اور وجاہت والا' اسکے والدین جو ہمارے بعض واقف کاروں کے رشتہ دار تھے پاکستان میں بہتر سے بہتر رشتہ کے لئے کوشاں تھے' تلاش وجستجو کے بعد نظر انتخاب ہمارے گھرانے پر پڑی' بڑے چاؤ سے رشتہ لیکر آئے' ایک عرصہ تک بات چیت اور تحقیق کے بعد اطمینان ہونے پر رشتہ منظور کیا گیا' کینیڈا میں ہونے کی بنا پر لڑکا اپنے کاموں کی نوعیت کے لحاظ سے محدود وقت ہی کے لئے پاکستان آسکتا تھا اس لئے اس کے بارے میں یہ طے تھا کہ وہ نکاح سے ایک دو روز قبل پاکستان آیگا اور چند ہی روز بعد اپنے اہل خانہ کے ساتھ واپس کینیڈا چلا جائیگا' ان حالات کی بناء پر راقم کے والد ماجد ؒ نے احتیاطا یہ شرط عائد کی تھی کہ لڑکے سے ملاقات ہونے پر کوئی بے اطمینانی کی بات سامنے آئی تو عین موقع پر بھی عذر کیا جا سکتا ہے' چونکہ ظاہر اسباب میں بے اطمینانی کی وجہ نہ تھی اس لئے فریق آخر نے یہ شرط منظور کرلی اگرچہ مجموعی حالات کے لحاظ سے کسی بھی فریق کے حاشیہ خیال میں یہ بات نہ تھی کہ یہ رشتہ نہ ہو سکے گا اس لئے دونوں طرف سے تیاریاں مکمل تھیں .... دو دن قبل لڑکا کینیڈا سے آیا حضرت والد صاحب ؒ سے ملاقات ہوئی' حسن صورت' ظاہری وجاہت' طرز تکلم اور آداب معاشرت کے لحاظ سے ہمارے تصور سے بہتر نکلا دل کو اطمینان ہوا' لیکن اس سے بات چیت کے بعد پردہ کے بارے میں آزاد خیالی محسوس ہوئی جس سے فکر ہوئی' دینی تصلب کی بناء پر اس سلسلے میں حضرت والد صاحب ؒ کی تشویش دوچند تھی بعض اعزہ نے اطمینان دلایا کہ خاندان سے جڑنے کے بعد یہ کمی بھی دور ہوجائیگی اس لئے اتنے اچھے رشتہ کو رد کرنا مناسب نہیں لیکن دینی معاملات میں حساس ہونے کی بناء پر حضرت والد صاحب ؒ کی تشویش رفع نہ ہوئی' فرمانے لگے کہ کینیڈا کے ماحول میں اس آزاد خیالی کے کم

ہونے کے مقابلے میں بڑھنے کا اندیشہ زیادہ ہے بالاخر اپنی حمیت دینی کی بناء پر نکاح سے ایک دن قبل حضرت والد صاحب نے یہ رشتہ رد فرما دیا' اس تقریب نکاح کی تمام تیاریاں مکمل تھیں' شادی کارڈ تقسیم کئے جا چکے تھے' فریقین کی تقریبات کے لئے ہال بک تھے' طعام وغیرہ کے انتظامات مکمل ہو چکے تھے' اس فیصلے کی بناء پر ہر طرح کی قربانی دینی پڑی لیکن حضرت والد صاحب ﷺ کی غیرت ایمانی نے سب کو برداشت کیا۔

شاید اسی کی برکت تھی کہ انہی ہمشیرہ کا بعد میں مدینۃ الرسول ؐ سے دہلوی خاندان کے ایک حافظ و عالم کا رشتہ آیا جو منظور کیا گیا۔

باب چہارم

قدرِ جوہر

(نقوش و تاثرات)

قدر گل بلبل بداند قدر جوہر جوہری

○

حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ سے متعلق جن مقتدر شخصیات کے گراں قدر مضامین یہاں پیش قارئین ہیں ان کے علاوہ بھی عصر حاضر کی متعدد وقیع شخصیات نے حضرت مولانا مرحوم سے خصوصی تعلق کی بناء پر ان کے بارے میں اپنے مضمون کا ارادہ یا وعدہ فرمایا تھا لیکن صد افسوس کہ بعض شخصیات تو مضمون لکھنے سے قبل ہی اس دار فانی سے کوچ کر گئیں۔ إنا للہ و إنا إلیہ راجعون اور بعض اپنے عوارض اور بے پناہ مشاغل کی بناء پر اس ارادے کی تکمیل نہ کر سکیں ان شخصیات میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ محترم جناب ظفر احمد انصاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ استاد الاساتذہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سبحان محمود صاحب مد ظلہم

۴۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دام اقبالہم

۵۔ محترم جناب مجیب الرحمٰن شامی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم

رفیق باتوفیق

بقیۃ السلف قدوۃ الخلف، علامہ وقت، جامع المعقول والمنقول استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب متعنا اللہ بفیوضہ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ مشہور علمی درسگاہ جامعہ فاروقیہ کراچی کے بانی ومہتمم ہونے کے علاوہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر اور نیز دارالعلوم دیوبند کے ان معروف فضلاء میں شامل ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے ملک وملت کی خدمت کا کام لیا، علامہ محقق حضرت مولانا شمس الحق صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، حضرت مولانا حبیب اللہ مختار صاحب، حضرت مولانا محمد حنیف گنگوہی صاحب کثر اللہ امثالہم جیسے مشاہیر آپ کے لاتعداد تلامذہ کی فہرست میں شامل ہیں، آپ ان اکابر علماء میں سے ہیں جنہوں نے زمانہ تحصیل علم میں مثالی انمٹ نقوش قائم کئے اور محض ستائیس دن میں قرآن کریم حفظ اور صرف ساڑھے چھ سال میں درس نظامی مکمل کر کے حافظہ میں اپنے جلیل القدر اسلاف کی یادتازہ کر دی۔ حضرت مولانا موصوف مدظلہم دارالعلوم دیوبند میں بعض اسباق میں حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ کے رفیق درس رہے، پاکستان آنے کے بعد بھی زندگی کے مختلف مراحل میں رفاقت رہی، حضرت مولانا موصوف نے مولانا مرحوم سے متعلق یہ مضمون اپنی علالت اور ضعف کے باوجود خاص اس سوانح کے لئے تحریر فرمایا۔

حضرت مولانا نور احمد صاحب مرحوم سابق ناظم دارالعلوم کراچی زمانہ طالب علمی میں دارالعلوم دیوبند میں احقر کے رفیق باتوفیق تھے۔ اگرچہ میرا تعلق ان سے صرف تعارف کی حد تک ہی تھا اور یہ کہ بعض اسباق میں ہم ایک دوسرے کے شریک تھے لیکن اس کے باوجود میں ان میں ذہانت وذکاوت کے ساتھ سعادت کے آثار اسی وقت سے نمایاں پاتا تھا، اسی وجہ سے بعض اکابر

اساتذہ کرام کی نظر میں ان کو اس وقت بھی اہمیت حاصل تھی اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں تو ان کو اختصاص کا درجہ حاصل تھا۔

پاکستان بن جانے کے بعد وہ حضرت مفتی صاحب کے ساتھ کراچی آگئے ' ادھر احقر بھی دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار منتقل ہوگیا' کراچی میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی میں مولانا نور احمد مرحوم نے بہت سے اہم دینی امور کی انجام دہی کے ساتھ نانک واڑے کی ایک مختصر متروکہ عمارت میں دارالعلوم کراچی کی بنیاد رکھی' اس وقت کراچی میں ایک قدیم دینی درسگاہ مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ مارکیٹ کے علاوہ کوئی قابل ذکر دینی ادارہ موجود نہ تھا' حضرت مفتی صاحب کی سرپرستی اور مولانا مرحوم کی انتھک کوششوں کی بدولت اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم کراچی کو روز افزوں ترقیات سے نوازا اور بہت جلد دارالعلوم کے لئے ایک وسیع و عریض رقبہ زمین کی ضرورت محسوس ہونے لگی چنانچہ مولانا موصوف کی کوشش اور حضرت مفتی صاحب کی برکت سے کورنگی میں دارالعلوم کراچی کی موجود جگہ جو کہ تقریباً پچاس پچپن ایکڑ تھی حاصل ہوگئی' پھر بہت جلد اس میں درسگاہیں' دارالاقامہ' اساتذہ کے رہائشی مکانات اور دیگر ضروری امور کے لئے عمارات تیار کرائی گئیں اور دارالعلوم کو نانک واڑے کی تنگ عمارت سے کورنگی کی ان کشادہ اور پرفضا عمارتوں میں منتقل کر دیا گیا۔

مولانا مرحوم پختہ عزم کے مالک' دھن کے پکے' لگن کے سچے اور بالکل نہ تھکنے والے انسان تھے' مایوسی کی پرچھائیں بھی کبھی ان پر نہ پڑی تھی وہ قدم بڑھا کر پیچھے ہٹنا نہ جانتے تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو درد آشنا دل اور سوز آہ سے نوازا تھا.... ملی' مذہبی خدمت کا جذبہ قدرت نے ان کو بے پناہ عطا کیا تھا' ٹنڈوالہ یار کی ناموافق آب وہوا کی وجہ سے مولانا مرحوم کی خواہش پر احقر دارالعلوم کراچی آگیا تھا' یہاں کئی برس ان کی نظامت میں خدمت کا موقعہ میسر آیا اور ان کی صلاحیت اور کمال کا مشاہدہ کیا' میں نے ان کا سلوک اپنے اور دیگر اساتذہ کے ساتھ ہمیشہ بہتر پایا۔ انبیاء علیہم الاسلام کے علاوہ انسانوں میں بے

عیب تو بہت ہی کم ہوتے ہیں ان کے بارے میں بھی میرا دعویٰ ہرگز یہ نہیں کہ ان میں کوئی کمی یا نقص نہیں تھا' ہو گا لیکن مجھے معلوم نہیں' اپنی کبھی یہ عادت نہیں رہی کہ دوسروں کے احوال کا تجسس و تفقد کیا جائے اس لئے ظاہر جو کچھ میں نے دیکھا اس کے مطابق اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔

مجھے اس حقیقت کے ذکر کرنے میں ذرہ بھر تامل نہیں کہ آج مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی سلمہ اور مولانا مفتی تقی عثمانی سلمہ کی عظمت و رفعت' ان کی علمی متنوع مبسوط' قابل رشک و فخر خدمات میں جہاں ان کے عظیم والد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ کی تربیت' توجہ' برکت اور دعاؤں کے فیض کا بہت بڑا دخل ہے وہیں ان کے بہنوئی مولانا نور احمد مرحوم کی سعی وکوشش اور شغف ودلچسپی کو بھی بلاواسطہ اور بالواسطہ جوہری حیثیت حاصل ہے۔

مولانا مرحوم کے جذبہ صادقہ اور بلند ہمت کا یہ اثر جس طرح یہاں ظاہر ہے اور حضرت مفتی ﷺ صاحب کی توجہ و تربیت کے نتیجہ میں بڑے پیمانے پر ظاہر ہوا اسی طرح یہ اثر اللہ کے فضل سے مولانا کے پانچوں صاحبزادوں میں بھی ظاہر ہوا جو ماشاء اللہ باقاعدہ عالم' صاحب استعداد' اپنے ہم عصروں میں ممتاز حیثیت کے حامل' دینی خدمت میں مشغول' دین و دنیا دونوں میں کامیاب اور علماء عصر کی نگاہوں میں لائق رشک ہیں' کم ہی کسی عالم زمانہ کو یہ سعادت نصیب ہوئی ہے۔

میری دعا ہے کہ حق تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں' جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب ہو اور جو صدقات جاریہ وہ چھوڑ کر گئے ہیں ان سب کا اجر عظیم ان کے اعمال نامے میں درج ہوتا رہے اور ان کے اخلاف پھلیں پھولیں اور دینی' ملی خدمات کے ساتھ ہمیشہ صراط مستقیم پر گامزن رہیں۔

عزیزم مولوی رشید اشرف حفظہ اللہ' صاحبزادہ رفیق محترم مولانا مرحوم واستاذ دار العلوم کراچی کی فرمائش پر یہ ذاتی تاثرات معرض تحریر میں لائے گئے ہیں۔

مع ذلك لا أزكي على الله احدا.

حضرت مولانا فضل محمد صاحب سواتی زید مجدہم

مجسم اخلاص وعمل

حضرت مولانا فضل محمد صاحب زید مجدہم مہتمم مظہر العلوم منگورہ سوات صوبہ سرحد کے جلیل القدر عالم دین اور وہاں کی مغتنم شخصیت ہونے کے علاوہ دارالعلوم کراچی کے دور اول کے ممتاز اساتذہ میں سے ہیں حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب زید مجدہم اور حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم جیسی شخصیات آپ کے تلامذہ کی فہرست میں شامل ہیں آپ نے دارالعلوم کراچی کی تاسیس کے سلسلے میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کی معیت میں حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ کی کاوشوں اور قربانیوں کا بچشم خود مشاہدہ کیا اور غیر معمولی طور پر متاثر ہوئے آنمحترم کا درج ذیل مضمون اس کا عکاس ہے۔ جزاهم الله خير الجزاء.

جہاں تک میرے علم میں ہے مولانا نور احمد صاحب ﷫ جیسی ہستی کا اخلاص اور دین وتعلیم دین کیلئے بے انتہا انتھک سعی وکوشش ان ہی کا حصہ تھی دارالعلوم کراچی کی تعمیر و ترقی کیلئے وہ دن بھر محنت میں لگے رہتے تھے یہاں تک کہ بعض وقت وہ یہ بھی بھول جاتے تھے کہ میں نے کھانا کھایا ہے یا نہیں خود بھی بعض اوقات ہنس کر فرمایا کرتے تھے کہ بھائی! میں مدرسہ کی فکر میں طبعی حاجات بھی بھول جاتا ہوں۔

ان کے اخلاص، لگن اور قربانی کا اندازہ کرنے کیلئے ایک یہی مثال کافی ہے کہ جب ناکواڑہ کی عمارت مدرسہ کیلئے ملی جسے سکھ خالی کر کے چلے گئے تھے

اس وقت یہ عمارت انتہائی خستہ حالت میں ویران درودیوار والی تھی' اس کے بیت الخلا غلاظتوں سے بھرے ہوئے تھے میں نے اپنی آنکھوں سے حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ کو دیکھا کہ کچرے کے عظیم ڈھیر میں منہ پر کپڑا باندھے ہوئے جھاڑو دے رہے ہیں نہ کوئی نوکر ساتھ ہے نہ کوئی طالب علم۔

اسی طرح میں نے دیکھا وہ بیت الخلاؤں کو جو تقریباً دس تھے اور غلاظت سے بھرے ہوئے تھے پانی کی بالٹیاں بھر بھر کر صاف کر رہے ہیں خدا کی قسم میری حیرت کی انتہا ہوگئی کہ یا اللہ اکیلا یہ شخص اپنے ہاتھ سے یہ قربانی کا کام کر رہا ہے اور بیت الخلاؤں کے دروازے بند کر کے یہ محنت کر رہا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے ان کو کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ مولانا نور احمد صاحب ﷫ کے اخلاص اور ان کی قربانی کو سمجھنے کیلئے یہی مثال کافی ہے اخلاص کے اس مجسمہ کو حضرت قبلہ مفتی صاحب ﷫ پہچان گئے تھے' اس لئے مولانا کو اپنے کنبے میں داخل فرما کے اپنی اولاد کے مانند رکھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے مدرسے کا کام پورا کرا دیا تو ان سے دین کے پرانے ذخیرہ علمیہ کے احیاء کا کام لیا چنانچہ انہوں نے قدیم مخطوطات کو جن کے لئے علماء محققین تڑپ رہے تھے بڑے اہتمام سے شائع کر کے امت کے سامنے پیش کر دیا۔ اسی خدمت کے دوران اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا' اب ان کی اولاد سے اللہ تعالیٰ یہ عظیم الشان کام لے رہا ہے جو ان کی مقبولیت عنداللہ کی دلیل ہے وقلما یوجد في هذا الزمان أمثاله رحمه الله وجعل الجنة مثواه

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

اسلام کا عظیم خاموش رضاکار

جامع کمالات، جہان علم و معرفت، ادیب بے مثل، محدث عصر، فقیہ وقت، شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب دام اقبالہم کی مجمع علم و فضل و زہد و ورع، یگانہ روزگار شخصیت سے کون واقف نہیں۔ آپ جامعہ دارالعلوم کراچی کے نائب صدر، مفتی، استاد حدیث، سپریم کورٹ آف پاکستان کی شریعت اپلٹ بنچ کے رکن رکین، اسلامی ممالک کی عظیم علمی و تحقیقاتی اکیڈمی مجمع فقہ الاسلامی کے نائب رئیس اور کراچی یونیورسٹی کے ممبر آف سنڈیکیٹ ہونے کے علاوہ معاشیات اور بینکنگ پر قابل قدر کام کے باعث اسلامی ممالک کے مختلف بنکوں میں شریعت نگرانی بورڈز کے ممبر بھی ہیں نیز تکملہ فتح الملہم سمیت متعدد علمی و تحقیقی اور اصلاحی عظیم کتابوں کے مصنف ہیں۔ مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ سے متعلق مولانا موصوف زید مجدہم کا یہ وقیع مضمون ماہنامہ البلاغ (ج ۲ شمارہ ۶) میں شائع ہوا تھا جو پیش قارئین ہے۔

۲ جمادی الثانیہ ۱۴۰۷ھ مطابق یکم فروری ۱۹۸۷ء کو میں بفضلہ تعالیٰ عمرے کی ادائیگی کے بعد جدہ سے خرطوم (سوڈان) جانے کے لئے روانہ ہو رہا تھا کہ جدہ میں پاکستان کے قونصل ظفر اللہ شیخ صاحب نے مجھے ایک ٹیلکس کا پیغام دیا، اس پیغام میں یہ جانکاہ خبر دی گئی تھی کہ آپ کے بہنوئی جناب مولانا نور احمد صاحب گزشتہ رات انتقال فرماگئے، پہلے جب شیخ صاحب نے زبانی یہ خبر سنائی تھی تو یقین نہیں آیا تھا اور میں نے دل کو یہ تسلی دینے کی کوشش کی تھی کہ شاید پیغام

سمجھنے میں کوئی غلطی ہوئی ہوگی' اس لئے کہ ابھی پرسوں جمعہ کے دن میری ان سے ملاقات ہوئی تو وہ پوری طرح صحت مند' ہمیشہ کی طرح فعّال اور چاق وچوبند تھے اور کسی بیماری یا کمزوری کے دور دور کوئی آثار نہ تھے' لیکن جب شیخ صاحب نے تحریری پیغام دیا تو دل پر ایک بجلی سی گری' اس المناک خبر کو سچ مانے بغیر چارہ نہ تھا اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ احقر کے بہنوئی بھی تھے اور استاذ بھی اور اس لحاظ سے ان کی وفات میرے لئے زبردست اور گھریلو حادثہ تو ہے ہی لیکن اس کے ساتھ ہی وہ اسلام کے ان خاموش رضاکاروں میں سے تھے جن کی پوری زندگی علمی' تعلیمی' اجتماعی اور سیاسی میدانوں میں کسی نہ کسی جہت سے خدمت دین میں بسر ہوئی' لیکن وہ نام ونمود اور شہرت کے معروف ذرائع سے ہمیشہ دور رہے' قیام پاکستان کی تحریک سے لے کر روز وفات تک ملک' ملت کے نہ جانے کتنے اہم کاموں میں انہوں نے موثر حصہ لیا' لیکن اس طرح کہ جب ان کاموں کی تاریخ مرتب کرنے والے مرتب کریں گے تو شاید ان کاموں میں ان کا نام نہ آئے' یا آئے تو سرسری اور مختصر انداز میں' اسی طرح دینی خدمات کے ساتھ اس دور میں شہرت وسمعت کے جو وسائس ہروقت لگے رہتے ہیں مولانا رحمۃ اللہ علیہ ان سے اپنا دامن بچاتے ہوئے دین کی سرحد پار کر گئے' لیکن برصغیر پاک وہند بشمول بنگلہ دیش وبرما کا شاید کوئی دینی حلقہ ایسا نہیں ہوگا جو ان سے اور ان کی خدمات سے واقف نہ ہو' لہٰذا ان کی وفات محض ایک شخصی اور گھریلو حادثہ ہی نہیں ملک وملت کا ایک عظیم سانحہ ہے' رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

مولانا اپنے وطن سے علوم دین کی تکمیل کے لئے دارالعلوم دیوبند آئے تھے' اپنی ذہانت وذکاوت اور مضبوط علمی استعداد کی بناء پر اپنے تمام اساتذہ کے منظور نظر رہے اور ہمیشہ امتحانات میں امتیاز کے ساتھ کامیابی حاصل کی' اساتذہ کی خدمت اور ان کے علمی وعملی کاموں میں ہاتھ بٹانے کا خاص ذوق تھا اس لئے تعلیم سے فراغت کے بعد بھی دیوبند ہی میں مقیم ہوگئے احقر کے والد ماجد

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ سے خصوصی تعلق قائم کیا اور جب ۱۹۴۸ء میں حضرت والد صاحب ہجرت کر کے پاکستان تشریف لائے تو اگلے ہی سال مولانا بھی کراچی تشریف لے آئے۔ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذاتی کتب خانہ جو دیوبند میں رہ گیا تھا اور حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عمر بھر کی پونجی تھی' اسے پاکستان منتقل کرنے میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی محنت کی جس کی حضرت والد صاحب قدس سرہ کے دل میں بڑی قدر تھی۔

یہ احقر کے بچپن کا بھی بالکل ابتدائی زمانہ تھا میں نے دیوبند میں قاعدہ بغدادی شروع کیا تھا پاکستان منتقل ہونے کا ہنگامہ شروع ہو گیا' کراچی میں اس وقت دور دور تک کوئی اپنا مدرسہ نہ تھا جس میں میری عمر کے بچے تعلیم حاصل کر سکیں' چنانچہ احقر کی ابتدائی تعلیم کی ذمہ داری حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قبول فرمائی' اور مجھے قاعدہ بغدادی پڑھانا شروع کیا' ابھی قاعدہ ختم بھی نہ ہوا تھا کہ خاندان کے کچھ بچوں کے بارے میں یہ اطلاع ملی کہ وہ پارہ عمّ بھی ختم کر چکے ہیں اس اطلاع پر انہوں نے احقر کو قاعدہ بیچ میں چھوڑ کر پارہ عمّ شروع کروا دیا اور ابتدائی چند پارے بڑی تیز رفتاری کے ساتھ پڑھا دیئے' اس وقت حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی قدس سرہ کے ساتھ ملکی و ملی خدمات میں مصروف رہتے تھے اور حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کا ہاتھ بٹانے کے لئے ہمہ وقت انہی کے ساتھ رہتے تھے' اس لئے میری پڑھائی کا نہ کوئی وقت مقرر تھا نہ دن' جب کبھی مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو موقع مل گیا؛ مجھے لے کر بیٹھ گئے' اور یہ ان کے انداز تعلیم اور والدین کی دعاؤں کی برکت تھی کہ اس طرح بے قاعدگی سے پڑھنے کے باوجود میں نے سات پارے پورے کر لئے اور ناظرہ پڑھنے کے لائق ہو گیا۔

اس مرحلہ پر مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ اب باقی ماندہ قرآن کریم تم خود نکال سکتے ہو' روزانہ تھوڑا تھوڑا پڑھ لیا کرو' چنانچہ اب انہوں نے مجھے قرآن کریم کے بجائے بہشتی گوہر اور سیرت خاتم الانبیاء شروع کرا دی اور ان

دونوں کتابوں کے بعد حمد باری!..... اتنے عرصہ میں پہلے جامع مسجد جیکب لائنز کے اندر اور پھر مسجد الاسلام آرام باغ میں چھوٹے چھوٹے مدرسے قائم ہو گئے جن میں ابتدائی فارسی کا انتظام تھا' پھر احقر نے وہاں پڑھنا شروع کر دیا۔

لیکن اس ناکارہ کو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حرف شناسی کی جو مقدار بھی حاصل ہوئی وہ ظاہر اسباب میں حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس سرہ کی رہین منت ہے اور اس لحاظ سے بھی وہ احقر کے بہت بڑے محسن ہیں۔

پاکستان منتقل ہونے کے بعد ابتدائی چند سالوں میں حضرت والد صاحب قدس سرہ کی زیادہ تر توجہ ملک میں اسلامی دستور قانون کے نفاذ کے کاموں پر مرکوز رہی اور اس مقصد کے لئے زبان وقلم سے لے کر تحریکی اور جماعتی انداز کی جدوجہد تک ہر قسم کے کام حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کرنے پڑے' اس دور میں حضرت والد رحمۃ اللہ علیہ کے ان تمام کاموں میں حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے دست وبازو اور خصوصی معاون بنے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو مہم جوئی اور مشکلات کو سر کرنے کا نہ صرف ملکہ بلکہ اس کا خاص ذوق وشوق عطا فرمایا تھا وہ اس معاملہ میں غیر معمولی عزم وارادے اور حوصلے کے مالک تھے' جو کام سادہ' آسان اور معمولی ہو وہ کر ضرور لیتے تھے' لیکن ان کی اصل جولانیاں ایسے مواقع پر ظاہر ہوتی تھیں جب کوئی ایسا مشکل اور سخت محنت طلب کام سامنے آجائے جس سے عام لوگ پیچھے ہٹ رہے ہوں ایسے مواقع پر وہ آگے بڑھ کر بڑے ذوق وشوق سے اس کام کو سنبھالتے اور جب تک وہ کام اپنی انتہا کو نہ پہنچ جاتا اس کے لئے تن من کی بازی لگائے رکھتے' اس معاملے میں رات دن کو ایک کر کے بظاہر ناممکن کو ممکن کر دکھانا ان کا خاص وصف تھا جس سے ان کے ساتھ ہر واقفیت رکھنے والا پوری طرح آگاہ ہے۔

چنانچہ حضرت والد صاحب قدس سرہ کے مذکورہ بالا کاموں میں وہ اسی دھن اور جذبے کے ساتھ مصروف رہتے تھے۔ اور اس طرح اس دور کی

حضرت والد صاحب ﷺ کی بیشتر خدمات میں ان شاء اللہ وہ عظیم اجر وثواب کے مستحق ہوں گے۔

حضرت والد صاحب قدس سرہ کو کراچی منتقل ہونے کے بعد اس بات کا شدید احساس تھا کہ اس بھرے پڑے شہر میں جو اس وقت ملک کا دارالحکومت بھی تھا کوئی معیاری دینی درسگاہ موجود نہیں ہے' چنانچہ وہ یہاں ایک معیاری دارالعلوم قائم فرمانا چاہتے تھے۔

شروع میں مسجد باب الاسلام آرام باغ میں ایک چھوٹا مدرسہ "امداد العلوم" اور اسی کے ساتھ ایک کمرہ تعمیر کر کے ایک "دارالافتاء" قائم فرمایا' حضرت والد صاحب قدس سرہ کی نگرانی میں ان اداروں کا عملی انتظام حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس سرہ نے ہی سنبھالے رکھا۔

۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۱ء میں اللہ تعالیٰ نے حضرت والد صاحب کی آرزو اس طرح پوری فرمائی کہ محلہ نانکواڑہ میں ہندوؤں کے ایک متروکہ اسکول کی عمارت مدرسے کے قیام کے لئے مہیا ہوگئی' حضرت والد صاحب قدس سرہ نے اس عمارت میں بنام خدا تعالیٰ وہ مدرسہ قائم فرمایا جو آج بحمد اللہ دارالعلوم کراچی کے نام سے مشہور ہے یہ عمارت بڑی میلی کچیلی اور کباڑخانے کی سی حالت میں ملی تھی' حضرت والد صاحب قدس سرہ اور حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ نے اپنے ہاتھوں سے اس کی صفائی کر کے اس مدرسے کا آغاز فرمایا۔

حضرت والد صاحب ﷺ نے مدرسے کے امور کی اصولی نگرانی کے لئے ایک مجلس منتظمہ قائم فرمائی جس میں متعدد علماء اور شہر کے دیندار معزز افراد شامل تھے' حضرت والد صاحب ﷺ اس مجلس کے صدر قرار پائے اور حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷺ کو دارالعلوم کا ناظم مقرر کیا گیا اور اس حیثیت میں بھی مولانا ﷺ نے اپنی فعال اور متحرک شخصیت کے جوہر دکھلائے۔

اللہ تعالیٰ نے مدرسے کو مقبولیت عطا فرمائی اور طلباء کا رجوع بڑھا' یہاں

تک کہ وہ عمارت تنگ محسوس ہونے لگی۔

۱۹۵۵ء میں اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم کو شہر سے باہر اس علاقہ میں ایک وسیع قطعہ اراضی عطا فرمایا جہاں آج کورنگی انڈسٹریل ایریا آباد ہے' اس وقت کورنگی کی آبادی کا نہ کوئی نام ونشان تھا' نہ اس کا کوئی تصور' اس علاقے سے نزدیک ترین شہری آبادی لانڈھی کی تھی' رسل ورسائل کے ذرائع مفقود تھے اور شہر سے اتنی دور جگہ پر مدرسے کی تعمیر بڑا کٹھن مرحلہ تھا' لیکن حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ کی مہم جویانہ طبیعت نے اس کٹھن مرحلہ کو بڑی خوبی کے ساتھ مردانہ وار طے کیا' اور مختصر سی مدت میں یہاں تین عظیم الشان عمارتیں تعمیر ہوگئیں جن میں ایک درسگاہوں اور دو طلبہ کی قیامگاہوں پر مشتمل تھیں' چنانچہ ۱۹۵۶ء میں دارالعلوم اسی نئی عمارت میں منتقل ہوگیا۔

اللہ تعالیٰ کو مولانا ؒ سے دارالعلوم سے باہر بھی مختلف جہات میں کام لینا تھا' چنانچہ حالات ایسے پیدا ہوئے کہ وہ (غالباً ۱۹۶۵ء کے آغاز میں) دارالعلوم سے مستعفی ہوگئے' اور انہوں نے ''مجلس دعوۃ الحق'' کے نام سے ایک تبلیغی ادارہ قائم کرلیا' یہ وہ زمانہ تھا جب ملک میں پہلی بار سوشلزم کے قیام کی تحریک پوری قوت سے اٹھ رہی تھی' چنانچہ اس موقع پر انہوں نے ''مجلس دعوۃ الحق'' کے ذریعہ سوشلزم کی تردید کو اپنا ہدف بناکر ہر طرح کی علمی اور عملی جدوجہد شروع کی' اور اس سلسلہ میں کارہائے نمایاں انجام دیئے' سوشلزم کے بارے میں ۱۱۳ علماء کا وہ فتویٰ جس نے اس دور میں بہت شہرت حاصل کی' درحقیقت مولانا ؒ ہی کی جدوجہد کا نتیجہ تھا اور مختلف مکاتب فکر کے علماء سے اس پر دستخط حاصل کرنے کے لئے انہوں نے چند روز کے اندر کراچی سے پشاور تک کار میں طوفانی سفر کیا تھا۔

جب افغانستان میں روسی افواج کے داخلہ کی بناء پر افغان مجاہدین نے گوریلا جنگ شروع کی' تو مجاہدین کو مادی اور اخلاقی امداد فراہم کرنے میں بھی مولانا ؒ نے نمایاں کردار ادا کیا' افغان مجاہدین کی مختلف تنظیموں سے مولانا

کے بڑے گہرے روابط تھے' اور وہ سب ان کی خدمات کے احسان مندی کی حد تک معترف ہیں اس سلسلے میں متعدد مرتبہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے سرحد تک سفر بھی کیا' پاکستان میں مختلف حلقوں سے مل کر انہیں جہاد افغانستان کے متعلق ان کے فرائض کا احساس دلایا اور لاکھوں روپے کا چندہ جمع کر کے افغان مجاہدین تک پہنچایا اور ایک زمانہ ایسا گزرا کہ مولانا کی شب و روز کی مصروفیات اسی جہاد سے متعلق تھیں۔

اسی جہاد کے سلسلے میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا رابطہ مؤتمر عالم اسلامی سے قائم ہوا اور مؤتمر نے آپ کو نشرواشاعت اور دعوت وارشاد کا ناظم بھی مقرر کر دیا اور اس حیثیت میں بھی انہوں نے ملک اور بیرون ملک خدمات جلیلہ انجام دیں۔

آخر عمر میں اللہ تعالیٰ نے ان سے دینی علوم کی جو عظیم خدمت لی وہ اپنی پائیداری اور اثرات کے لحاظ سے ایسی خدمت ہے کہ اگر ان کی زندگی میں صرف ایک ہی کارنامہ انجام پایا ہوتا تو شاید ان کی سعادت وفضیلت کے لئے کافی تھا' انہوں نے "ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ" کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم فرمایا' شروع میں یہاں سے تصحیح کے خصوصی اہتمام کے ساتھ قرآن کریم کے نسخے شائع کئے جو اپنی صحت' حسن اور دلکشی کے لحاظ سے کسی طرح تاج کمپنی کے نسخوں سے کم نہ تھے' اس کے بعد اسی ادارہ سے انہوں نے اعلاء السنن جیسی عظیم الشان کتاب جو چوبیس جلدوں پر مشتمل ہے پہلی بار مکمل ٹائپ پر شائع کی اعلاء السنن وہ جلیل القدر کتاب ہے جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ نے اپنی نگرانی میں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب' عثمانی قدس سرہ سے تالیف کروائی تھی' اور خود حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد متعدد بزرگوں نے نقل کیا کہ اگر خانقاہ تھانہ بھون سے اس کتاب کی تالیف کے سوا کوئی اور کام نہ ہوا ہوتا تو تنہا یہی کام اس کی سعادت کے لئے کافی تھا' حضرت حکیم الامت قدس سرہ کو اس کتاب کی اشاعت کا بہت اہتمام تھا لیکن قلت وسائل کی بناء پر اس وقت اس کی صرف گیارہ جلدیں شائع ہو سکیں اور وہ بھی

لیتھو کی طباعت کے ساتھ' باقی حصے سالہا سال تک تشنہ طباعت رہے' آخر میں حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانوی ؒ نے اپنی آخر عمر میں یہ سوچ کر کہ یہ حصے کسی طرح وجود میں آکر محفوظ ہو جائیں انہیں نہایت معمولی کاغذ پر لیتھو کی طباعت کے ساتھ چھپوا دیئے تھے 'مگر اس کا مقصد محض کتاب کو وجود میں لانا تھا' اول تو طباعت ایسی تھی کہ خاص طور پر اہل عرب اس سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے 'دوسرے اس وقت تک ابتدائی جلدیں نایاب ہو چکی تھیں۔

ہمارے تقریباً تمام بزرگوں کی تمنا تھی کہ یہ کتاب ٹائپ پر مکمل شائع ہو' لیکن بیس جلدوں کی طباعت کا انتظام کارے دارد تھا' اللہ تعالٰی نے حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ کے دل میں یہ داعیہ پیدا فرمایا اور یہ کام انہی جیسے شخص کی ہمت مردانہ کا منتظر تھا' پاکستان میں عربی ٹائپ کی طباعت انتہائی مشکل کام تھا' اس کے لئے سرمایہ بھی درکار تھا اور محنت بھی' حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ نے اپنی خداداد قابلیت سے یہ مشکل کام بڑی خوبی کے ساتھ سر کیا' اور تھوڑے ہی عرصہ میں یہ کتاب طباعت کے حسین پیرہن میں منظر عام پر جلوہ گر ہو گئی۔

اعلاء السنن کی اشاعت نے ان کے سامنے علم و دین کی خدمت کا ایک وسیع دروازہ کھول دیا اور اب انہوں نے ایسی نایاب کتابوں کی جستجو شروع کر دی جو ابھی تک طبع نہیں ہوئیں یا طبع ہو کر مدت سے نایاب ہو چکی ہیں' چنانچہ انہوں نے یکے بعد دیگرے بہت سی گراں قدر علمی کتب شائع کیں جو ماضی قریب میں عالم اسلام کے کسی بھی حصے میں شائع نہیں ہوئی تھیں' "مصنف ابن ابی شیبہ" کا مکمل نسخہ پہلی بار بمبئی سے حال ہی میں شائع ہوا تھا' لیکن اس میں بھی بہت سے ابواب غائب تھے 'مولانا ؒ نے پیر جھنڈا کے کتب خانے سے اس کا مخطوطہ نکلوا کر ان ابواب کا اضافہ کیا اور پہلی بار اتنی مکمل صورت میں یہ کتاب شائع فرمائی' اسی طرح امام محمد ؒ کی "مبسوط" جو "کتاب الاصل" کے نام سے مشہور ہے اس کے بعض متفرق حصے مختلف ملکوں میں شائع ہوئے تھے 'مولانا

ﷺ نے ان حصوں کو یکجا کر کے شائع کیا' "الاشباہ و النظائر" مدت سے نایاب تھی' انہوں یہ کتاب بھی طبع فرمائی' اس کے علاوہ امام محمد کی "الجامع الصغیر" اور "کتاب السنن" بھی پاکستان میں پہلی بار اتنے خوبصورت لباس میں شائع کیں۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب "المحیط البرھانی" ابھی تک دنیا میں کہیں طبع نہیں ہوئی' یہ کتاب فقہ حنفی کے اہم ترین ماخذ میں سے ہے لیکن دنیا بھر میں اس کے صرف چند قلمی نسخے پائے جاتے ہیں' کتاب اتنی ضخیم ہے کہ اب تک کسی ناشر نے اس کی اشاعت کی ہمت نہیں کی' اس کی اشاعت بلاشبہ اتنا کٹھن کام ہے کہ اچھی اچھی اکیڈمیوں کو اس کے تصور سے پسینہ آجائے لیکن مولانا ﷺ نے اس کتاب کو بلاشبہ منظر عام پر لانے کا ارادہ کرلیا تھا اور اسی غرض کے لئے محنت شاقہ برداشت کرکے اس کے دو مکمل نسخوں کی فوٹو کاپیاں حاصل کرلی تھیں' ایک نسخہ راولپنڈی سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں میں موجود تھا جہاں فوٹو اسٹیٹ وغیرہ کی کوئی سہولت مہیا نہ تھی' مولانا اسلام آباد سے ایک فوٹو اسٹیٹ مشین کے مالک کو منہ مانگی اجرت دیکر اس گاؤں میں لے کر گئے' اور دن رات جاگ کر اس کی فوٹو کاپی نکلوائی' دوسرا نسخہ مدینہ منورہ کے ایک کتب خانے سے اسی طرح حاصل کیا' اور ان سے کئی نسخے تیار کر لئے' ابھی نسخوں کی فراہمی کا عمل مکمل ہوا تھا اور طباعت کا آغاز نہ ہو سکا تھا کہ زندگی کا سفر تمام ہوگیا إنّا للهِ و إنّا إليه راجعون۔

جس زمانے میں وہ "المحیط البرھانی" کے نسخوں کی جستجو میں مصروف تھے اسی دور میں ایک طرف "المبسوط للسرخسی" کی طباعت کا کام جاری تھا' جو اب بحمد اللہ تکمیل کو پہنچ رہی ہے اور دوسری طرف "احکام القرآن" کی طباعت کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔

اعلاء السنن کی طرح احکام القرآن بھی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ العزیز کے عظیم کارناموں میں سے ایک کارنامہ ہے۔ اس کی تالیف آپ نے مختلف علماء کے سپرد فرمائی تھی' حضرت مولانا ظفر

احمد صاحب عثمانی ؒ، حضرت والد صاحب ؒ، حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی ؒ اور حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہم نے قرآن کریم کے مختلف حصوں کا کام اپنے اپنے ذمہ لے لیا تھا' اس کتاب کے بیشتر حصے کی تالیف مکمل ہو چکی تھی' البتہ بیچ کے دو حصے باقی تھے کہ تحریک پاکستان کے ہنگامے میں یہ کام رک گیا۔ حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانوی ؒ نے "اعلاء السنن" کی طرح اس کے میسر حصوں کو وجود میں لانے کے لئے معمولی رف کاغذ پر چھپوا دیا تھا' حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ نے اس کی اشاعت کا بھی بیڑا اٹھایا اور اب اس کتاب کی طباعت بھی تکمیل کے قریب تھی کہ داعی اجل آپہنچا افسوس کہ وہ اسے مطبوعہ کتاب کی شکل میں خود نہ دیکھ سکے' لیکن امید ہے کہ ان شاء اللہ یہ کتاب جلد منظر عام پر آجائے گی اور ان کے صدقات جاریہ میں اضافے کا سبب بنے گی۔

بہرکیف! ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کے ذریعہ نایاب عربی کتابوں کی اشاعت کا جو عظیم کارنامہ انہوں نے انجام دیا ہے اور ملک کے طباعتی واشاعتی حلقوں میں جو نئی طرح ڈالی ہے وہ ان کے حسنات زاخرہ کا بڑا روشن باب ہے۔

الحمدللہ' اللہ تعالیٰ نے انہیں قابل وصالح اولاد سے بھی نوازا' ان کے بڑے صاحبزادے مولوی امین اشرف سلمہ دارالعلوم کے فارغ التحصیل اور مدینہ طیبہ کے ہائیکورٹ میں موظف ہیں' ان سے چھوٹے صاحبزادے مولوی رشید اشرف سلمہ دارالعلوم کے قابل اور مقبول اساتذہ میں سے ہیں اور احقر کی تقریر ترمذی انہوں نے ہی بڑی قابلیت سے مرتب کی ہے جو "درس ترمذی" کے نام سے شائع ہو چکی ہے' ان سے چھوٹے صاحبزادے مولوی قاسم اشرف سلمہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن سے فارغ التحصیل ہیں' جامعہ اسلامیہ اسلام آباد میں ایل ایل ایم کر چکے ہیں آج کل اپنے مقالے کی تیاری میں مصروف ہیں اور ماشاء اللہ تقریباً ہر امتحان میں اول آتے رہے ہیں' ان سے

چھوٹے دو صاحبزادگان مولوی نعیم اشرف اور مولوی نیم اشرف سلمہما جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن سے فارغ ہونے کے بعد ''ادارۃ القرآن'' کے کاموں میں اپنے والد گرامی کا ہاتھ بٹاتے رہے اور اب ماشاء اللہ یہ ادارہ انہوں نے ہی سنبھالا ہوا ہے' ان صاحبزادگان کی ذہانت و قابلیت' سعادت مندی اور علمی ذوق سے پوری توقع ہے کہ وہ ان شاء اللہ اس ادارے کے کام کو اپنے والد گرامی کے بنائے ہوئے نقوش پر آگے بڑھانے کی پوری کوشش کریں گے۔

حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کافی مدت سے لسبیلہ ہاؤس کے مکان میں مقیم تھے' اسی کی نچلی منزل میں ''ادارۃ القرآن'' قائم کیا ہوا تھا' میں جمعہ کی نماز پڑھانے کے لئے لسبیلہ ہاؤس کی جامع مسجد میں جاتا تو وہاں ان سے ملاقات ہو جایا کرتی تھی' ۳۰/جنوری ۱۹۸۷ء کے جمعہ کو نماز جمعہ کے بعد ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ میں ابھی اسلام آباد کے سفر سے واپس آیا ہوں اور اس مرتبہ پشاور کے بعد افغان سرحد پر ایسی جگہ تک جانا ہوا جہاں سے گولہ باری کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں' یہ کہہ کر ایک لمحہ کے لئے رکے' اور پھر روہانسی آواز میں فرمانے لگے' کہ لیکن حسرت یہ ہے کہ وہاں سے شہادت لئے بغیر واپس آگیا؟

اس کے بعد انہوں نے احقر سے پوچھا کہ تم سوڈان کب جارہے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ ان شاء اللہ کل روانگی ہے فرمانے لگے کہ میں ''کتاب الآثار'' اور ''عنوان الشرف الوافی'' کا ایک ایک نسخہ دوں گا' وہ سوڈان میں ڈاکٹر حسن الترابی اور وزیر اعظم صادق المھدوی کو دیدینا' پھر فرمانے لگے کہ ''معارف لدنیہ'' پر تبصرہ کب لکھو گے؟ (یہ کتاب صوبہ سرحد کے ایک بزرگ شیخ غلام النصیر چلاسی مدظلہم کی فارسی مثنوی ہے جو مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے شائع کی تھی) میں نے عرض کیا کہ انشاء اللہ سفر سے واپسی پر۔ فرمانے لگے کہ کتاب اپنے ساتھ رکھ لو' جب بھی موقع ملے سفر کے دوران لکھ دینا' احقر نے عرض کیا کہ کتاب ضخیم اور وزنی ہے' غیر ملکی سفر میں اتنا وزن ساتھ رکھنا مشکل ہو گا' میں انشاء اللہ

دس بارہ دن تک واپس آ ہی جاؤں گا' فرمانے لگے "پھر ایسا کرو کہ جلد توڑ کر کچھ صفحات ساتھ رکھ لو" میں خاموش ہو گیا۔

پھر جب میں نے ڈرائیور کو "کتاب الآثار" وغیرہ لینے کے لئے بھیجا تو اس کے ساتھ معارف لدنیہ کا ایک نسخہ جلد توڑ کر بھیج دیا' مولانا ﷺ اس وقت پوری طرح چست اور توانا تھے' اور دور دور کسی بیماری یا کمزوری کے آثار نہ تھے' لیکن کسے معلوم تھا کہ یہ ان سے آخری ملاقات ہوگی۔

اگلے دن شام کو ساڑھے چار بجے میں جدہ روانہ ہو گیا' اسی روز رات کو تقریباً بارہ بجے تک وہ معمول کے مطابق اپنے کاموں میں مشغول رہے' نہ جانے کتنے معاملات نمٹائے' کتنوں سے فون پر بات کی' یہاں تک کہ اس دن کے تمام کاموں سے فارغ ہو کر بارہ بجے بستر پر پہنچے۔ کچھ ہی دیر بعد اچانک کھانسی کا دورہ شروع ہو گیا جو تھوڑی دیر بعد دل کے شدید دورے میں تبدیل ہو گیا گھر والے اس یک بیک تکلیف کو ابھی سمجھ بھی نہ پائے تھے کہ پیشاب کی حاجت ہوئی اور وہ اپنے پاؤں چل کر بیت الخلاء تشریف لے گئے' لیکن جب واپس نکلے تو دروازے پر ہی گھر والوں سے کہا کہ مجھے سنبھالو' میں گر رہا ہوں' احقر کی ہمشیرہ اور عزیزم فہیم اشرف سلمہ نے سہارا دیکر بمشکل کمرے میں پہنچایا' (دوسرے صاحبزادے مولوی نعیم اشرف سلمہ معالج کو بلانے چلے گئے تھے) لیکن بستر تک پہنچنا ممکن نہ رہا تو بستر کے قریب فرش ہی پر نیم دراز ہو گئے اور بار بار بآواز بلند "اللہ اکبر' اللہ اکبر" کہتے رہے اور یہی کلمات ادا کرتے کرتے دنیا کی سرحد پار کر گئے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون.

اللہ تعالیٰ نے انہیں غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا اور یہ صلاحیتیں انہوں نے بحیثیت مجموعی خدمت دین ہی میں صرف فرمائیں' یوں بھی انہیں تدین' ذوق عبادت اور رجوع الی اللہ کا خاص رنگ اپنے اساتذہ سے ورثے میں ملا تھا جو کبھی کسی ماحول اور کسی حالت میں نہیں اترا' عام طور سے سیاسی انتظامی امور کو علم سے بیر ہوتا ہے اور ان مصروفیات میں پھنس کر انسان علم سے

دور ہو جاتا ہے لیکن یہ وصف انہی میں دیکھا کہ ان تمام مصروفیات کے باوجود ان کا نہ صرف علمی ذوق بلکہ استحضار بھی ہر حالت میں باقی رہا' اللہ تعالیٰ نے اسی مشغلے میں زندگی اور اسی میں موت عطا فرمائی' رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی زلات کی کامل مغفرت فرمائیں آخرت میں انہیں جوار رحمت سے نوازیں اور اپنے مقامات قرب میں پیہم ترقی درجات عطا فرمائیں۔ آمین۔

قارئین سے بھی ان کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب اور پسماندگان کے لئے دعائے صبر کی درخواست ہے۔

مولانا محمد سالم قاسمی مدظلہم

مرد حق شناس

حضرت مولانا قاری محمد سالم قاسمی صاحب دام اقبالہم دارالعلوم دیوبند (وقف) کے مہتمم اور حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس اللہ سرہ کے بڑے صاحبزادے ہیں۔ بڑے عالم وفاضل اور بلند پایہ مدرس ہونے کے علاوہ خطابت کے میدان میں اپنے والد ماجد رحمہ اللہ کے جانشین ہیں۔ خادم اسلام داعی حق حضرت مولانا نور احمد صاحب نور اللہ مرقدہ سے متعلق فاضل موصوف کا جو مختصر مضمون قارئین کے سامنے پیش کیا جارہا ہے وہ اب تک غیر مطبوع ہے۔ ر۔ا

فلک جام وجہاں ساقی اجل مے
خلائق بادہ نوش مجلس وے
خلاصی نیست اصلا ہیچ کس را
ازیں جام وازیں ساقی ازیں مے

مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ایک فرد وشخص کا گزر جانا نہیں بلکہ اس کو جماعت اہل حق کی تاریخ کے ایک اہم باب کے بند ہونے سے تعبیر کیا جائے تو اہل علم کی نگاہوں میں یہ مبالغہ قرار نہیں دیا جاسکے گا۔ إنا للہ و إنا إلیہ راجعون.

مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے احقر نے اپنے والد ماجد حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب قدس سرہ العزیز کا بچپن سے بہت قریبی اور بے تکلف رابطہ دیکھا، اسی کا نتیجہ تھا کہ راقم السطور اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سب سے بڑے صاحبزادے مولوی محمد زکی صاحب

ہم عمری ' ہم درسی اور ہم ذوقی کی بناء پر بزرگوں کے اس مخلصانہ تعلق مودت کے غیر اختیاری طور پر امین بن گئے اور فارغ اوقات میں ہمیں ایک دوسرے کے گھروں پر آکر کھیل کود کی بزرگوں کی جانب سے اس آسانی سے اجازت مل جاتی تھی کہ جو کسی دوسری جگہ کے لئے بدقت ودشواری بھی نہیں ملتی تھی۔

اسی آمدورفت میں حضرت مفتی صاحب اور حضرت والد صاحب رحمہما اللہ کی مجالس علمیہ میں بکثرت آمدورفت کی وجہ سے ہمیں مولانا نور احمد صاحب کی ایک ایسے سعادت مند طالب علم کی حیثیت سے صورت شناسی حاصل ہوئی کہ جس کا ہماری اپنی بچپن کی دانست میں بجد خاموش طبع اور خدمت اکابر کے شائق طالب علم سے آگے کا درجہ نہیں تھا' لیکن اس حقیقت سے ہم بڑے طویل وقفے کے بعد واقف ہو سکے کہ اس طالب علم کا یہ سکوت حضرات اکابر واساتذہ کرام کے عالمانہ اقوال' مربیانہ احوال اور شخصیت ساز افعال کی ذخیرہ اندوزی کے عظیم طالب علمانہ فریضے کو ادا کرنے کے لئے تھا کیونکہ جادہ حیات پر منزل ارتقاء کی جانب تیز پا کو نہ بولنے کی فرصت ہوتی ہے اور نہ ضرورت! زندگی کی ان عمیق حقیقتوں میں سے کسی زندگی ساز حقیقت پر عہد ابتدائی میں منجانب اللہ انہی افراد کو راسخ الیقین بنایا جاتا ہے کہ جن سے قدرت کو کچھ بڑے اور اہم کام لینے مقصود ہوتے ہیں۔

اس تربیت وتعلیم نے ان کے جس جوہر فطرت کو ابھارا اور اس کو ان کی متاع زندگی بنایا وہ "دوسروں کے کام آنا" تھا اس کی جو ہریت پر دوسروں کے کام آکر ان کے قلبی سکون واطمینان کو بطور شاہد عدل بے تکلف اور بلا خوف تردید پیش کیا جا سکتا تھا۔

مولانا مرحوم کے "کام آنے" کے جوہر سے بہرہ مند ہونے والوں کی تعداد کم از کم راقم الحروف کے احاطہ معلومات سے ماوراء ہے' اس کام آنے کے جذبہ خیر میں ان کی متواضع فطرت نے ان کا بجد ساتھ دیا اس راہ میں قدم بڑھانے کے بعد ان کے قدموں کو کبھی یہ احساس وشعور روک نہ سکا کہ فلاں

کام میری حیثیت سے فروتر ہے اور فلاں عمل دیکھنے والوں کی نگاہوں میں میری حیثیت عرفی نیچا کر دینے کا باعث بنے گا' بلکہ اس مرد حق شناس کی نیت ونگاہ صرف اس پر مرتسم ہوتی تھیں کہ میرے اس عمل سے فلاں شخص وفرد یا فلاں جماعت واجتماعیت کو یہ مفاد حاصل ہو جائے گا' اس ایثار خدمت نے مجتمع ہوکر جو عزت واحترام کا مقام مولانا کو عطا کیا وہ بلاشک "من تواضع للہ رفعه اللہ" کے فرمان نبوت کی صداقت پر ہمیشہ ایک ناقابل انکار دلیل کے طور پر پیش کیا جاتا رہے گا۔ اللّٰهم اغفره وارحمه واجعل الجنة مثواه، آمین یا رب العالمین.

مولانا محمد یوسف لدھیانوی

حضرت مولانا نور احمد رحمہ اللہ
ایک تحریک اور ایک ادارہ

متبحر عالم دین، مفسر ومحدث، فقیہ ومفتی حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب زید مجدہم ان علماء حق کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں جو ہمہ جہتی عظیم دینی خدمات کی بناء پر بڑی مقبولیت کے حامل اور معروف عام وخاص ہیں۔ آپ محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری ؒ کے رفیق خاص، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ اور عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب نور اللہ مرقدہ کے مجاز وخلیفہ ہیں۔ ماہنامہ بینات کراچی، ہفت روزہ ختم نبوت کراچی، اسلامی صفحہ اقراء روزنامہ جنگ کراچی کے مدیر ہونے کے علاوہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے ناظم ونشرواشاعت بھی ہیں، نیز معرکہ الاراء اہم علمی موضوعات پر تیس سے زائد تحقیقی کتب ورسائل کے مصنف بھی ہیں۔ حضرت مولانا مرحوم سے متعلق مولانا موصوف کا یہ مضمون ماہنامہ بینات (شمارہ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ مطابق جولائی ۱۹۸۷ء) میں شائع ہوا تھا جو پیش خدمت ہے۔

۲/جمادی الاخریٰ ۱۴۰۷ھ یکم فروری ۱۹۸۷ء کی شب میں حضرت مولانا نور احمد صاحب یکایک آخرت کے سفر پر روانہ ہوگئے، إنّا للہ و إنّا إلیہ راجعون۔

مولانا مرحوم نہایت زیرک، عاقل ومدبر اور بے پناہ قوت ارادیہ کے حامل تھے، مہمات کو سر کرنا ان کا خاص ذوق اور بڑے سے بڑے آدمی کو ہمنوا

کر لینے کا انہیں خصوصی ملکہ تھا' بے حد فعال تھے' بے تکان کام کئے جانا شباب سے پیری بلکہ وفات تک ان کا معمول رہا۔

دارالعلوم دیوبند کے نہایت ذہین اور ذکی طالب علم تھے' ہمیشہ اعلیٰ درجہ میں کامیاب ہوتے' اسی کے ساتھ اساتذہ سے ربط وضبط اور خدمت ان کا شعار تھا' تعلیم سے فارغ ہوئے تو حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب کے خصوصی خادم ومعاون بن گئے اور یہ علاقہ خویشی پر منتج ہوا' حضرت مفتی صاحب پاکستان آئے تو قیام دارالعلوم کے سلسلہ کی اہم خدمات مرحوم کے سپرد تھیں وہ ایک عرصہ دارالعلوم کراچی کے ناظم رہے اس لئے حلقہ احباب میں وہ "ناظم صاحب" کے لقب ہی سے معروف تھے' مرحوم بذات خود ایک تحریک اور ایک ادارہ تھے' تحریک پاکستان کے دوران انتھک کام کیا اور بڑوں بڑوں کو تحریک پاکستان کے لئے رام کیا' پاکستان میں سوشلزم کے خلاف تحریک کے روح رواں بھی وہی تھے اور ۱۱۲ علماء کا مشہور فتویٰ مرحوم ہی کی مساعی کا رہین منت تھا' برما کی اراکانی تحریک میں ان کا کردار قائدانہ تھا' افغانستان کی تحریک جہاد کے وہ رکن رکین تھے' مجاہدین کے لئے رقوم کی فراہمی کا اہم ترین شعبہ گویا ان کے سپرد تھا' متعدد بار وہ سرحد پار مجاہدین سے تعاون کے لئے بھی گئے۔ زندگی کے آخری دور میں ان پر علوم اسلامیہ کی اشاعت کا جذبہ غالب آیا اور "ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ" کی بنیاد رکھی' اس میں ان کی اولوالعزمی اور فعالیت کے جوہر نمایاں ہوئے اپنی رہائش گاہ کے زیریں حصے میں پریس نصب کیا اور سب سے پہلے قرآن کریم کی طباعت کا کام شروع کیا اور کئی سائزوں میں قرآن کریم کے خوبصورت نسخے ہزاروں کی تعداد میں شائع کئے پھر حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کے ساتھ قرآن کریم مترجم شائع کیا اور اس کے حاشیہ پر شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی کا خلاصہ تفسیر بیان القرآن شائع کیا پھر بہترین ٹائپ پر "اعلاء السنن" شائع کی' اس کی اشاعت پر راقم الحروف نے ان سے عرض کیا تھا کہ آخری عمر میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں علوم اسلامیہ کی

اشاعت کا جذبہ القاء فرمایا، یہ انشاء اللہ حسن خاتمہ کی علامت ہے اور اعلاء السنن کی اشاعت انشاء اللہ آپ کی مغفرت کا سامان ہے، پھر تو انہوں نے مبسوط سرخسی اور مصنف ابن شیبہ جیسی ضخیم کتابیں شائع کر ڈالیں، جن کے لئے قارون کے خزانے کی ضرورت تھی، اسی کے ساتھ الجامع الصغیر، کتاب الاصل، الاشباہ و النظائر مع شرح حموی وضمائم، عنوان الشرف الوافی اور دیگر متعدد کتابیں شائع کیں، متعدد کتابیں ابھی زیر طبع تھیں اور متعدد اہم ترین کتابوں کی اشاعت ان کے پیش نظر تھی کہ پیمانہ عمر لبریز ہوگیا، مرحوم اپنے حلقہ احباب میں بھی ہر دلعزیز تھے، کسی نہ کسی بہانے ان سے دعوت کی فرمائش رہتی تھی جنہیں وہ خندہ پیشانی سے پورا بھی فرماتے، راقم الحروف ایسے گوشہ نشین کم آمیز کے ساتھ بھی محبت وشفقت کا برتاؤ فرماتے تین چار سال پہلے کا قصہ ہے ایک دفعہ تشریف لائے اور میرا بازو پکڑ کر کمرے سے باہر الگ لے گئے اور دو ممتاز ترین سرکاری عہدوں کا نام لے کر فرمایا کہ تم کو ان کے لئے کہا جائے تو انکار نہ کیجئے اور جب اس ناکارہ نے اس پر زور سے لاحول پڑھا تو فرمانے لگے بس کسی اور سے تذکرہ نہ کیجئے۔

حق تعالیٰ شانہ مرحوم کی حسنات کو قبول فرمائیں اور زلات سے درگزر فرما کر ان کے ساتھ رحمت وفضل کا خصوصی معاملہ فرمائیں۔

جناب حکیم محمد سعید صاحب

پیکر عزم وہمت ایک عالم باعمل

محترم جناب حافظ حکیم محمد سعید صاحب سابق گورنر سندھ وبانی مدینۃ الحکمت کراچی' پاکستان کی ان شہرۂ آفاق شخصیات میں سے ہیں جن کا تعارف کرانا سورج کو چراغ دکھلانے کے مرادف ہے' حکمت' ادب اور پاکستان کے لئے آپ کی خدمات مثالی ہیں' آپ کی نگرانی میں متعدد فعال ادارے مصروف عمل ہیں' مثلاً ہمدرد دواخانہ (وقف) ہمدرد فاؤنڈیشن' ہمدرد مطب' ہمدرد لائبریری اور مدینۃ الحکمت' نیز آپ دارالعلوم کراچی جیسے وقیع علمی ادارے کی مجلس منتظمہ کے رکن رکین اور خازن بھی ہیں۔ آپ کے زیر ادارت ہمدرد صحت' اخبار الطب' ہمدرد نونہال وغیرہ متعدد وقیع رسائل و جرائد شائع ہوتے ہیں' ماہر طبیب ہونے کے ساتھ آپ ایک بلند پایہ ادیب بھی ہیں چنانچہ آپ کی تصانیف اور سفرنامے درجنوں میں ہیں۔ اعلیٰ خدمات کے صلے میں آپ کو پاکستان میں "ستارۂ امتیاز" اور متعدد بین الاقوامی ایوارڈز مل چکے ہیں۔ حضرت مولانا مرحوم سے متعلق حکیم صاحب زید مجدہم نے اپنا یہ مختصر مضمون خاص طور سے اس سوانح کے لئے تحریر فرمایا۔

جناب محترم مولانا نور احمد سے میری آخری ملاقات لاہور میں ہوئی' وہ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی" کانفرنس میں شریک تھے اس کا اہتمام مولانا عبدالمالک کاندھلوی صاحب نے کیا تھا۔ صدر پاکستان جناب محترم جنرل ضیاء الحق" نے صدارت کی تھی۔ پنجاب کے سابق وزیراعلیٰ جناب محترم محمد نواز شریف صاحب مہمان گرامی تھے' یہاں بھی مولانا نور احمد صاحب کو ہر طرح مستعد پایا' غضب کے انسان تھے' انرجی ان میں ایٹومک تھی' جہاں نیک کام کی آواز آئی حضرت مولانا وہاں موجود اور آمادہ تعاون۔

ان سے پہلی بار ملاقات عالی مرتبت حضرت محترم مفتی اعظم محمد شفیع ؒ کے ہاں ہوئی، جہاں وہ ہمہ جہت انصرام واہتمام میں مصروف تھے، ان کی مستعدی پر اور حضرت مفتی صاحب سے ان کی عقیدت پر مجھے بڑا رشک آیا۔ میں خود بھی حضرت مفتی صاحب سے دلی تعلق رکھتا تھا اور ان کی خدمت میرے لئے وجہ اطمینان ومسرت رہی تھی مگر مولانا نور احمد رحمۃ اللہ علیہ کو مجھ پر سبقت حاصل تھی، یہ وہ دن تھے کہ حضرت مفتی صاحب نانک واڑہ میں قائم دارالعلوم سے زیادہ خوش نہ تھے اور دیوبند کی وسعتوں اور فراغیوں کے آرزومند تھے، میں ان کے ساتھ تھا، خان بہادر حاجی وجیہ الدین صاحب تھے، مولانا شجاعت علی صاحب تھے اور جناب مولانا تھانوی بھی تھے، کراچی شہر سے باہر نکل کر جانے کا منصوبہ بنا اور کورنگی میں ایک جگہ بالآخر حاصل ہوگئی، یہ ایک افریقہ کے سیٹھ کا مکان تھا، جہاں میں عرصے تک فجر سے پہلے اپنے احباب کے ساتھ تیرانوش کرنے جایا کرتا تھا، یہ وہی مکان تھا، آس پاس سرکاری زمینیں ہی زمینیں تھیں۔ یہ کریڈٹ فقط مولانا نور احمد صاحب کو جاتا ہے کہ انہوں نے رات دن بھاگ دوڑ کرکے اس مکان کے قرب وجوار میں مزید زمینیں حاصل کرلیں اور دارالعلوم کے لئے مستقبل میں توسیعات کا بھرپور انتظام کردیا۔

کورنگی اب بڑی آبادی بنی ہے، دارالعلوم جہاں واقع ہے وہ علاقہ صنعتی علاقہ قرار پایا، آج وہاں زمینوں کا بھاؤ آسمانوں سے باتیں کررہا ہے، دارالعلوم کی ایک سو ایکڑ کے قریب زمین اب کروڑہا روپے کی ہے۔

مجھے اس بات سے ملال ہے کہ دارالعلوم سے حضرت مولانا نور احمد صاحب کی غیر وابستگی نے ان سے ملنے کے مواقع کم کردیئے مگر ان سے جب ملاقات ہوتی ان کی باچھیں کھل جاتیں اور میرا دل ودماغ باغ باغ ہوجاتا، ایسی محبت کے انسان اس وقت خال خال رہ گئے ہیں۔

افسوس ہے کہ ایک عالم باعمل ہمارے درمیان نہ رہے جو خود بھی زندگی بھر سراپا عمل رہے اور دوسروں کو بھی پیکر عمل بناتے رہے۔

جسٹس محمد افضل چیمہ صاحب

مولانا نور احمد صاحب رح

ایک باصلاحیت اور فعال شخصیت

محترم جسٹس محمد افضل چیمہ صاحب دام اقبالہم تاریخ پاکستان کی اہم اور مقتدر شخصیت ہیں، جنہوں نے تیس سال سے زائد طویل عرصہ تک سیاسی، قانونی، مذہبی، سماجی اور سفارتی حیثیت سے مرکزی اور اعلیٰ مناصب پر ملک وقوم کے لئے نمایاں خدمات انجام دیں۔ ایک مرتبہ پنجاب اسمبلی اور تین مرتبہ قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے، وزیر قانون ہونے کے علاوہ اسپیکر قومی اسمبلی اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے جج جیسے اعلیٰ مناصب پر فائز رہے۔ ایک عرصہ تک اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین کی حیثیت سے قوانین اسلامی کی تدوین ونفاذ میں موثر کردار ادا کیا، سالہا سال تک رابطہ عالم اسلامی کی ایشیائی کونسل کے سیکرٹری جنرل بھی رہے، نیز اسلام کے نظام مملکت وحکومت کے بارے میں مشہور ومعروف انصاری کمیشن کے ممبر رہے۔ حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ سے آپ کے بے تکلفانہ مراسم تھے، حضرت مولانا مرحوم سے متعلق یہ مضمون جناب موصوف نے اس سوانح کے لئے خصوصی طور پر ارسال فرمایا۔ رشید اشرف سیفی

محب مشفق حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میری پہلی ملاقات ۱۹۷۷ء کے اواخر میں مولانا ظفر احمد انصاری صاحب مرحوم ومغفور کے پرانے مکان واقع کراچی میں ہوئی، جب میں مولانا انصاری صاحب کی زیر سرپرستی اسلامی نظریاتی کونسل کا پہلا ہمہ وقتی چیئرمین مقرر ہوا تھا، چنانچہ مجھے اچھی طرح

یاد ہے کہ مغرب کی نماز بھی مولانا نور احمد صاحب کی امامت میں ادا کی گئی ' مولانا کی لیاقت اور میرے دلی احترام کے لئے حضرت مولانا محمد شفیع صاحب ﷫ مفتی اعظم پاکستان اور مولانا محمد تقی عثمانی صاحب سے آپ کی نسبت ہی کافی تھی ' اور پھر اس تعلق کی بناء پر ملاقاتوں کا سلسلہ شروع ہوگیا جو ان کے اس جہان فانی سے رخصت ہونے تک جاری رہا' پہلی ملاقات کے کچھ ہی عرصہ بعد اسلامی نظریاتی کونسل کا اجلاس کراچی میں منعقد ہوا' انہی ایام میں مولانا تقی عثمانی صاحب کی دعوت پر جو کونسل کے سب سے کم عمر مگر علم وفضل اور زہد وتقویٰ کے اعتبار سے ممتاز ترین اراکین میں سے تھے 'کونسل اراکین نے جامعہ اسلامیہ (دارالعلوم) کراچی میں حاضری دی ' وہاں جاکر دوسری چیزوں کے علاوہ اس بات کا پہلی مرتبہ انکشاف ہوا کہ شہر سے دور اس غیر آباد علاقہ میں جواب بحمدللہ بہت بارونق ہوگیا ہے حضرت مفتی صاحب ﷫ کی زیر سرپرستی جناب مولانا نور احمد صاحب ﷫ نے جامعہ کی تاسیس اور تعمیر وتوسیع میں اہم ترین کردار ادا کیا تھا' اور اس تاریخی کارنامہ میں ان کی مساعی جمیلہ کا سب سے زیادہ عمل دخل تھا۔

مولانا مرحوم کی غیر معمولی شخصیت کی وجہ سے بہت جلد ان سے تعلق خاطر پیدا ہوگیا اور بے تکلفی ہوگئی ' چنانچہ کراچی آنے سے پہلے میں ہمیشہ انہیں اپنے پروگرام سے مطلع کرتا اور وہ بالالتزام کراچی ایئرپورٹ پر یا "قصر ناز" میں تشریف لے آتے ' اور میرے بیرون ملک آمدورفت کے مواقع پر بھی وہ (Midvay) ہوٹل میں تشریف لاتے اور زیادہ سے زیادہ وقت میرے ساتھ رہتے۔

دسمبر ۱۹۷۹ء میں رابطہ عالم اسلامی کا ایشیائی مرکز کا افتتاح کراچی میں ہونے کا پروگرام تھا'.افتتاحی تقریب کی صدارت شہید جنرل محمد ضیاء الحق صاحب مرحوم فرمانے والے تھے' اس سلسلہ میں تمام انتظامات مولانا نور احمد صاحب مرحوم نے رضاکارانہ طور پر اپنے ذمہ لے لئے اور جنرل صاحب مرحوم

کے صدارتی خطاب کا جو اسلام آباد سے موصول ہوا تھا عربی ترجمہ کرا کے اس کی نقول طبع کرالیں، مگر جنرل صاحب مرحوم اچانک ناسازی طبع کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے اور ان کی نمائندگی اس وقت کے چیف جسٹس پاکستان جناب شیخ انوار الحق صاحب نے کی۔

حضرت مولانا نور احمد صاحب مرحوم و مغفور علم وتقویٰ، خلوص وایثار، فراخ دلی اور وسیع القلبی کے ساتھ ساتھ انتہائی باصلاحیت مستعد کارکن اور فعال شخصیت کے حامل تھے، قرآن کریم کی طباعت واشاعت کے علاوہ انہوں نے بیشمار نمایاں کتب حدیث و دیگر اسلامی تصنیفات کے نسخے انتہائی جستجو اور تلاش بسیار کے بعد حاصل کئے اور ان کی معیاری طباعت کا اہتمام کیا جو ان ی دینی خدمات کا اہم ترین حصہ ہے، اعلاء السنن کی طباعت اس کی ایک مثال ہے۔

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں! مولانا ایک بلند ہمت، عملی اور پریکٹیکل انسان تھے، اس سلسلہ میں ایک اہم واقعہ کا ذکر بے محل نہ ہو گا، مولانا رابطہ کے دفتر میں میرے پاس تشریف فرما تھے کہ اتفاق سے مولانا عبد المنان صاحب امیر جماعت اسلامی گلگت تشریف لے آئے، کچھ عرصہ پہلے انہوں نے ایک جواں سال گوشہ نشین عالم دین اور ولی اللہ چلاسی بابا سے میرا غائبانہ تعارف کرایا تھا اور ان کے منظوم فارسی کلام اور تصنیفات کے بعض نمونے بھی مجھے عطا کئے تھے جن سے میں بہت متاثر ہوا اور ان کی معیت میں زیارت بھی ایبٹ آباد میں کی، میں نے مولانا عبد المنان صاحب سے کہا کہ آپ مولانا نور احمد صاحب کو چلاسی بابا کے حالات سنائیں، چنانچہ انہوں نے چلاسی بابا کے مختصر حالات زندگی کچھ عرصہ کے لئے مجذوبی کیفیت کا حال سنایا اور پھر ان کے منظوم فارسی کلام کے چند اشعار بھی سنائے جنہیں سن کر مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا اشتباہ ہوتا ہے، یہ تعارفی کلمات سن کر حضرت مولانا نور احمد صاحب مرحوم چلاسی بابا کی ملاقات کے لئے اس قدر بے تاب ہوگئے کہ اسی وقت ایبٹ آباد کے لئے عازم سفر ہوئے، اور

چلاسی بابا کی صحبت اور مجلس سے اس قدر متاثر ہوئے کہ باقاعدہ نسبت کے بعد ہی واپس لوٹے، خود چلاسی بابا "دل را بدل رہیست" کے مصداق مولانا سے اثر پذیر ہوئے، اور اپنے منظوم فارسی کلام میں مولانا کی بہت تعریف کی جبکہ مولانا نے ان کے مجموعہ کلام کی طباعت کا از خود اہتمام کیا۔

؎ آملے تھے سینہ چاکان چمن سے سینہ چاک

چنانچہ مولانا مرحوم سے میری آخری ملاقات بھی اس وقت ہوئی جب وہ چلاس کا طویل سفر طے کر کے چلاسی بابا سے ملاقات کے بعد عصر کے وقت میرے پاس تشریف لائے، وہ بلڈ پریشر کے مریض بھی تھے اور پہاڑی علاقہ کے طویل سفر کی کوفت اور کلفت کے آثار بھی ان کے چہرہ پر نمایاں تھے، میرے سخت اصرار کے باوجود مولانا کراچی کے لئے عازم سفر ہونے پر بضد رہے اور شام کی پرواز سے کراچی تشریف لے گئے، اگلی رات ٹیلی فون پر مجھ سے رابطہ قائم کیا جو آخری ثابت ہوا اور وہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ إنّا للہ و إنّا إلیه راجعون بعد میں شیخ امین عقیل عطاس صاحب اسسٹنٹ سیکریٹری جنرل رابطہ عالم اسلامی نے مجھے بتایا کہ تقریباً اسی وقت مکہ معظمہ میں ان سے بھی رابطہ قائم کیا تھا۔
بحمد اللہ مولانا کے تمام صاحبزادے دار العلوم اسلامیہ کے فارغ التحصیل ممتاز عالم دین ہیں اور والدین کی طرح اسلامی اقدار اور اخلاق کا صحیح مرقع ہیں اور اپنے واجب الاحترام والد مرحوم کی طرح دینی خدمات میں منہمک ہیں، میری دعا ہے کہ اللہ کریم مولانا مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

محترم جناب صلاح الدین صاحب

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو....

محترم جناب صلاح الدین صاحب پاکستان کے معروف ان بے باک ممتاز صحافیوں میں سے ہیں جنہوں نے حق و صداقت کا کلمہ بلند کرنے کے لئے بڑی قربانیاں دی ہیں۔ ایک عرصہ تک تعلیمی و تدریسی لائن میں کام کیا' صحافت کے میدان میں قدم رکھا تو صداقت پر مبنی بے باک صحافت کی مثالی بلند روایات قائم کیں' چھ برس تک روزنامہ حریت میں انچارج رہے' کچھ عرصے روزنامہ جنگ میں سب ایڈیٹر رہے' بارہ سال تک جسارت کے ایڈیٹر رہے' جسارت سے علیحدگی کے بعد اپنا شہرۂ آفاق ہفت روزہ "تکبیر" نکالنا شروع کیا' بھٹو دور حکومت میں سات مرتبہ گرفتار کئے گئے' مجموعی طور پر ڈھائی سال قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں' ان پر قاتلانہ حملہ ہوا اس کے گھر اور دفتر کو نذر آتش کیا گیا لیکن یہ حرکتیں کلمہ حق کہنے کے سلسلہ میں ان کے پائے استقامت کو متزلزل نہ کر سکیں' آزادی صحافت کے لئے قربانیاں دینے کے سلسلہ میں انہیں کولمبیا یونیورسٹی کی جانب سے ایوارڈ دیا گیا' عرشیؒ فاؤنڈیشن لندن نے انہیں طلائی تمغہ دیا نیز اعلیٰ صحافتی خدمات پر اے این ایس ٹرافی دی گئی' انہیں سعودیہ عرب میں اردو کا پہلا اخبار نکالنے کا بھی اعزاز حاصل ہے' وہ متعدد شہرۂ آفاق رسائل وکتب کے مصنف ہونے کے علاوہ ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ سعودیہ عرب' اسلامی کونسل آف یورپ' انٹرنیشنل اسلامی میڈیا کانفرنس' جکارتہ سمیت درجنوں عالمی اداروں کے رکن ہیں۔ مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ کے ساتھ ان کے بے تکلفانہ مراسم اور بے شمار ملاقاتیں رہیں' حضرت مولانا موصوف ﷫ سے متعلق انہوں نے یہ مضمون خاص اس سوانح کے لئے مصروفیات کے بے پناہ ہجوم میں بعجلت تحریر کیا۔

برصغیر میں حضرت شاہ ولی اللہ ﷫ کے بلند پایہ علمی خاندان کے بعد تاریخ میں دینی علوم کی ترویج واشاعت اور تدریس وتصنیف کے میدان میں گراں قدر خدمات کی اگر کوئی دوسری مثال ہے تو وہ مفتی اعظم پاکستان حضرت

مولانا مفتی محمد شفیع ﷫ کے خانوادے کی ہے' اللہ تعالیٰ نے جس طرح شاہ ولی اللہ ﷫ کو شاہ عبدالعزیز ﷫' شاہ رفیع الدین ﷫' شاہ عبدالقادر ﷫' شاہ عبدالحق ﷫' شاہ اسماعیل شہید اور اسی پایہ کی دوسری عظیم شخصیات کے مبارک وجود سے نوازا' اسی طرح مولانا مفتی محمد شفیع کو مولانا زکی کیفی' جناب ولی رازی' مولانا محمد رفیع عثمانی' مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی اور بیٹیوں' دامادوں' پوتوں' پوتیوں اور نواسوں' نواسیوں کی صورت میں خدام دین کی ایک پوری نسل مہیا فرما دی' جس میں شامل افراد کی خدمات دین کا احاطہ تو کجا ان کے ناموں کی فہرست مرتب کرنا بھی ایک خاصا دشوار کام ہے' اس منفرد دینی گھرانے کا ہر فرد اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دین کا خادم ہی نہیں دینی سیرت وکردار اور اخلاق وعمل کا ایک قابل رشک نمونہ بھی ہے' خدمت دین اس کا جز وقتی پیشہ ورانہ تبلیغی وتدریسی اور طباعتی واشاعتی کام نہیں بلکہ اس کی مکمل زندگی ہے' اس کے افراد جس دنیا میں رہتے بستے ہیں اس کا نام ہی "دین" ہے' راقم اپنے علم اور مشاہدہ کی حد تک برصغیر میں ایسے کسی دوسرے گھرانے سے واقف نہیں ہے جس میں کسی ایک ممتاز عالم' مفسر' محدث اور مفتی کے بلند مرتبہ پر فائز شخصیت کی اولاد میں جس کی تعداد بھی ایک سو سے متجاوز ہو چکی ہو' مردوں اور عورتوں' بوڑھوں اور بچوں میں کوئی ایک بھی ایسا نہ ہو جسے دین سے بیگانہ یا غافل کہا جا سکے صبغت اللہ کا ایسا گہرا وسیع اور پائیدار رنگ مجھے کسی دوسرے گھرانے میں دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا' اسے اللہ تعالیٰ کے فضل خاص کے سوا کسی دوسرے حوالہ سے سمجھا اور پرکھا جا سکتا ہے تو وہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع کا فیضان تربیت ہے' تاریخ میں بعض ایسے ماہرین کا تذکرہ ملتا ہے جو کسی رنگ کو سینہ سنگ میں اتارنے کا ایسا ہنر رکھتے تھے کہ اسے چیرا جائے تو اندر سے بھی وہی رنگ برآمد ہو' مفتی محمد شفیع" نے اپنے شاگردوں اور اپنے بچوں کی سیرت سازی میں اسی ہنر اور فن کا بہترین نمونہ پیش کیا ہے ان کے تراشے ہوئے ہیرے جو ظاہر چمک دمک رکھتے ہیں وہی ان کے اندر باطن میں بھی پائی جاتی

ہے۔

اس تمہید کی ضرورت مجھے خدمت دین کے میدان میں شب و روز سرگرم و سرگرداں ایک ایسی سماجی اور من موہنی شخصیت کے ذکر کی خاطر محسوس ہوئی ہے جو مفتی صاحب مرحوم کی شاگردی میں ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے آیا' ان کی صحبت میں کندن بنا اور خود مفتی صاحب کو ایسا بھایا کہ انہوں نے نسل' رنگ' زبان اور علاقے کے ہر فرق و امتیاز کو بالائے طاق رکھ کر اسے اپنی دامادی میں لے لیا' یہ تھے مولانا نور احمد مرحوم و مغفور.... کراچی کے صحافتی' سیاسی' علمی اور دینی حلقوں کی بڑی معروف شخصیت جن کا وصال یکم فروری ۱۹۸۷ء کو ہوا اور جس برق رفتاری سے وہ اس دنیا میں اپنا کام کرتے تھے اسی برق رفتاری سے وہ ایک ہی زقند میں دوسری دنیا جا پہنچے۔

مولانا نور احمد مرحوم سے میری پہلی ملاقات زمانہ طالب علمی میں اس وقت ہوئی جب ایک بار میں اپنے محلہ گلبہار (اس وقت کے گولیمار) کی قدیم ترین مسجد باب الاسلام کے خطیب اور دیرینہ دعاگو بزرگ مولانا قاری سبحان محمود صاحب (موجودہ خطیب مسجد بیت المکرم [illegible] ناظم اعلیٰ دارالعلوم کورنگی) کے ہمراہ لسبیلہ ہاؤس کے قریب [illegible] حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ؒ کی زیارت اور قد[illegible] [illegible]ضر ہوا' قاری سبحان محمود مسجد باب الاسلام ہی سے متصل [illegible] [illegible]ے والد محترم جناب سلطان محمود صاحب بھائیوں اور دیگر اہل خانہ کے [illegible] برسوں مقیم رہے اور آج بھی اپنے والد بزرگ سے ملاقات کے لئے ہر جمعہ کو وہ وہاں باقاعدگی سے تشریف لاتے ہیں' میرا قیام ۱۹۵۰ء سے گولیمار میں تھا جہاں ابھی پل تعمیر ہوا تھا نہ کوئی سڑک تھی کیچڑ پانی سے گزر کر ندی عبور کر کے شہر آتے اور گھر جاتے تھے' مولانا سبحان محمود صاحب کی صحت قرات اور خوش الحانی کا شہرہ دور دور تک تھا اور رمضان المبارک میں تراویح کے لئے آنے والوں کی تعداد یہاں سب سے زیادہ ہوتی تھی' مولانا سبحان محمود صاحب سے مقتدی اور ہمسائیگی کا یہ رشتہ مفتی محمد شفیع

تک رسائی اور تعارف کا ذریعہ بنا اور میری خوش قسمتی دیکھئے کہ وہیں مولانا ظفر احمد انصاری صاحب اور مولانا نور احمد صاحب سے پہلی ملاقات کا شرف حاصل ہوا میرے ساتھ محلے کے چند دوسرے دوست بھی تھے۔

مولانا نور احمد برما کے علاقے اراکان سے تعلق رکھتے تھے' پانوں کے شوقین تھے' اکثر محفلوں میں انہیں پان پیش کرتے اور پان چباتے دیکھا' انداز تخاطب دل موہ لینے والا تھا' میری عمر اس وقت ۲۶' ۲۷ سال تھی اسی لئے کسی گفتگو میں شرکت کا سوال ہی نہ تھا' اتنے بڑے لوگوں کی زیارت اور ان کے درمیان چند لمحات گزار لینے کی سعادت ہی ہمارے لئے نعمت غیر مترقبہ سے کم نہ تھی' مجھے مولانا نور احمد پوری محفل میں کچھ اجنبی سے لگے لیکن ان کی بے تکلفی اور چلت پھرت سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ مفتی صاحب کے مقربین میں شامل ہیں' خیال گزرا کہ شاید بہت عزیز شاگرد ہوں گے یا دارالعلوم کے اساتذہ میں سے ہوں گے' جب بعد کو یہ علم ہوا کہ وہ مفتی صاحب کے داماد ہیں تو سچی بات یہ ہے کہ میں حیران ہوا' رشتہ دامادی کے لئے مفتی صاحب کی ''نگاہ انتخاب'' پر بھی کسی قدر اچنبھا ہوا مگر جوں جوں مفتی صاحب اور مولانا نور احمد صاحب کو جاننے اور سمجھنے کا موقع ملتا گیا حیرت بھی جاتی رہی اچنبھا بھی دور ہوا اور دین کے دونوں خادموں کی قدر و منزلت دل میں بڑھتی اور اپنا گہرا نقش قائم کرتی چلی گئی' مفتی صاحب کی نظر میں رنگ' نسل' زبان' علاقے' تہذیب' ثقافت' وضع قطع' دولت' جائیداد اور پیشے یا سماجی رتبے میں سے کوئی ایک چیز ایسی نہ تھی جو پرکاہ کی حیثیت نہ رکھتی ہو' ان کی نگاہ میں وزن اور قدر و قیمت رکھنے والی چیز صرف ''دین'' تھی اور اللہ نے مولانا نور احمد صاحب کو یہ نعمت بڑی فیاضی سے عطا کی تھی وہ اس سے خوب بہرہ مند تھے اور مفتی صاحب کو یہی شے مطلوب تھی' یہی تو وہ سرمایہ عظیم ہے جو بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو اللہ کے رسول ﷺ کی آنکھ کا تارا اور انکے گھر کا ایک فرد بنا دیتا ہے اور جس کو دیکھ کر خلیفہ ثانی اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے باپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پکار اٹھتے ہیں کہ

"بلال میرے آقا کا غلام ہے اور عمر اس بلال ﷺ کا غلام ہے۔" مفتی صاحب نے مولانا نور احمد کو اپنا داماد بنا کر صرف بیٹی کا گھر نہیں بسایا بلکہ بیٹی کو دین کے حوالے کیا اور آج جب آنکھیں مفتی صاحب کے نواسوں مولانا امین اشرف کو مدینہ طیبہ کے ہائی کورٹ میں خدمات انجام دیتے ہوئے مولانا رشید اشرف کو دارالعلوم کے محبوب ومقبول اساتذہ میں شامل ہوتے ہوئے' مولانا قاسم اشرف کو جامعہ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن سے فراغت اور جامعہ اسلامیہ اسلام آباد سے ایل ایل ایم کے بعد جامعۃ الامام محمد ریاض سعودی عرب میں ڈاکٹریٹ کرتے' مولانا نعیم شرف اور مولانا فہیم اشرف کو بنوری ٹاؤن سے فراغت کے بعد ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ میں طباعتی واشاعتی سرگرمیوں میں منہمک ہوتے دیکھتی ہیں اور یہ سننے کو ملتا ہے "تین بیٹے ہی حافظ قرآن نہیں بلکہ ایک بیٹی بھی حافظہ ہیں اور اولاد کی اولاد میں بھی علماء' حفاظ کی تعداد درجن سے زائد ہے۔" تو پھر وہ لمحہ کتنا سعید اور مبارک نظر آنے لگتا ہے جب مفتی صاحب نے مولانا نور احمد صاحب کو اپنا داماد بنانے کا فیصلہ کیا تھا' آج کتنے لوگ ہیں جو اپنی بیٹیوں کے لئے رشتے تلاش کرتے وقت "دین" کو مرکز توجہ بنانے کا میلان رکھتے ہوں؟

۱۹۶۲ء میں میری پیشہ ورانہ زندگی میں ایک نیا موڑ آیا' میں پیشہ تدریس کے ساتھ ساتھ صحافت کے کوچہ میں بھی جا پہنچا اور روزنامہ "حریت" سے وابستہ ہو گیا' یہاں ایک طرف مولانا نور احمد صاحب سے مسلسل ملاقاتوں کا موقع نکل آیا جو کبھی پریس ریلیز لئے کبھی کسی تجویز یا قرارداد پر دستخط کے لئے کبھی کسی اجلاس میں شرکت کی دعوت کے لئے اور کبھی کسی مسئلہ پر اداریہ' ادارتی نوٹ یا خبر دینے کی فرمائش لئے دفتر آتے' وہ "ابلاغ" کی غیر معمولی صلاحیت رکھتے تھے اور ذرائع ابلاغ کے گھاگ لوگوں کو بھی اپنا ہم خیال یا کم از کم معاون وہمدرد بنا لینے میں انہیں کمال حاصل تھا' دوسری طرف ان کی آمد مولانا ظفر احمد انصاری مرحوم کے ہاں ہماری آمد ورفت میں اضافہ کا سبب بنی جن کا قیام سعید منزل پر

تھا' مولانا ظفر احمد انصاری مرحوم خود مرجع خلائق تھے اور ان کا گھر سیاسی' علمی اور فکری سرگرمیوں کا ایک اہم مرکز ہونے کی وجہ سے ویسے ہی صحافیوں کی توجہ کا مرکز بنا رہتا تھا لیکن رابطہ کا بیشتر کام مولانا نور احمد ہی انجام دیتے' کراچی میں اہل صحافت نے جن دو بزرگوں کو انتہائی فعّال اور مستعد دیکھا ہے ان میں ایک مولانا عبد القدوس بہاری تھے اور دوسرے مولانا نور احمد' ان کا دائرہ کار اگرچہ ایک دوسرے سے جدا تھا لیکن ان کی قوت کار دیکھ کر حیرت ہوتی اور رشک آتا تھا۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات کے موقع پر مولانا نور احمد نے سوشلزم کے خلاف مشرقی اور مغربی پاکستان کے ۱۱۳ جید علماء سے فتویٰ لینے' ملک کے چپّہ چپّہ میں اسے پہنچانے اور شائع کرانے میں جیسی محنت' لگن' مسلسل سفر کی صعوبت اور شب و روز کی سعی و جہد کا جیسا مظاہرہ کیا اس کی ہماری سیاسی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی' ایسی ہر تحریک میں وہ محرک بھی ہوتے اور متحرک بھی' ان کا تبلیغی جماعت سے بھی گہرا تعلق رہا اور اس میدان میں وہ برسوں سرگرم رہے لیکن وہ سیاست کو شجرۂ ممنوعہ قرار دینے والی سوچ کے حامل نہیں تھے' ملک کی پہلی اسمبلی سے لیکر ضیاء الحق کی مجلس شوریٰ کے قیام تک وہ سیاست کا رشتہ دین سے جوڑنے کی مسلسل جدوجہد کرتے رہے اور مفتی محمد شفیع ؒ کی رحلت پر ان کی قیادت و رہنمائی سے محرومی کے بعد وہ مولانا ظفر احمد انصاری کے ساتھ خاص اسی مقصد کے لئے وابستہ رہے' انہوں نے جہاد افغانستان میں بھی غیر معمولی خدمات سرانجام دیں اور میدان جہاد کو کبھی میدان تبلیغ سے جدا نہ سمجھا۔

مولانا نور احمد مرحوم کی زندگی اور ان کی عملی خدمات پر متعدد تحریریں اس مجموعہ مضامین میں شامل ہیں اس لئے تو ارد اور ضخامت سے بچنے کے لئے میں نے ان کا ذکر نہیں کیا اور صرف ایسے پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے' جن پر لوگوں کی نظر کم ہی جاتی ہے' مجھے مولانا مرحوم کی گہری محبت' شفقت اور پرخلوص دعاؤں کی سعادت حاصل رہی ان سے سینکڑوں بار کراچی' اسلام

آباد' لاہور' مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ اور دوسرے مقامات پر ملاقاتیں ہوتی رہی ہیں' انہوں نے متعدد بار گلبہار میں میرے مکان کو بھی اپنی آمد کا شرف بخشا' حافظہ کی لوح سے محفوظ یادوں کو جمع اور مرتب کرنے بیٹھوں تو ایک ضخیم[1] کتاب تیار ہو سکتی ہے لیکن

؎ فرصت کشاکش غم ہستی سے گر ملے

تازہ حوادث حال میں اس قدر اُلجھائے رکھتے اور مستقبل کے بارے میں متفکر بنائے رہتے ہیں کہ ماضی کی طرف دیکھنے کی مہلت ہی نہیں مل پاتی' مولانا نور احمد مرحوم کی شخصیت کے بارے میں اپنا مختصر اور مجموعی تاثر صرف یہ کہہ کر پیش کر سکتا ہوں کہ وہ گرم دم جستجو رہتے تھے اور نرم دم گفتگو اور اقبال کا یہ شعر ان پر پوری طرح صادق آتا ہے۔

جس سے جگر لالہ میں ٹھنڈک ہو وہ شبنم
دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان

اور مؤمن کی یہ تعریف بھی ان پر منطبق ہوتی ہے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم[2]
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

---

[1] کاش یہ کتاب سامنے آسکتی ر۔ا

[2] صد افسوس اس سوانح کے منظر عام پر آنے سے قبل ہی صاحب مضمون محترم صلاح الدین صاحب جو دشمنان اسلام و پاکستان کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹک رہے تھے حق و صداقت کا کلمہ بلند کرنے کی پاداش میں ۴ دسمبر ۱۹۹۴ء کو بڑی بے دردی سے شہید کر دیئے گئے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

ر۔ا

تسنیم مینائی صاحب

ایک مستعد خادم ملک وملت

محترم جناب تسنیم مینائی صاحب کی شخصیت پاکستان کے علمی وادبی حلقے میں معروف عام وخاص ہے ایک عرصہ تک جناب ماہر القادری صاحب کے وقیع ادبی مجلّہ ''فاران'' کے مدیر اعلیٰ رہے' مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷺ کے مداحوں اور قدردانوں میں سے تھے' حال ہی میں ان کی وفات ہوئی ہے.... رحمہ اللہ تعالیٰ .... یہ مضمون بشکریہ ''فاران'' پیش قارئین ہے۔ ر۔ا

ایک روز صبح مؤتمر عالم اسلامی کے دفتر جانے کا اتفاق ہوا گھر کے سامنے ہی تو دفتر ہے' خالد اکرام اللہ خان موجود تھے مجھ کو دیکھتے ہی کہنے لگے کہ رات پچھلے پہر مولانا نور احمد کا دفعتاً انتقال ہوگیا' دل دھک سے ہوگیا یقین نہیں آیا لیکن یقین کرنا ہی پڑا وہیں سے ظفر احمد انصاری کے ہاں فون کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مرحوم ہی کے ہاں گئے ہیں وہاں فون کیا تو بتایا گیا کہ میت کو دارالعلوم کورنگی منتقل کر دیا گیا ہے اور نماز ظہر سے متصل وہیں تدفین ہوگی' اکرام اللہ خان وہاں جانے کو تیار تھے انہیں کے ہمراہ میں بھی چلا گیا' بڑا مجمع تھا دارالعلوم کا ہال' مسجد کا برآمدہ' صحن سب کے سب بھرے ہوئے تھے کیوں نہ ہوتے مرحوم مفتی پاکستان مولانا محمد شفیع ﷺ کے خویش تھے دارالعلوم کے عرصے تک ناظم بھی رہے تھے' سیکڑوں ہزاروں شاگرد عقیدت مند اس مجمع میں موجود تھے اور ہر آنکھ خاموشی سے اشکبار تھی' برادرم محمد رفیع عثمانی صاحب انتظامات میں پیش

پیش تھے انہیں سے تعزیت کی انہیں کے پاس بیٹھا رہا معلوم ہوا کہ جسٹس محمد تقی عثمانی صاحب بیرون ملک گئے ہوئے ہیں' بعد نماز ظہر تدفین عمل میں آئی اور میں ظفر احمد انصاری صاحب کے ساتھ گھر واپس آیا' راستے بھر مرحوم کی علمی خدمات اسلامی مطبوعات و مخطوطات کے باب میں ان کی مساعی جدوجہد' امت مسلمہ کے مسائل کے یکسوئی اور حل کے لئے ان کی بے مثال انتھک کاوش وکوشش 'کام مسلسل کام' برابر کام ان سب محاسن پر گفتگو ہوتی رہی' مرحوم کا شغل ہی یہ تھا' ان کے بارے میں بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس اعتبار سے وہ خود ایک (Insititution) تھی جس نے ان کو کام کرتے دن رات جدوجہد کرتے دیکھا ہے وہ آسانی سے اس بات کو باور کرا سکے گا کہ ایک تن تنہا انسان کیونکر ایسے کارنامے انجام دے سکتا ہے وہ بیک وقت عائشہ باوانی ٹرسٹ کی روح رواں تھے' مؤتمر عالم اسلامی کے ڈائریکٹر تھے' افغان مہاجروں کی انجمن کے سب سے زیادہ فعال اور مستور رکن رکین تھے اور اسلامی علوم خاص کر تفسیر' فقہ' حدیث کے مخطوطات کی تلاش وتجسس کے باب میں مجسم اور سراپا پیکر عمل' شاید ہی اس وقت عالم اسلام میں اس معاملے میں ان کا ہمسر نکل سکے' ان کی وفات سے عالم اسلام اور امت مسلمہ ایک نہایت مخلص ومستعد خادم ملک وملت' پیکر علم وعمل سے محروم ہوگئی۔

دعا ہے کہ باری تعالیٰ ان کی قبر کو نور سے بھردے' جنت الفردوس میں ان کو جگہ دے اور ان پر اپنی بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے ورثاء اور پسماندگان کو صبر ارزانی کرے۔

افضال مبین

اسلام کا عظیم سپاہی

محترم جناب افضال مبین صاحب ایک صاحب قلم آدمی ہیں، موتمر عالم اسلامی کراچی کے سیکرٹری جنرل رہے اور اس پلیٹ فارم سے بڑے جوش وجذبے اور لگن کے ساتھ خدمات انجام دیں، حضرت مولانا موصوف ﷫ سے متعلق جناب کا یہ مضمون روزنامہ جنگ (۱۱ فروری ۱۹۸۷ء) کے ادارتی صفحہ پر شائع ہوا تھا جو نذر قارئین ہے۔ر۔ا

یکم فروری ۱۹۸۷ء تقریباً ۷ بجے صبح اسلام آباد سے واپسی پر جونہی گھر پہنچا تو فون کی گھنٹی بجی اور رشید اشرف صاحب نے خبر دی کہ ان کے والد محترم مولانا نور احمد صاحب چند گھنٹے پہلے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، اس جانکاہ خبر پر اس لئے یقین نہیں آرہا تھا کہ مولانا سے ابھی دو دن پہلے اسلام آباد میں ملاقات ہوئی تھی اور وہ جذبہ جہاد سے سرشار افغانستان کی سرحد سے واپس تشریف لائے تھے جہاں وہ ڈربن یونیورسٹی کے جناب حبیب الحق ندوی صاحب کو یہ دکھانے لے گئے تھے کہ اس جہاد میں افغان مجاہدین کی کیا مدد کی جا سکتی ہے مولانا نے فرمایا تھا کہ وہ باڑہ سے اتنے قریب پہنچ گئے تھے کہ انہوں نے خود گولوں کی آواز سنی تھی اور ان کا جی چاہتا تھا کہ وہ خود بنفس نفیس میدان جہاد میں پہنچ کر درجہ شہادت حاصل کرنے کی سعی کریں۔

یوں تو مولانا سے میری ملاقات موتمر عالم اسلامی کے توسط سے بہت پرانی تھی مگر ۱۹۸۴ء میں جب اسلام آباد گمبیا کے صدر جوارا اور صدر ضیاء

الحق کی سربراہی میں موتمر عالم اسلامی نے ایک سیمینار بعنوان "عالمی امن کے لئے مسلم امہ کا اتحاد ضروری ہے" منعقد کیا تو مولانا نور احمد مرحوم کے ساتھ کافی کام کرنے اور رہنے کا موقع ملا مولانا ہمہ وقت ملکی اور غیر ملکی تین سو مندوبین کے استقبال اور تواضع میں مصروف رہتے تھے اور کسی وقت بھی ان کے چہرے پر ذرہ برابر تکان یا شکن نظر نہیں آئی 'کئی وفود کا مولانا موصوف نے کراچی میں استقبال کیا اور ان کو ساتھ لے کر اسلام آباد آگئے اور پھر پشاور میں مہاجرین کے کیمپ اور بستیاں دکھائیں اس زمانہ میں مولانا مجھ سے کہتے تھے کہ چلو جہاد میں شامل ہو جایا جائے جب ازراہ مذاق میں کہتا کہ آپ وہاں کیا کر سکیں گے تو بڑے جوش سے کہتے کہ میں گولے اٹھا کر تو بچوں کو ضرور دے سکتا ہوں۔

مولانا ایک نہایت خدا ترس اور نیک انسان تھے ' انتقال سے تین گھنٹے قبل سنیچر کی رات کو بڑے اہتمام سے اپنے پریس اور ادارۃ القرآن کے رفقاء کے ساتھ نماز عشاء ادا کی اور داعی اجل کو لبیک کہنے سے پہلے عالم نزع میں دس پندرہ منٹ تک باواز بلند اللہ اکبر' اللہ اکبر کا ورد کرتے رہے۔

مولانا مرحوم کا حلقہ احباب انتہائی وسیع تھا گزشتہ پندرہ سال سے موتمر عالم اسلامی کے شعبہ دعوت وارشاد کے اعزازی ڈائریکٹر کی حیثیت سے امت مسلمہ کی مشکلات ومسائل کے حل کے لئے موتمر کے مقاصد کو آگے بڑھانے میں نمایاں کردار ادا کیا' آپ نے اپنی ذاتی کوششوں اور نجی سرمائے سے اسلام کا دینی اور تبلیغی لٹریچر بڑے پیمانے پر دوسرے ممالک میں تقسیم کرایا' آپ کی خدمت کا اعتراف عرب وعجم کے اکثر اہل علم اور موتمر کے اکابرین نے کیا ہے آپ نے بشمول ڈاکٹر انعام اللہ خان افغان مہاجرین کے لئے ریلیف کمیٹی اس وقت قائم کی جب اس میدان میں شاید کوئی سرکاری یا غیر سرکاری تنظیم نہیں تھی اس کمیٹی نے جس کے آپ سیکریٹری تھے ابتداہی میں اس جہاد کے لئے اندرون اور بیرون ملک سے مادی سیاسی اور اخلاقی ضمانت اور معاونت حاصل کی ' مولانا نے ذاتی طور سے افغان مجاہدین کی مختلف تنظیموں کے باہمی اتحاد کے

لئے انتھک کوشش کی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی حد تک کامیابی بھی عطا کی۔

مولانا تقریباً ۶۸ سال قبل برما' کے صوبہ ''اکیاب'' میں پیدا ہوئے اس لئے صاحب زبان تو نہ تھے مگر دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے اور اس زمانے کے جن اکابر علماء سے شرف تلمذ حاصل کیا ان میں شیخ الادب اعزاز علی صاحب' شیخ المعقول مولانا رسول خان صاحب' شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی اور مفتی پاکستان حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب بطور خاص قابل ذکر ہیں' مولانا نور احمد کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی ذہانت او حافظہ سے نوازا تھا آپ اردو کے بڑے اچھے مقرر' مصنف اور مولف تھے' زمانہ طالب علمی میں آپ کی غیرت اور حب الوطنی کا یہ عالم تھا کہ جب برما پر جنگ عظیم کے دوران جاپان کا قبضہ ہو گیا تو برطانوی حکومت نے ہندوستان میں برما کے زیر تعلیم طلبہ کے لئے خطیر وظیفہ جاری کیا' مگر مولانا مرحوم نے اسے اپنی دینی اور ملی غیرت کے شایان شان نہ سمجھ کر قبول کرنے سے انکار کر دیا حالانکہ اس وقت وہ بیحد مالی دشواریوں سے دوچار تھے۔

تقسیم ہند کے بعد مولانا موصوف شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب کے رفقاء میں ایک خاموش مجاہد کی حیثیت سے کام کرتے رہے اور جب اس نوزائیدہ ملک کے شایان شان علوم اسلامیہ کی نشر و اشاعت کے لئے دار العلوم کا وجود ذہن میں آیا تو مولانا نور احمد کو اس کی نظامت کا اہم ترین منصب تفویض فرمایا گیا' مولانا نے پہلے نانک واڑہ میں ایک تاریک عمارت میں درسگاہ شروع کی اور پھر ان کی انتھک کوششوں سے کورنگی میں سروے کے دوران چھپن (۵۶) ایکڑ کی اراضی مل گئی جس پر موجودہ دار العلوم کی عظیم درسگاہ قائم ہے' مولانا محترم کی تقریباً چودہ سال تک دار العلوم کورنگی کے موثر ترین تاسیسی رکن اور ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے مسائی جمیلہ قابل ستائش ہیں اور اللہ کا شکر ہے کہ یہی جگہ ان کی آخری آرام گاہ بنی۔

مولانا مرحوم تبلیغی ادارے ''دعوۃ الحق'' سے منسلک ہوئے' مولانا ظفر

احمد عثمانی ﷺ اور مشرقی پاکستان میں مولانا اطہر علی کی سرپرستی میں سوشلزم کے فتنہ کے خلاف ایک ملک گیر جہاد شروع کیا' علماء اور دانشوروں سے مختلف کتابچے اور پوسٹر لکھواکر اور مبلغین کے ذریعہ اس فتنہ کے خدوخال اور بھیانک نتائج سے پردہ اٹھایا تاکہ سوشلزم کے پرفریب نعروں سے مسلمان گمراہ نہ ہوسکیں۔

اب سے پانچ سال قبل مولانا نور احمد مرحوم نے ایک عظیم علمی 'تحقیق اور اشاعتی مرکز "ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ" کی بنیاد ڈالی اس ادارے نے اتنی مختصر مدت میں قرآن کریم 'تفسیر' حدیث وفقہ کی نایاب کتابوں کی طباعت اور اشاعت کا حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا ہے اس ادارہ میں مستند اہل علم کی زیر نگرانی تحقیق کا بھی ایک شعبہ قائم ہے جس میں حدیث وفقہ کی نایاب کتب ومخطوطات کی جدید طرز پر ترقیم کی جاتی ہے اس ادارہ نے محض ایسے مخطوطات کو پہلی دفعہ زیور طباعت سے آراستہ کیا جو چودہ سو سال سے قلمی نسخوں کی صورت میں عدم توجہی کی وجہ سے ضائع ہوسکتے تھے اس میں "المحیط البرھانی" جو فقہ اسلامی کی نادر الوجود کتاب ہے اب تک اس کے صرف دو مکمل قلمی نسخے دریافت ہوئے ہیں' مولانا مرحوم ہی کی ہمت تھی کہ وہ ایک مخطوطہ ٹیکسلا سے اور دوسرا مدینہ منورہ سے حاصل کر لائے اور اب یہ ضخیم شاہکار زیر ترقیم ہے۔

"اعلاء السنن" ۲۱ جلدوں پر آٹھ ہزار صفحات میں احادیث نبویہ کا عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا حدیث وفقہ کا مہتم بالشان مباحث پر مشتمل ہے۔

المبسوط للسرخسی اکتیس ضخیم جلدوں پر مشتمل قانون شریعت کا عظیم الشان ماخذ جو ہر نئے زمانے میں علماء اور ماہرین کا مستند مرجع رہا ہے' مولانا نے اس کو ممتاز خصوصیت کے ساتھ شائع کیا ہے اس کی ایک پوری جلد باقی کتابوں کے مضامین کی مکمل فہرست پر مشتمل ہے۔

اس کے علاوہ امام محمد ﷺ کی کتاب الاصل 'کتاب الجامع الصغیر' ابن ابی عاصم النبیل کی کتاب الدیات' شرعی عدالتوں کے لئے رہنما کتاب "الاشباہ

والنظائر“ علامہ عابد سندھی کی کتاب ”طوالع الانوار“ قابل ذکر تصانیف ہیں۔

اس ادارہ نے اتنی قلیل مدت میں تقریباً ایک ہزار مختلف النوع کتابیں اور قرآن کریم کی اشاعت کر کے جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے وہ نشرواشاعت کے میدان میں مولانا نور احمد کے جذبہ جہاد کا مرہون منت ہے۔

مولانا مرحوم مفتی شفیع صاحب کے داماد تھے پس ماندگان میں بیوہ کے علاوہ پانچ صاجزادے اور پانچ صاجزادیاں چھوڑی ہیں پانچوں صاجزادے ماشاء اللہ عالم فاضل ہیں اور عصری علوم پر بھی دسترس رکھتے ہیں چنانچہ مولانا کی حیات طیبہ ایک قابل رشک سعادت امید ہے کہ ان کا ہر ولد صالح اپنے والد مرحوم کی علمی ودینی جدوجہد میں مولانا کا علمبردار ثابت ہوگا۔ آمین۔ اور ”ادارۃ القرآن“ میں مولانا کے شروع کئے مشن کو کماحقہ جاری رکھیں گے ' جہاں سے اب تک ایک ہزار سے زائد مطبوعات نکل چکی ہیں۔

حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب زید مجدہم

حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ اور ان کی جلیل القدر خدمات

عالم باعمل، مفسر و محدث، فقیہ و مفتی حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب مہاجر مدنی، دامت برکاتہم۔ مظاہر العلوم سہارنپور کے مایہ ناز فاضل اور دارالعلوم کراچی کے سابق مفتی واستاد حدیث ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس اللہ سرہ کے خاص متوسلین اور قابل تلامذہ میں سے ہیں۔ عربی، اردو زبانوں میں مختلف اہم موضوعات پر پچاس سے زائد علمی، تحقیقی اور اصلاحی کتب و رسائل کے مصنف و مولف ہیں۔ آجکل مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہیں۔ حضرت مولانا موصوف نے داعیٔ حق حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ سے متعلق اپنا یہ مضمون مدینہ منورہ سے خصوصی طور پر ارسال فرمایا جو درج ذیل ہے۔

حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ یوں تو برما کے رہنے والے تھے لیکن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷺ سے خصوصی روابط اور خادمانہ تعلق اور تلمذ کی وجہ سے ہندوستانیوں کی خوبو ان کے اندر بس گئی تھی، حضرت مفتی صاحب ﷺ کے شاگرد تو تھے ہی، ان کے ہاتھ پر بیعت بھی ہوئے اور پھر ان کے ایسے خادم بنے کہ ان ہی کے ہو کر رہ گئے، ہندوستان میں بھی ان کے ساتھ رہے اور جب وہ پاکستان تشریف لے آئے تو ان کے بعض متعلقین کو اور ان کے مملوکہ کتب خانہ کو براہ بمبئی پانی کے جہاز سے کراچی لے کر پہنچے، یہ وہی

کتب خانہ ہے جس کے متعدد کتب خانے بن چکے ہیں، حضرت مفتی صاحب ؒ نے جب دارالعلوم کراچی قائم کیا تو مولانا موصوف ؒ کو اس کا پہلا ناظم بنایا اور ساتھ ہی مولانا ؒ کو یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ وہ حضرت مفتی صاحب ؒ کے خویش بن گئے۔ مولانا مرحوم نے عملاً بھی اس خویشگی کا حق ادا کر کے دکھایا۔

مولانا مرحوم کی ابتدائی سوانح حیات سے احقر کچھ زیادہ واقف نہیں اس لئے کہ ۱۳۸۴ھ میں جب میں بحیثیت مدرس دارالعلوم کراچی آیا تو مولانا موصوف دارالعلوم چھوڑ چکے تھے، دارالعلوم چھوڑ کر سہارنپور تشریف لے گئے، وہاں شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب ؒ کے مہمان رہے اور ایک عرصہ تک ان کی صحبتوں، برکتوں سے مستفید ہوتے رہے، سہارنپور سے واپس تشریف لانے سے پہلے ان کے بچوں سے ملاقات ہوتی رہتی تھی، سہارنپور سے تشریف لائے تو ملاقات ہوئی، تعارف ہوا جو دوستی اور بے تکلفی کی حد تک پہنچ گیا۔

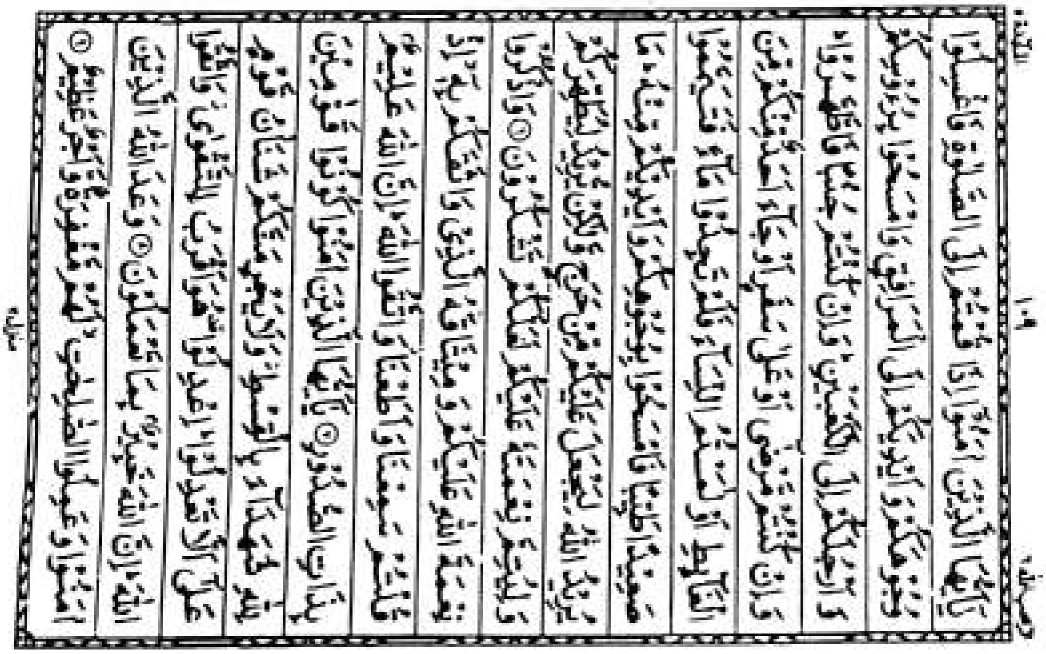
حضرت مولانا موصوف نے دارالعلوم کے لئے جو محنتیں کی تھیں اور جو بلیغ جدوجہد فرمائی تھی دارالعلوم کے اساتذہ سے اس کا علم ہوا، اور ان کے عزم محکم، قوت فیصلہ اور لگن کے ساتھ کام کرنے اور طبیعت جوالہ اور قوت فعالہ کا چرچا سنا۔

دارالعلوم سے علیحدگی اختیار کرنے کے بعد انہوں نے ''دعوۃ الحق'' کے کام کو آگے بڑھایا اور بحیثیت ناظم اس کے منشور کو پھیلایا، مجلس ''دعوۃ الحق'' حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی ؒ کی قائم کردہ ہے۔

ایک مرتبہ ڈھاکہ میں یہ تحریک چلی تھی کہ بنگلہ زبان کو عربی رسم الخط میں ہونا چاہئے تاکہ بنگال کے باشندوں میں جو ایک طرح کا عربی حروف سے بعد ہے وہ دور ہو اور سنسکرت سے جو قرب ہے اس سے نجات ہو اور سب مسلمانوں میں ایک طرح کی یگانگت ہو، اس بارے میں یہ اقدام کیا گیا کہ قرآن مجید کا ترجمہ بنگلہ میں شائع کیا جائے، جس کے حروف عربی ہوں اور تلفظ بنگلہ زبان کا ہو، حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ اس کے روح رواں تھے، انہوں نے بڑی

محنت کے ساتھ ایک صفحہ میں متن قرآنی اور سامنے دوسرے صفحہ پر عربی حروف کا حامل بنگلہ ترجمہ تیار کرایا' یہ قرآن کریم "رابطہ العالم الاسلامی" کے زیر اہتمام شائع کر کے کثیر تعداد میں مفت تقسیم کیا گیا۔





(حضرت مولانا نور احمد ؒ کا تیار کردہ عربی حروف کا حامل بنگلہ زبان میں مترجم
قرآن شریف کا عکس)

مولانا ﷫ اپنی دھن کے پکے تھے، انہیں یہ خیال آیا کہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے جو اعلاء السنن کا کام کرایا تھا اسے عربی ٹائپ میں چھپوانا چاہئے، یہ کتاب ۱۸ (اٹھارہ) جلدوں میں ہے، اور ان کے علاوہ تین مقدمات ہیں، اس کتاب کی تالیف کا کام حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے مولانا ظفر احمد صاحب عثانی تھانوی ﷫ سے لیا تھا اور حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی حیات ہی میں اس کی گیارہ جلدیں چھپ گئیں تھیں، جو اس زمانہ کے احوال کے اعتبار سے لیتھو مشین پر چھاپی گئی تھیں، حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ فرماتے تھے کہ اس کتاب پر حضرت حکیم الامت قدس سرہ نے ہزار روپے خرچ کئے تھے، بارہویں جلد سے لے کر تا آخر کتاب لیتھو کی کتابت حضرت مولانا شبیر علی تھانوی ﷫ کے پاس موجود تھی ان جلدوں کی طباعت ہونے نہ پائی تھی کہ تقسیم ہند عمل میں آگئی، اس وقت ہندوستان کے حالات مسلمانوں کے حق میں بالکل ہی نامساعد تھے، طرح طرح کی باتیں سوچتے تھے، لاکھوں مسلمان تو پاکستان منتقل ہوگئے اور بہت سے افراد نے حجاز کا رخ کیا جن میں حضرت مولانا شبیر علی تھانوی ﷫ بھی تھے، جو مجلس خیر امداد العلوم تھانہ بھون کے ناظر اور امین تھے وہ اپنے ساتھ اعلاء السنن کی کتابت شدہ کاپیاں بھی لے آئے تھے، دو ڈھائی سال حجاز میں رہ کر انہوں نے پاکستان کر رخ کیا اور ناظم آباد کراچی میں سکونت اختیار فرمائی اور اب انہیں یہ خیال پیدا ہوا کہ اعلاء السنن کی جو کاپیاں رکھی ہیں ان کو کتابی صورت میں لانا چاہئے، لیتھو کی کاپیاں برسوں سے رکھی ہوئی تھیں جب ان کو پلیٹ پر جمایا تو جم گئیں اور تجربہ کامیاب رہا، اس کو حضرت حکیم الامت قدس سرہ کی کرامت ہی کہا جاسکتا ہے، مولانا شبیر علی صاحب ﷫ نے اعلاء السنن کی باقی ساتوں جلدیں اور تینوں مقدمے چھپوا کر دارالعلوم کراچی اور دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار اور غالباً جامعہ اشرفیہ لاہور کے اہل علم تک پہنچا دیں۔

اعلاء السنن کے علاوہ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے احکام

قرآن پر بھی کام شروع کرایا تھا، کتاب کا نام ''دلائل القرآن علی مسائل النعمان'' رکھا تھا، پہلی منزل دو جلدوں میں حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نے تالیف فرمادی تھی، دوسری منزل لکھنا بھی ان کے ذمہ تھا لیکن وہ تا آخر حیات نہیں لکھ سکے، تیسری، چوتھی منزل حضرت مولانا مفتی جمیل احمد دام ظلہم کے ذمہ کی گئی تھی اور پانچویں، چھٹی منزل حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷫ کے ذمہ اور ساتویں منزل حضرت مولانا ادریس صاحب دہلوی ﷫ کے ذمہ فرمائی تھی، دوسری منزل کے علاوہ تمام منزلیں لکھی جاچکی تھیں اور تیسری چوتھی منزل کے علاوہ باقی منزلوں کی کتابت بھی اعلاء السنن کی کتابت کی طرح محفوظ تھی، حضرت مولانا شبیر علی صاحب تھانوی ﷫ نے ان جلدوں کو بھی شائع فرمادیا، جن کی کتابت محفوظ تھی، ان کو بھی مذکورہ بالا مدارس کے ذمہ داروں کے سپرد فرما دیا تھا، اعلاء السنن کی سابقہ مطبوعہ (۱۱) گیارہ جلدیں ہندوستان کے اہل علم تک پہنچی تھیں اور اب جو باقی جلدیں پاکستان میں چھپیں حضرات اہل علم ان کے شائع کرنے پر مولانا شبیر علی ﷫ کے شکر گزار تو تھے لیکن کتاب کامل پاس نہ ہونے کی وجہ سے افسوس بھی کرتے تھے، حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ نے پوری کتاب کو از سر نو ٹائپ کے حروف پر شائع فرمانے کا ارادہ فرمالیا اور اس کے لئے بہت زیادہ دوڑ دھوپ کی، نہ صرف کراچی بلکہ لاہور و حیدر آباد میں بھی کام شروع کرا دیا اور تھوڑے ہی سے عرصہ میں ٹائپ کے حروف پر ہاتھ کی کمپوزنگ سے ۱۸ جلدیں اعلاء السنن کی اور ۳ جلدیں مقدمات کی تیار ہوگئیں، اور نہایت عمدہ تجلید کے ساتھ علمی حلقوں میں پہنچ گئیں۔

''دلائل القرآن علی مسائل النعمان'' کی جو جلدیں حضرت مولانا شبیر علی تھانوی صاحب نے شائع فرمادی تھیں، مولانا نور احمد صاحب ﷫ نے ان کو بھی ٹائپ کے حروف پر شائع فرمادیا، ان کو یہ فکر تھی کہ اس کی جو جلدیں لکھی نہیں گئیں ان کو بھی لکھوا کر کتاب پوری کردیں احقر کے ذمہ بھی ایک جلد کی تھی، ابھی وہ مکمل ہونے نہ پائی تھی کہ مولانا ﷫ کی وفات ہوگئی لیکن اس کا مسودہ

حضرت مولانا کے صاحبزادوں کے پاس محفوظ ہے' سنا ہے بعض اکابر اس کی تکمیل کر رہے ہیں' اللہ جل شانہ وہ دن لائے کہ پوری کتاب سامنے آجائے اور حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ کی آرزو مکمل طور پر پوری ہو جائے۔

احقر جب مدینہ منورہ قیام کرنے کی نیت سے آیا اور بفضل اللہ تعالیٰ قیام کرنے کی صورتیں نکل آئیں اور مستقل قیام ہوگیا تو حضرت مولانا اپنی حیات میں کئی بار تشریف لائے' جب تشریف لائے احقر سے برابر ملاقات فرماتے اور احقر بے تکلفی کی وجہ سے بہت سی باتیں عرض کر دیتا تھا' بعض مرتبہ کسی بات پر ٹوک بھی دیتا تھا کہ یہ بات صحیح نہیں ہے' مولانا ؒ بشاشت کے ساتھ میری بات کو قبول فرما لیتے تھے' حضرت شیخ المشائخ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی ؒ کے تلمیذ خاص مولانا محمد حسن شاہ صاحب سواتی مہاجر مکی ؒ نے احکام حج پر ایک مفصل کتاب لکھی تھی جو بہت جامع ہے جس کا نام "غنية الناسك في بغية المناسك" اس کو ۶۵ سال قبل مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی ؒ نے ٹائپ پر چھپوایا تھا' سائز بھی چھوٹا تھا' حروف بھی خفی تھے' اور اس کے نسخے معدوم ہو چکے تھے' احقر کی خواہش تھی کہ یہ کتاب دوبارہ شائع ہو کر حضرات علماء کرام کے ہاتھوں تک پہنچ جائے' وفات سے چند ماہ پہلے جب حضرت مولانا نور احمد صاحب ؒ حرمین شریفین کی زیارت کے لئے تشریف لائے تھے اس وقت احقر نے عرض کیا تھا کہ اس کتاب کو بھی شائع فرما دیں' مولانا ؒ نے نہایت ہی بشاشت کے ساتھ میری درخواست قبول فرمائی' میں نے اپنا نسخہ پیش کر دیا اور مولانا ؒ نے تکبیر الحروف کے بعد بڑے سائز پر اس کو شائع فرمانے کا پروگرام بنا لیا' ابھی کتاب تیار ہونے نہ پائی تھی کہ مولانا ؒ کی وفات ہوگئی۔

یہ چند باتیں یاد آگئیں اگر حافظہ پر زور ڈالوں تو اور باتیں بھی یاد آسکتی ہیں' سردست اسی پر اکتفاء کرتا ہوں اور مولانا مرحوم کے لئے بارگاہ خداوندی میں دعا کرتا ہوں کہ ان کے درجات بلند فرمائیں اور جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب مدظلہم

جہان عزم و فکر

حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت فیوضہم بانی اشرف المدارس کراچی ایک صاحب نسبت بزرگ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خادم خاص اور حضرت شاہ ابرار الحق صاحب زید مجدہم کے مجاز بیعت ہیں۔ معارف مثنوی' معارف شمس تبریز' روح کی بیماریوں جیسی متعدد نافع اصلاحی کتابوں کے مصنف ہیں۔ صاحب علم و عمل اور صاحب لسان و قلم ہونے کے ساتھ آپ ایک بلند پایہ شاعر بھی ہیں آپ کا حلقہ احباب بہت وسیع ہے' جہاں آپ کا فیض جاری ہے۔ اللھم زد فزد۔ حضرت مولانا موصوف نے حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق یہ مضمون اپنی ایک خصوصی مجلس میں بیان فرمایا تھا جو ٹیپ ریکارڈ کی مدد سے قلم بند کرنے کے بعد پیش قارئین ہے۔

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب پہلی مرتبہ پاکستان تشریف لائے اور لاہور باڈر کراس کیا اس وقت ایک طرف ہندوستانی جھنڈا اور دوسری طرف پاکستانی جھنڈا لہرا رہا تھا' استقبال کے لئے آنے والے علماء اور دوسرے حضرات نے خدمت میں عرض کیا کہ حضرت! اب آپ پاکستانی سرزمین پر قدم رکھ رہے ہیں اس وقت حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں پاکستان آنے والوں میں چار آدمی تھے 'ایک اختر تھا' مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم تھے حاجی عبدالوکیل صاحب بہرائچی سابق مہتمم خانقاہ تھانہ بھون تھے حبیب الحسن خان شیرانی تھے' اس طرح کل پانچ نفر پر مشتمل جماعت تھی' باڈر کراس کرنے کے بعد

ریل ہی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مسلح پولیس والوں نے ڈبہ میں آکر جب بڑی بڑی داڑھیاں دیکھیں تو ان حضرات علماء کی خدمت میں زور سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا' حضرت نے جواب دینے کے بعد بہت ہی خوشی کا اظہار فرمایا کہ الحمدللہ آج اس سرزمین میں مسلمان ہی مسلمان نظر آرہے تھے' پھر جب حضرت نے اترکر پاکستان کی سرزمین پر قدم رکھا تو زمین پر نظر ڈالی اور آسمان کی طرف نظر اٹھاکر دیکھا پھر فرمایا کہ مجھ کو زمین سے آسمان تک کلمہ کا نور محسوس ہورہا ہے' اگرچہ پاکستان میں فسق وفجور بھی سہی گناہ بھی سہی لیکن کلمہ کا نور پھر بھی نمایاں ہے اور صاف نظر آرہا ہے اس کے برعکس جب بمبئی وغیرہ جاتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے بھاڑجہاں چنا بھونا جاتا ہے ہرطرف سیاہی ہرطرف ظلمت' عجیب بے رونقی اور بے کیفی ہوتی ہے' اس کے بعد پھرایک مرتبہ کسی نے عرض کیا کہ حضرت کیا آپ دوبارہ ہندوستان جانا پسند کریں گے فرمایا کہ ہرگز نہیں' خیر تو جب حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ پاکستان تشریف لائے اور کراچی میں قیام ہوا اور حضرت مولانا نور احمد صاحب نے سب سے زیادہ حضرت والا کے ساتھ محبت کا تعلق قائم فرمایا اور مفتی اعظم حضرت مولانا محمد شفیع ؒ سے اجازت لے کر اپنا اصلاحی تعلق بھی انہیں سے قائم فرمایا اور ہم سب کا اور میرے شیخ کا نہایت حوصلہ کے ساتھ رہائش وغیرہ کا اعلیٰ انتظام کیا اور اس بات کی پوری کوشش کی کہ حضرت والا پاکستان ہی میں قیام فرمالیں۔

پھر کچھ دن کے بعد محض مجبوریوں کی بناء پر حضرت والا بحری جہاز سے واپس ہندوستان تشریف لے گئے اور تقریباً ۲۶ گھنٹے میں بمبئی پہنچے' اس کے کچھ دن کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ مولانا نور احمد صاحب ہندوستان کا ویزا بنواکے بے چین مشتاقانہ پھولپور پہنچ گئے اور حضرت سے بہت ہی تعلق کے ساتھ روتے ہوئے درخواست کی کہ حضرت ہم چاہتے ہیں کہ آپ پاکستان تشریف لے چلیں ہمیں آپ کی سرپرستی کی ضرورت ہے' مولانا مرحوم کے پرخلوص اصرار کا اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا ؒ کے دل میں بھی یہ خیال ڈال دیا چنانچہ جواب

دیتے ہوئے فرمایا کہ بھئی دل میرا بھی یہی چاہتا ہے کہ پاکستان میں قیام کروں
چنانچہ حضرت والا" دوبارہ پاکستان تشریف لے آئے۔

حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری" کے پاکستان تشریف لانے کی بنیاد صرف مولانا نور احمد صاحب ﷫ کے جذبات محبت پر ہے وہ جا کے لپٹ گئے حضرت کو اور حضرت تشریف لے آئے ورنہ دیکھئے نا! اپنا وطن اپنی زمین حضرت ﷫ بہت بڑے زمیندار تھے 'ماشاء اللہ زمینوں میں بڑا غلبہ ہوتا تھا دو مدرسوں کے مہتمم روضۃ العلوم اور بیت العلوم اپنا گھوڑا' ذاتی تانگہ 'اس پر بیٹھ کر حضرت پڑھانے جاتے تھے غرض بہت ٹھاٹھ کی زندگی تھی حضرت کی' اگر چاہتے آرام سے وہیں ٹھہر جاتے لیکن حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ کی محبت اور خلوص کی برکت سے حضرت پاکستان تشریف لے آئے پھر ویسے بھی حضرت والا کو پاکستان سے محبت تھی جتنے بھی شیخ تھانوی ﷫ کے معتقدین تھے سب کو پاکستان سے عجیب شغف تھا اپنے علاقہ میں مسلم لیگ کے سیکریٹری تھے جو لوگ پاکستان کے مخالفین ہوتے تھے حضرت کو ان سے بیحد انقباض ہوتا تھا۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالٰی حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ کو جزائے عظیم عطا فرمائے' میرے شیخ کو لائے ورنہ حضرت نہ آتے تو پاکستان میں بھی نہ آتا' اگر پاکستان نہ آتا تو یہ خانقاہ یہ کتابیں جو یہاں چھپ رہی ہیں کہاں چھپتیں؟ کیسے طبع ہوتیں 'میاں ہندوستان میں بڑے سے بڑے مولانا اپنی کتاب کو چھاپنے کے لئے ترستے رہتے ہیں پیسے نہیں وسائل کا فقدان ہے اور ہم جیسے علماء کے شاگردوں کے شاگرد۔ میری کوئی کتاب ایسی نہیں جس کا مسودہ تیار ہوگیا ہو اور وہ چھپی نہ ہو' میں تو کہتا ہوں کہ اللہ تعالٰی مولانا نور احمد صاحب ﷫ کو عظیم جزاء عطا فرمائے 'ان کی برکت سے میرے شیخ کا پاکستان آنا ہوا اور نہ اپنے وطن سے دور یہاں لق ودق جگہ میں آکر بسنا کیسے ممکن ہے؟ اسباب تو ہونے چاہئیں' مولانا نور احمد صاحب ﷫ حضرت کو لائے بھی اور وفاداری کا پورا حق ادا کیا' جان' مال ہر طریقے سے حضرت کا ساتھ دیا اور ہم لوگ بھی ممنون ہیں کہ ان کی

وجہ سے والدہ بھی آگئیں ہم بھی آگئے پورا گھر آگیا اگرچہ بعد میں جن کا دل نہیں لگا وہ چلے گئے صاحبزادگان وغیرہ۔

اصل میں تو اللہ تعالیٰ کو مجھے یہاں لانا منظور تھا ایک بڑا پیارا شعر یاد آگیا

؎

کبھی عالم گلستان کبھی ویرانہ ہوتا ہے
جو ہوتا ہے بپاس خاطر دیوانہ ہوتا ہے

دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے گرمی، جاڑہ، بہار، خزاں، رات دن تمام تغیرات اور تبدیلیاں اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے عاشقوں کی خاطر ہیں تاکہ ان کو دیکھ کر وہ معرفت حاصل کرسکیں، دنیا کا سارا نظام اللہ تعالیٰ کے عاشقوں ان کے دوستوں اور ان کے غلاموں کی خاطر چل رہا ہے، میرا ایک شعر ہے ؎

بپاس خاطر دیوانہ ہے آتی ہے جنت سے
یہی انجام ہے نہلا اٹھے جو خون حسرت سے

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے نہ وہ حضرت کو لینے پھولپور جاتے نہ ہم لوگ آتے میری ترقیات تو سب مولانا ہی کے طفیل ہیں اگر وہ نہ ہوتے تو اختر اختر نہ ہوتا، میری جتنی دینی خدمات ہیں ان کا مولانا کی روح کو کتنا ثواب پہنچے گا کہ وہ سب بنے کہ حضرت کی وجہ سے ہم آئے اور حضرت آئے مولانا کی درخواست پر، اللہ تعالیٰ ان کو جزائے عظیم دے ان کے لئے پہلے بھی دعا کرتا تھا اب اور کروں گا، آج جو اتنی بڑی خانقاہ اتنا بڑا مدرسہ ہے سب ان کے طفیل ہے، ایک ادارہ اور ہے سندھ ویلفیئر سوسائٹی میں وہ بھی حیران کن ہے، دو ہزار گز کا پارک دلی کی شاہی مسجد کے طرز پر شاندار مسجد، اس کا تہ خانہ گیارہ سو اسکوائر فٹ سے بڑا ہے، دو منزلہ خانقاہ بھی تعمیر ہو چکی ہے، اللہ تعالیٰ اسے بھی قبول فرمائے اور وہاں اولیاء صدیقین اور درد بھرے دل والوں کو جمع فرمائیں، میری تمام تر خدمات کا

سبب ظاہری مولانا نور احمد صاحب ﷫ ہیں۔

حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ کا حضرت پھولپوری ﷫ سے ایسا والہانہ تعلق تھا کہ صبح وشام جب دیکھو خدمت میں حاضر، دوسری طرف حضرت والا بھی ان پر نہایت شفیق تھے تعلق اور معاونت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے جب بھی مولانا مرحوم حاضر ہوتے حضرت ان کو دیکھ کے کھل جاتے اور خوشی کے عالم میں وجد سا طاری ہو جاتا۔

مولانا نور احمد صاحب ﷫ سے میرے قریبی تعلقات اور بے تکلفانہ گفتگو تھی، جہاں تک میں نے جائزہ لیا انکی فکر محدود نہیں تھی جیسے کسی مدرسے کی حدود میں، کسی محلے کی حدود میں کسی شہر کی حدود میں کسی ملک کی حدود میں، ایک بین الاقوامی ذہن کی بلندی اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی تھی، وہ سارے عالم کے اسلام کے بارے میں سوچتے تھے کہ کس طریقے سے اسلام پھیلایا جائے اور امریکہ میں کس طریقے سے؟ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو سلاطین اور وزراء اعظم کو دعوت دینے کی صلاحیت اور حوصلہ رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو عجیب وغریب تخیلاتی بلندی عطا فرمائی تھی، عزم وارادہ اور دھن کے بڑے پکے تھے جس چیز کا ارادہ کرلیتے تھے نہ دیکھتے رات اور نہ دیکھتے دن، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کا بچپن اور نشوونما کی عمر بہت مجاہدات سے گزری، انکے جو حالات میں نے خود ان کی زبانی سنے اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے بڑی جفاکشی کی زندگی گزاری، اور جو شخص بچپن میں بہت زیادہ مجاہدات سے گزرتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ارادوں کی بلندیاں عطا فرماتے ہیں، شاعر کہتا ہے:

سخت حالات میں جو پل کے جواں ہوتا ہے
اس کے سینے میں ارادوں کا جہاں ہوتا ہے

مجھے مولانا کے معاملہ میں ایسے ہی معلوم ہوتا ہے، دارالعلوم کی تعمیر میں رات کو رات نہیں سمجھتے تھے، دن کو دن نہیں سمجھتے تھے، میں ان کی ہمت کی بہت

داد دیتا ہوں کہ ماشاء اللہ اپنے خون پسینے سے دارالعلوم کو بہت بلندی تک پہنچایا۔

مولانا کے اندر اخلاص کا وصف بڑا نمایاں تھا' ہر مسلمان کے ساتھ ان کو ایک خاص ہمدردی تھی سارے عالم کے مسلمانوں کی محبت اور ہمہ گیر فکر ان کے قلب میں پیوست تھی' ان کمالات کے ساتھ ساتھ ان کے اندر یہ وصف تھا کہ وہ شیخ پر عاشق تھے اور تجربہ ہے کہ جو اللہ والے پر فدا ہوتا ہے محروم نہیں رہتا' اللہ تعالیٰ اسے قبولیت عطا فرماتے ہیں' مولانا نور احمد ؒ کے آثار قبولیت واضح ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے بڑے بڑے کام لئے' بڑے بڑے کام ہونا ہی علامات قبولیت میں سے ہے۔

ایک بشارت مجھ کو ان کے بارے میں ہوئی عالم رؤیا میں میں نے ان کو ایک عظیم الشان حالت میں دیکھا خود بھی تعجب میں ہوں میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں ایسا خواب ان کے بارے میں دیکھوں گا کیونکہ ہمارا ان کا یارانہ تھا بحیثیت بہت زیادہ بزرگ ہونے کے نہ ہم ان کو دیکھتے تھے نہ وہ ہم کو' بس پیر بھائی تھے' وہ ہمارے پیر بھائی تھے اور ہم ان کے' آپس میں خوب بے تکلفی لطف وانبساط چائے نوشی' کھانا پینا اور ہنسنا بولنا تھا' لیکن میں نے خواب کے بعد سمجھ لیا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کا کوئی عظیم ترین مقبول بندہ ہے۔

خواب میں میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کے روضہ مبارک پر میری حاضری ہوئی جالیوں کے باہر نہیں روضہ مبارک کے اندر' آپ ﷺ کا مزار اقدس سامنے ہے نظر آرہا ہے؛ مولانا نور احمد صاحب ؒ وہیں روضہ مبارک کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں حضور ﷺ کے مزار مبارک کے سامنے' میں نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں میں لال لال ڈورے ہیں اور آنکھیں سرخ ہیں عجیب کیفیت سے مخمور' جس سے جذب معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی محبت اور معرفت الٰہیہ کی زبردست شراب پیے ہوئے ہو' اس وقت انکے داڑھی کے سفید سفید بال اس قدر چمک رہے تھے اور اتنے روشن تھے جیسے چاندی کے تاروں پر سورج کی

شعاعیں پڑ رہی ہوں نہایت چمکدار چہرہ' خواب میں میں نے ان کے چہرہ پر اللہ تعالیٰ کی ولایت اور تعلق مع اللہ کی عظیم دولت کے آثار مشاہدہ کیے۔

اس خواب کے بعد ظاہر بات ہے کہ میری ان سے عقیدت ومحبت اور بڑھ گئی' پھر ان کے انتقال کے بعد مجھے خیال آیا کہ ان کے بچوں کو کچھ تعزیت کے کلمات عرض کروں چنانچہ میں ان کے انتقال کے بعد گھر پر حاضر ہوا' میرا کچھ تھوڑا سا بیان بھی ہوا تھا' آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مولانا نور احمد صاحب ﷫ کے درجات کو بلند فرمائے' ساعة فساعة متصاعداً متزایداً متبارکاً اللہ تعالیٰ کروٹ کروٹ ان کو عالم برزخ میں چین عطا فرمائے اور یہ دعا کرتا ہوں کہ جس طریقے سے مولانا نے اللہ والوں کے قدموں میں اپنے آپ کو مٹایا اللہ تعالیٰ اسی طرح ان کے بچوں کو بھی توفیق عطا فرمائے' جس کسی سے بھی ان کو مناسبت ہو اس سے اپنا تعلق قائم کریں۔

حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ بھی عملی طور پر اپنے کو شاہ عبدالغنی پھولپوری ﷫ کے قدموں میں ڈال کر گویا اپنے متعلقین اور دوستوں کو ایک سبق دے گئے کہ بھئی اپنی زندگی کو مشائخ سے الگ تھلگ مت رکھو' نرے علم پر ناز مت کرو' حکیم الامت حضرت تھانوی ﷫ کا ارشاد ہے کہ جس نے اپنے آپ کو مستقل بالذات سمجھا وہ مستقل بد ذات ہوگیا صحبت صالح کا اہتمام جب تک یہ نہ ہوگا تو صحیح معنوں میں احسان (یعنی اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت جیسے اسے دیکھ رہا ہو) اور اخلاص کی کیفیت اس کو نصیب نہ ہوگی' کتابوں سے علم کی کمیت ملتی ہے جبکہ اہل اللہ کے سینوں سے علم کی کیفیت ملتی ہے' کیفیات کاغذات پر نہیں آسکتیں' یہ کیفیات بالخصوص احسانی کیفیت اہل اللہ کے سینوں سے منتقل ہوتی ہے' حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی ﷫ فرماتے ہیں کہ دیکھو جو کچھ تم فقہ وغیرہ پڑھتے ہو کتابوں میں یہ تو علوم ظاہرہ ہیں مگر حضور ﷺ کا نور باطن اگر چاہتے ہو تو اسے "از سینہ درویشاں باید جست" اہل اللہ کے سینوں سے حاصل کرو' وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

مجاہد عالم مولانا محمد یونس خالص

ایک سچا عاشق دین

صاحب مضمون جناب مولانا محمد یونس خالص صاحب مدظلہم جہاد افغانستان کے سرگرم ترین رہنماؤں میں سے ہیں۔ جہاد افغانستان کے لئے آپ کی خدمات کسی کے سامنے مخفی نہیں' جہاد افغانستان ہی کے حوالے سے موصوف کا حضرت مولانا مرحوم سے گہرا تعلق تھا۔ حضرت والد صاحب ﷺ سے متعلق یہ تحریر انہوں نے انتہائی عجلت میں ۱۴۱۵ھ کے ایام حج میں مکہ مکرمہ میں برادرم نعیم اشرف سلمہ کو عنایت فرمائی۔ ر۔ا

الحمدللہ و الصلوۃ و السلام علی رسولہ وعلی آلہ وصحبہ.

وبعد!

مرحوم مولانا نور احمد صاحب جن کا تعلق کراچی سے تھا اور جو کہ ایک جید عالم دین اور علماء کے خیر خواہ تھے کئی ایک امتیازی خصوصیات کے حامل تھے۔

۱۔ موصوف بغیر کسی لالچ کے علماء دین کی خیر خواہی فرمایا کرتے تھے اور ان کی ہمیشہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ علماء کے ساتھ بیٹھیں اور اہم امور میں ان کی مدد کریں۔

۲۔ مولانا نور احمد صاحب ﷺ کا اگرچہ میرے ساتھ کوئی قدیم تعارف نہیں تھا لیکن اس کے باوجود ان کی ہمیشہ خواہش رہتی تھی کہ ہم ساتھ بیٹھیں اور تبادلہ خیالات وافکار کریں۔

ان کی بڑی خواہش رہتی تھی کہ علماء دین باہمی اتحاد واتفاق کے ساتھ

اجتماعی معاملات پر غور و خوض کریں۔

یہ ہی وجہ تھی کہ مولانا مرحوم نے اپنا ٹیلی فون نمبر مجھے عنایت کر رکھا تھا چنانچہ جس وقت بھی میں چاہتا مولانا سے بات چیت کر سکتا تھا اور جب بھی چاہتا مولانا کے گھر گھنٹوں بحیثیت مہمان رہتا تھا۔

۲۔ مولانا مرحوم سچے عاشق دین تھے۔اور حفظ قرآن کریم کے سلسلہ میں تو خوب ہی سعی فرماتے تھے۔یہ ہی وجہ تھی کہ اپنے لڑکوں حتیٰ کہ ایک لڑکی کو اور اپنے تمام نواسوں کو حفاظ قرآن بناگئے اور سب اب علم دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔

جیسا کہ میں جانتا ہوں مولانا مرحوم مفتی اعظم ہند مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے داماد اور دارالعلوم کراچی کے موسس تھے۔چونکہ اللہ تعالیٰ نے بصراحت فرما دیا ہے۔

إنما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔

لہٰذا مولانا مرحوم کی اولاد کو میری برادرانہ وصیت ہے کہ وہ اپنے والد بزرگوار کے نقش قدم پر چلیں اور نسل در نسل اس علمی وراثت کو منتقل کریں۔ خدائے بزرگ و برتر کے حضور میری دعا ہے کہ وہ انہیں خدمت خلق کی توفیق عطا فرمائے اور مرحوم پر اپنی بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

محمد یونس خالص
امیر الحزب الاسلامی افغانستان
جلال آباد۔ قریہ نجم الجہاد

مولانا روح اللہ

نامور مجاہد عالم دین رحمۃ اللہ علیہ

صاحب مضمون حضرت مولانا روح اللہ صاحب حفظہ اللہ صوبہ سرحد کے اکابر علماء میں سے ہیں، جامعہ نعمانیہ اتمان زئی چارسدہ کے بانی ومہتمم، اتحاد المدارس العربیہ صوبہ سرحد کے صدر ہونے کے علاوہ ماہنامہ ''النعمان'' کے مدیر بھی ہیں، ایک زمانے میں مرکزی جمعیت علماء اسلام کے سیکریٹری جنرل بھی رہے۔ فاضل موصوف نے حضرت مولانا مرحوم سے متعلق یہ مضمون ماہنامہ ''النعمان'' کے اداریے میں تحریر فرمایا جو پیش قارئین ہے۔

پاکستان کے نامور مجاہد، عالم دین اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے دست راست اور دارالعلوم کراچی جو ملک کا سب سے بڑا علمی ادارہ ہے کے رکن اول مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ انتقال فرما چکے اور جناب عارف باللہ ڈاکٹر صاحب عبدالحئی خلیفہ حضرت تھانوی کے پہلو میں مدفون ہیں، مولانا موصوف گوناگوں خوبیوں کے حامل تھے، زہد وتقویٰ، مجاہدہ اور دینی خدمات کا جذبہ ان کے رگ وریشہ میں جاگزیں تھا، جب کوئی کسی محاذ پر دین کے خلاف منہ کھولتا مولانا اپنے انداز میں کود جاتے۔

راقم الحروف کے ساتھ مولانا کا تعلق اپنے والد مرحوم سے ورثہ میں ملا تھا، لہٰذا ان کی طبیعت کا بخوبی علم تھا ۱۹۶۹ء میں جب اشتراکیت کا فتنہ اٹھا، نتائج وطن عزیز کے باشندوں نے خود دیکھے صرف اور صرف مولانا ہی تھے جنہوں نے

تمام پاکستان کے جید علماء سے استفتاء وصول کر کے دہریت واشتراکیت جیسے عظیم فتنوں کی مخالفت شروع کی اور لوگوں پر اس کے خطرات واضح کئے' اس کے علاوہ افغانستان کے جہاد میں عملی شرکت کی اور مجاہدین کے ساتھ ہر قسم کے مالی وجانی تعاون میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور ہر موقع پر ہر طرح کی امداد ومعاونت کرتے رہے' موتمر عالم اسلامی کے عظیم اور رکن رکین کی حیثیت سے تاحین حیات کام کرتے رہے اور اس طرح علمی دنیا پر عظیم احسان کرتے رہے' نایاب زمانہ کتب چھپوانے کے لئے عظیم ادارہ "ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ" قائم کیا' جس میں مبسوط علامہ سرخسی اور محیط برہانی جیسے عظیم علمی سرمائے شامل ہیں' مولانا نے ثانی الذکر کتاب کے دو نسخے ایک مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفا اور دوسرا ٹیکسلا کے قریب گڑھی افغاناں سے پچاس ہزار روپے صرف کر کے اس کی فوٹو اسٹیٹ وصول کی' اور اس عظیم مجاہد کی کوششوں کی بدولت یہ کتاب دنیا میں پہلی مرتبہ پریس کی زینت بنے گی۔

دارالعلوم نعمانیہ کا موجودہ جریدہ "النعمان" مولانا کے مشوروں کی پیداوار ہے لہٰذا ان کے ساتھ تعلق کی بناء پر ادارہ ان کی وفات کو عظیم سانحہ سمجھتے ہوئے دعائے مغفرت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور تمام اراکین ومعاونین ان کے صاحبزادگان مولانا رشید اشرف صاحب' فہیم اشرف صاحب اور نعیم اشرف صاحب اطال اللہ حیاتھم کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے ہمدردی کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

حضرت مولانا نفیس الحسینی صاحب مدظلہم

گنجینۂ کمالات

مخدوم محترم رئیس الخطاطین سید انور حسین نفیس الحسینی صاحب زید مجدہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں آپ نہ صرف عالمگیر شہرت کے پاکستان کے مایہ ناز خطاط ہیں بلکہ نفیس ذوق کے حامل بلند پایہ شاعر بھی ہیں سب سے بڑھ کر شیخ طریقت حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری ﷫ کے ممتاز خلفاء میں سے ہیں آپ کے متوسلین کا حلقہ بڑا وسیع ہے اللھم زد فزد وقت کی قلت کے باوجود جناب والا نے حضرت مولانا مرحوم سے متعلق درج ذیل مختصر مضمون تحریر فرمایا:

حضرت مولانا نور احمد رحمتہ اللہ علیہ گنجینہ خوبی تھے، دینی کاموں میں ہمہ تن مشغول رہتے تھے، مدارس دینیہ کے لئے ان کی سرگرمیاں متواتر رہتی تھیں بالخصوص دارالعلوم کراچی کے لئے ان کی خدمات نمایاں ہیں وہ خانقاہی نظام کے اضمحلال سے بھی بے چین رہتے تھے اور اس کے احیاء کی فکر میں رہتے تھے، مسلمانوں کی عالمی سیاست سے بھی وہ گہری دلچسپی رکھتے تھے۔

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کا قیام ان کی زندگی کا روشن ترین کارنامہ ہے ان کی نیک وصالح اولاد بھی ان کا صدقہ جاریہ ہے جو ان کے نصب العین کے مطابق چل رہی ہے، ناچیز سے بھی وہ مخلصانہ محبت رکھتے تھے، اپنے آخری سفر لاہور میں وہ میرے مکان میں کئی دن فروکش رہے، ان دنوں وہ "طیبی" کے خطی نسخے کی فوٹو اسٹیٹ کاپی لے رہے تھے اس سلسلے میں ان کی جدوجہد قابل دید تھی، حضرت مولانا محمد مالک ﷫ فرزند ارجمند حضرت مولانا

ادریس صاحب کاندھلوی ﷫ سے طلبی کی ایک ایک جلد لاکر فوٹوکراتے تھے ایک جلد لاتے فوٹوکراکر واپس کرتے تب دوسری جلد لاتے 'اس طرح سارا دن اسی کام میں مشغول رہتے ' ان کی بے پناہ لگن قابل صد رشک تھی' مولانا موصوف نے نایاب اسلامی کتب شائع کرکے اسلام کی گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اللہ تعالٰی ان کی بھرپور مغفرت فرمائے (آمین)

ثناء الحق صدیقی

خدمت خلق کی خوگر ایک باکردار شخصیت

> محترم جناب ثناء الحق صدیقی صاحب حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ کے رفیق اور ادبی حلقے کی معروف شخصیت ہیں' اور ''بائبل ' قرآن اور سائنس'' نامی مشہور کتاب کے مترجم ہیں۔ ر۔ا

حضرت مولانا نور احمد ﷫ میرے کرم فرما اور مربی و محسن تھے اگرچہ ان سے میرے تعلقات نہایت جدید تھے اور زیادہ سے زیادہ تین چار سال میری ان سے قربت رہی تاہم اس قلیل عرصہ میں ہمارے درمیان ایسی یگانگت ہوگئی تھی گویا ہمارا تعلق مدت دراز سے چلا آرہا تھا' دیوبند میں میں نے شاید دو تین بار ان کا نام سنا تھا وہ بھی غالباً حضرت مفتی محمد شفیع ﷫ کے حوالے سے 'کراچی میں نیو ٹاؤن (موجودہ بنوری ٹاؤن) کی مسجد میں ان کی زیارت ہوئی تھی لیکن نہ تعارف ہوسکا تھا اور نہ گفتگو کا موقع ملا تھا' یہی وجہ ہے کہ ایک دن جب وہ ایوب قادری مرحوم کے ہمراہ میرے غریب خانہ واقع ناظم آباد میں تشریف لائے تو ایوب صاحب کو ہمارا ایک دوسرے سے بالکل ابتدائی تعارف کرانا پڑا' لیکن اس کے بعد سے جو تعلقات بڑھنے شروع ہوئے تو تھوڑے ہی عرصہ میں ایسا محسوس ہونے لگا گویا ہمارے درمیان کبھی کوئی اجنبیت رہی ہی نہیں تھی .... محبت ویگانگت کے اس تعلق میں حضرت مولانا کی پرکشش شخصیت کو بڑا دخل تھا' میں ان کے نرم لہجہ 'محبت وشفقت آمیز سلوک اور صاف وسادہ گفتگو سے اس درجہ متاثر ہوا کہ بہت جلد میں ان کی ذات میں دوستی اور محبوبیت کی نہایت

نمایاں جھلک محسوس کرنے لگا۔

نہ معلوم کیوں؟ کچھ عرصہ تک میں اپنے ذہن میں مولانا کا تعلق غیر منقسم ہندوستان کے صوبہ بنگال سے قائم کئے رہا لیکن میرے استفسار پر یا غالباً بر سبیل تذکرہ انہوں نے خود ہی بتایا کہ ان کا جدی وطن برما تھا اور وہ اپنی علمی تشنگی دور کرنے کے لئے سمندر اور خشکی کا طویل سفر طے کر کے دیوبند آئے اور نہ صرف اس سرچشمہ علوم سے پوری طرح فیضیاب ہوئے بلکہ اس کی کشش نے وطن کی یاد کو بڑی حد تک دل سے محو کر دیا اور وہ وہیں رہ پڑے، پھر جب پاکستان کے نام سے ایک اسلامی مملکت وجود میں آئی تو دینی جذبہ سے سرشار ہو کر کراچی چلے آئے اور حیات مستعار کے باقی ایام کو علوم اسلامی کی اشاعت اور ملت مسلمہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا۔

میں نے حضرت مولانا کے قریب رہ کر تھوڑے ہی عرصہ میں کئی خوبیاں ان کے کردار میں ایسی محسوس کیں جن میں سے کوئی ایک بھی کسی شخص میں موجود ہوں تو اس کے قدم خود بخود شر سے خیر کی طرف اٹھنے لگیں۔

پہلی خوبی ان کا خلوص و محبت کا جذبہ تھا، معلوم نہیں دوسروں کی اس سلسلہ میں کیا رائے ہے لیکن میں اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر پورے انشراح قلب کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ان میں خلوص و محبت اور خاص طور پر مسلمانوں کی سچی محبت کا بے پناہ جذبہ تھا، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانوں کی سچی محبت کو روح الصفات قرار دیا ہے، میرے نزدیک یہ صفت ان میں بدرجہ اتم موجود تھی۔

دوسری خوبی جو مجھے انکے کردار میں نمایاں طور پر محسوس ہوئی وہ عمل نیک کی فراوانی تھی، وہ ایک فعال شخصیت کے مالک تھے، انہوں نے ایک ایسے معاشرہ میں رہتے ہوئے جو بے عملی کا شکار ہے عمل نیک اور خدمت خلق کو اپنی زندگی کا مرکز و محور بنالیا تھا، انہوں نے علم دین حاصل کیا تھا اور اسی پر اپنے عمل کی بنیاد رکھی تھی ایک سچے اور پکے مسلمان کی طرح وہ قرآن کریم کو تمام علوم کا

سرچشمہ سمجھتے تھے اور جہاں کہیں سے انہیں اپنے اس عقیدہ کی تائید ہوتی ہوئی محسوس ہوتی وہیں سے اس کو اخذ کر کے اپنے اس عقیدہ کی حقانیت اور سچائی کا دوسروں کو بھی قائل کرنا چاہتے تھے' چنانچہ جب ان کے سامنے ایک فرانسیسی ڈاکٹر کی ایسی تصنیف آئی جس میں اس نے اس چیز کا پوری طرح اعتراف کیا ہے کہ سائنس کے بعض وہ مسائل جن کا قرآن کریم میں ضمناً ذکر کیا گیا ہے آج تحقیق کی بناء پر حقیقت بن کر دنیا کے سامنے آگئے ہیں تو انہوں نے نہایت جوش وولولے سے اس کو اردو میں منتقل کرا کر اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی تاکہ وہ روشن خیال مسلمان جو قرآن کو ماضی کی ایک چیز سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں ایک غیر مسلم کے اس انکشاف سے کچھ غیرت پکڑیں۔

حضرت مولانا میں حب الوطنی اور وطن دوستی کا جذبہ بھی نہایت شدید تھا وہ علامہ اقبال کے اس شعر میں ....

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے

"وطن" کا اطلاق "وطن پرستی" پر کرتے تھے اور وطن دوستی اور حب الوطنی کو انسان کی ایک اعلیٰ صفت قرار دیتے تھے' چنانچہ انہوں نے جس ملک میں بھی توطن اختیار کیا اسی سے محبت کی اور ہمیشہ اس کی صلاح وفلاح کے لئے کوشاں رہے' پاکستان سے ان کی محبت اور وفاداری دہری تھی' اول تو یہ کہ یہ ملک ان کا وطن بن گیا دوم اس لئے کہ اسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا۔

حب الوطنی کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا میں ملی جذبہ بھی بے حد وبے حساب تھا۔ مؤتمر عالم اسلامی کے ایک سرگرم رکن کی حیثیت سے وہ تمام دنیائے اسلام کے مسائل سے دلچسپی رکھتے تھے' چنانچہ افغانستان کے جہاد میں انہوں نے نہایت فعال کردار ادا کیا' ان کے خلیجی ریاستوں اور سعودی عرب کے اکثر سفر اسی جہاد کے لئے وسائل کی فراہمی کی غرض سے ہوتے تھے' میں پورے

وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ انہوں نے دنیائے اسلام میں گھوم پھر کر اس جہاد کے لئے کافی روپیہ جمع کیا اور بہت سا اسلحہ فراہم کیا' جنرل ضیاء الحق شہید سے بھی ان کے تعلقات بنیادی طور پر اس جہاد کی وجہ سے تھے۔

حضرت مولانا ﷺ کے بے شمار اوصاف پر ان کے حسن اخلاق نے جلا پیدا کر دی تھی' چنانچہ اس دور میں جبکہ بقول جگر مرحوم.....

جہل خرد نے دن یہ دکھائے
گھٹ گئے انسان بڑھ گئے سائے

وہ ایک اچھے انسان تھے' اور اچھا انسان ہونا ہی اس مخلوق کا طرۂ امتیاز ہے۔ نوّر اللہ مرقدہ ومضجعہ۔

عظمت علی عباسی

حضرت مولانا نور احمد رحمہ اللہ ایک راست گو اور باعمل مسلمان

محترم عظمت اللہ عباسی صاحب سانگھڑ کے ادبی حلقے سے تعلق رکھتے ہیں، وہاں کے ہفت روزہ ''عظمت'' کے مدیر اعلیٰ ہیں، ایک عرصہ تک نشرواشاعت کے میدان میں مجلس دعوۃ الحق کی سرگرمیوں اور تبلیغی مہمات میں مجاہد ملت حضرت مولانا مرحوم کے رفیق ومعاون رہے۔ مندرجہ ذیل اثر انگیز مضمون جناب موصوف نے خاص طور سے اس سوانح کے لئے تحریر فرمایا.... ر۔ا

مولانا نور احمد علیہ الرحمۃ کا شمار صف اول کے علماء میں ہوتا ہے، برصغیر ہندوپاک، بنگلہ دیش اور برما کے دینی حلقے تو ان کے بارے میں بہت کچھ جانتے ہیں لیکن چونکہ وہ دین کے لئے بڑے سے بڑا کام کرتے ہوئے بھی خود کو نمایاں اور ذاتی تشہیر اور ریاکارانہ نمودونمائش سے دور بھاگتے تھے اس لئے میڈیا کے رینج سے باہر ہی رہے۔

اگرچہ میری ان سے پرانی واقفیت تھی اور میں جب بھی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷺ اور ان کے فرزند مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب سے ملاقات

کے لئے دارالعلوم کورنگی جاتا تو ان سے ضرور ملتا تھا[1]۔

مولانا نور احمد صاحب مرحوم انتہائی سادہ مزاج صاف گو' اللہ اور رسول کے احکامات کے پابند انسان تھے' مجھے یاد ہے کہ ۲۴ گھنٹے میں ایک دفعہ ہوٹل سے ایک نان منگواتے اور سلاد کے پتوں سے کھالیتے تھے نہ انہیں مرغن اور قیمتی غذاؤں کی طلب تھی نہ حاجت' جو لوگ اس ادارہ سے مالی تعاون کرتے اسے انتہائی کفایت اور امانت داری سے خرچ کرتے اور فنڈ کی آمدنی سے آنے والے پیسوں میں سے ایک پیسہ بھی نہ فالتو خرچ کرتے اور نہ ہی اپنی ذات پر خرچ کرتے' قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی داستانیں جو ہم کتاب میں پڑھتے ہیں مولانا نور احمد صاحب مرحوم و مغفور کو ان کے برابر تو نہیں کہا جا سکتا لیکن ان کے نقش قدم پر آنکھیں بند کر کے چلنے والا ایک مثالی انسان کہہ سکتے ہیں۔

مولانا نور احمد صاحب "برما" کے ایک مشہور مسلم آبادی والے علاقہ "اراکان" کے رہنے والے تھے' مفتی محمد شفیع صاحب کے داماد تھے' انہوں نے اپنی اولاد اور لڑکیوں تک کو دینی علوم سے سرفراز کیا اور زندگی بھر انہوں نے دین کے لئے جو محنت اور جان سوزی کی تھی اس کا ثمرہ یہ دیکھنے میں آرہا ہے کہ ان کے صاحبزادے قرآن مجید اور اسلامی اور عربی و اردو کتب کی اشاعت میں منہمک ہیں اور "ادارۃ القرآن" کے نام سے لسبیلہ چوک گارڈن ایسٹ کے مقام پر ادارہ چلا رہے ہیں۔ میں ان کے بچوں سے ملا تو ان کے اخلاق اور عادات کو دیکھ کر میں بہت متاثر ہوا ہوں جو کہ اپنے والد کے چھوڑے ہوئے مشن کو انتہائی خوبی سے چلا رہے ہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور انہوں نے اسلام کی جو شمع روشن کی تھی اسے قائم و دائم رکھے۔

---

[1] یہاں سے آگے جناب عباسی صاحب کا تین چار صفحات کا مضمون مجلس "دعوۃ الحق" سے متعلقہ خدمات کے ذیل میں ایک طویل اقتباس کی صورت میں گزر چکا ہے' تکرار سے بچنے کے لئے اسے حذف کر کے مضمون کا بقیہ حصہ تحریر کیا جاتا ہے۔ رشید اشرف نور۔

مولانا نور البشر صاحب

العلامة الجليل فقيد الدعوة الأسلاميه
الشيخ نور أحمد في ذمة الله

مجاہد ملت حضرت مولانا مرحوم سے متعلق یہ مضمون محترم مولانا نور البشر صاحب حفظہ اللہ کا تحریر کردہ ہے جو دارالعلوم کراچی کے معروف باصلاحیت فضلاء میں سے ہیں اور مشہور دینی وعلمی درس گاہ جامعہ فاروقیہ کے استاد ہیں، تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی ان سے توقعات وابستہ ہیں جس کا سلسلہ شروع ہو چکا ہے مولانا موصوف کا یہ مضمون ''جامعہ'' کے ترجمان ''الفاروق عربي'' میں شائع ہوا تھا، معمولی اختصار کے ساتھ پیش قارئین ہے۔ ر۔ا

انتقل العلامة الداعية الكبير الشيخ نور أحمد إلى رحمة الله يوم الأحد ٢/٦ / ٧ / ١٤٠٧ ه المصادف ١ / ٢ / ١٩٨٧ م رحمه الله تعالى واسعةً

كان الراحل- رحمه الله- من خريجى جامعة دارالعلوم ديوبند الممتازين. ومن العلماء البارزين المخلصين المجاهدين شأن متخرجيها في ذاك العصر، كان له قلب متحمس للاسلام وأهله، حياته كلها كانت عبارة عن جهد متواصل وعمل دائم وحركة مستمرّة يؤدى أعماله وواجباته بكل نشاط، لا تعرف كلمتا "التعب" و "الكسل" في معجم حياته الطويلة التى تنيف على خمس وستين سنة، إنه لا يسمع أبدا إن

المسلمين في كربة وضغطة إلا قام بتنفيس الكرب عنهم- مهما كان البعد بينه وبينهم- يتململ لأجلهم لململ السليم، ويتوجع لهم كأنه هو الذى أصيب دونهم.

علام يبكى الباكون من أوصافه السامية وأخلاقه الحميدة؟ لقد كان له بصر نافذ، وبصيرة واسعة، يرى ما لا يراه الناس بفراسته الإيمانية وتجاربه الطويلة وخبراته الواسعة.

ومن أجلّ أوصافه : إنه ماضى العزيمة، عالى الهمّة، قلما يوجد مثله في العزيمة والهمة، سيما في عصرنا هذا الذى قد اندرس فيه الرجال وامحت فيه العزائم، وقد ترك آثارا كثيرة تشد بعلو همته ومضى عزيمته.

ومن عظيم مآثره جامعة "دارالعلوم كراتشى" الشهيرة التى أسسها المفتى الأكبر العلامة الشيخ محمد شفيع تغمده الله برحمته وأسكنه فسيح جنانه- فكان الشيخ نور احمد- رحمه الله- ساعده الأيمن وعضده الفعال في تأسيس هذه الجامعه، فهيأ لها الأسباب وتحمّل لأجلها المتاعب والمشاق ما الله أعلم بها وقام بجميع أعباء الدار على كاهله العظيم، وكان أراد- رحمه الله- أن يجعلها تتكفل مسئوليات عامة المسلمين العلمية منها والدينية في جميع مجالات الحياة، وتسد مسد أزهر الهند جامعة ديوبند في الدولة الجديدة باكستان وحقا فعل كذلك فإن جامعة دارالعلوم كراتشى تعد اليوم من أكبر المراكز الدينية في باكستان تفد إليها الطلاب من كل صوب وحدب- زادها الله شرفاً وإفادة ونورا وهدى.

وكان الشيخ رحمه الله قاوم الحركات الهدامة التى تهدد الدين المنيف في العالم الإسلامى وخاصة في دولة باكستان الإسلامية مقاومة شديدة طيلة حياته. لا يترك لأحد سبيلا سوى الفرار أو الاستسلام، فقد واجه حركة جى ايم سيد الملحد الكبير مواجهة عنيفة، وتحقيقا لهذه

الأهداف السامية أنشأ منظمة باسم "دعوة الحق" كان يرأسه العلامة المحدث الفقيه الشيخ ظفر أحمد العثماني- رحمه الله- صاحب إعلاء السنن، كما كان لها فرع ب "بنغله ديش" تحت رأسة الشيخ العلامة أطهر علي- رحمه الله- ونشر آلافا من الكتب والمقالات ضد الحركات الهدامة. وقد خدم بهذه الأمة المسلمة خدمات كثيرة.

ثم ثارت في باكستان فتنة الاشتراكية فقام الشيخ ضدها بكل حماس وشجاعة، فسافر- رحمه الله- بصدد سد هذه الفتنة من كراتشي إلى بشاور مرتين بسيارته، والمسافة بينهما نحو ألف ميل، فكان لايمر على قرية أو مدينة إلا نزل بها وبيّن لعلمائها خطورة أمر الاشتراكية حتى جمع ثلاثمائة وثلاثة عشر عالما مع ما كان بينهم من الاختلافات السياسية والمذهبية- على فتوى ضد الاشتراكيه، فلما نشرت هذه الفتوى إذهى قنبلة ذرية على عمارة الاشتراكية فكادت تموت.

وكان- رحمه الله- شديد الاشتياق الى الجهاد في سبيل الله مع ماكان في أعمال جهادية طول الحياة، وإنه لأول رجل قام بنصر مجاهدى افغانستان وعونهم في باكستان بنظم وترتيب فجمع لهم نحو عشرات الملايين من الروبيات ودعم المجاهدين بكل ما يقدر من مساعدة مادية وروحانية، ولم يأل جهدا البتة في دعمهم ونصرهم إلى آخر لحظاته من حياته المغتبطة، وكان رجع- رحمه الله- قبل موته بيوم من حدود افغانستان وشاهد بنفسه محاولات المجاهدين ضد العدو وسمع بأذنيه أصوات السلاح فكان يقول : "أردت أن أخوض في المعركة فأستشهد في سبيل الله، فإن ذلك : الطريق المستقيم إلى الجنة" ولكن لم يسمح له رؤساء المجاهدين وكبرائهم لما كانت الحاجة تمس إلى تخلفه من المعركة أكثر من الخوض فيها لمناصرتهم ومساعدتهم ماديا وروحانيا.

كان- رحمه الله- يتمنى الشهادة في سبيله كثيرا وإني لأرجو الله أن

يبلغه منازل الشهداء إذ قال النبي الكريم عليه الصلاة والسلام : من سأل الله الشهادة بصدق بلغه الله منازل الشهداء وإن مات على فراشه "وفي رواية أخرى : "من طلب الشهادة صادقا أعطيها وإن لم تصبه".

وقد مات- رحمه الله- موتة مغبوطة، إذا كان ذاكرالله عزوجل إلى آخر لحظات من حياته لم يزل يقول : "سبحان الله" و "الله اكبر".

دفن - رحمه الله- في مقبرة دارالعلوم كراتشي التي سترت أعلاما من الرجال، قرب الجبلين العظيمين العلامة المفتي محمد شفيع والمصلح الكبير العارف بالله الشيخ دكتور عبدالحئي العارفي- رحمهما الله تعالى-

كان الشيخ مدير القسم الدعوة والإرشاد لموتمر العالم الإسلامي بكراتشي، فقد أدى فيه أعمالا هائلة، وسد طريق الموتمر نحو ما فيه الخير والصلاح وقدم له خدمات كثيرة كما أنه ساهم في حركة تحرير باكستان كمساعد لشيخه وصهره الشيخ المفتي محمد شفيع- رحمه الله-

عاش - رحمه الله- حياة سعيدة مغتبطة في سخاء وكرم نفس ، كان المال عنده لا قيمة له، يبذل ماله في سبيل الله وفي سبيل نشر الدين واعلاء كلمة كان ناصحا لله ولرسوله ولأئمة المسلمين وعامتهم عاملا بكتاب الله وسنة رسوله.

وكان- رحمه الله- مصداقا لما روى عن سيدنا جرير بن عبدالله البجلي رضى الله عنه أنه قال : بايعت النبي صلى الله عليه وسلم على النصح لكل مسلم" وكان رحمه الله أبيّ النفس غيورا على دينه، متصلبا فيه، محافظا على ميزته، وقد كان من مواليد "اركان" ببورما، ورحل إلى الهند لطلب العلم، فكانت حكومة بريطانيا أجرت مخصصات مالية لطلاب "اركان" فرفضها- رحمه الله- و لم تقبلها نفسه الكريمة رغم كونه محتاجا إليها أشد الاحتياج-

ومن كريم عاداته- وذلك دليل واضح على صدق نيته وإخلاصه-

إنه مهما أدى من أعمال دينية هائلة لا يقدم لها اسمه بل يقدم دائما غيره فلا يدع أدنى شبهة للمراءة.

وأخيرا أسّس رحمه الله موسسة علمية باسم "ادارة القرآن والعلوم الإسلاميه" ونشر منها كتبا قيمة في مدة يسيرة فقد أخرج كتاب "اعلاء السنن" للعلامة المحدث الفقيه الشيخ ظفر أحمد العثماني- رحمه الله- في ٢١ جزأ وهو كتاب عظيم تعتز به مكتبة الإسلام الذاخرة.

وهناك كتب صغيرة تحت الطبع، أجلها وأهمها "المحيط البرهاني" في الفقه الحنفي، الذي لم يزل إلى الآن مخطوطا.

هذه آثاره الكريمة التي لايزال المسلمون يتمتعون بها إن شاء الله مدى الدهور والأزمان

فتلك آثارنا تدل علينا

فانظروا بعدنا إلى الآثار

ومن مآثرهم الخالدة أبناء ه الفضلاء الذين تخرجوا كلهم في العلوم الإسلامية من جامعات باكستان الإسلاميه، وهم خمسة أبناء، أكبرهم، الشيخ أمين اشرف ، حفظ القرآن الكريم وتخرج في العلوم الإسلامية من جامعة دارالعلوم كراتشي وتخصّص في الفقه والإفتاء بالدار، كما تخرج من الجامعة الإسلامية بالمدينة المنورة من كلية القرآن ونال شهادة "الليسانس" وهو مترجم بدار العدل في المملكة العربية السعودية حالا.

ويليه : الشيخ رشيد اشرف وقد تخرج أيضا من جامعة دارالعلوم كراتشي، وعين أستاذ الجامعة بعد تخرجه مباشرة، وانه يودى واجبه التدريسي منذ عشرات.وهو من أساتذة دارالعلوم المحبين الذين لهم قبول عام لدى الطلاب.

وقد رتب حفظه الله أمالي الشيخ المفتي محمد تقي العثماني على جامع الترمذي باللغة الأردية فحققها وخرّج أحاديثها فطبع منها مجلدان

باسم "درس ترمذی" ووقع له القبول بين أهل العلم وطلابه في داخل باكستان وخارجها، وفقه الله تعالى لإخراج الباقي في أسرع وقت.

ويليه الشيخ قاسم اشرف حفظ القرآن الكريم وتخرج من "جامعة العلوم الإسلاميه" بنوری تاون واشترك في تربية القضاء بدار العلوم كراتشي والتحق بالجامعة الإسلامية الدولية باسلام آباد وتخرج من كلية الشريعة.

والرابع : "الشيخ نعيم اشرف : حفظ القرآن الكريم وتخرج من "جامعة العلوم الإسلاميه" بنوری تاون، ثم التحق بجامعة السند لينال شهادة "الدكتوراة".

وأما الخامس : فالشيخ فهيم اشرف تخرج من "جامعة العلوم الإسلاميه" وهما الذان يليان جميع أمور إدارة القرآن والعلوم الإسلامية للطباعة والنشر.

وقد ترك .... رحمه الله سواهم خمس بنات وهن كلهن متزوجات وأما أمهم فهى بنت العلامة المفتى محمد شفيع رحمه الله- العابدة الزاهدة-

إننا اليوم فقدنا رجلا واقعيا عاش حياة طويلة مغتبطة، لنا في حياته درس وعظة، ولنا فيها حض على العمل الدائم والجهد المتوالى والأبناء هم الذين عقدت بهم الآمال، ويرجى منهم تحقيق تلك الأهداف السامية التى لم يتمها الراحل وحالت دونها المنية. وفقهم الله تعالى للقيام بمهمته وأداء رسالته حسب ما أرشد اليه من الطريق السوى.

اللهم اغفرله وارحمه وعافه واعف عنه وأكرم نزله ووسع مدخله وأبدله دارا خيرا من داره وأهلا خيرا من أهله، واغسله بالماء والثلج والبرد. ونقه من الذنوب والخطايا كما ينقى الثوب الأبيض من الدنس، وارفع درجاته في أعلى عليين. وأجزل لخلفه خير الأجر وجميل الصبر- آمين يا رب العالمين.

محترم جناب محمد منصور الزماں صدیقی

اپنی ذات میں انجمن مولانا نور احمد

صاحب مضمون محترم جناب محمد منصور الزماں صدیقی صاحب حضرت والد صاحب ؒ کے رفقاء میں سے ہیں۔ معروف تبلیغی و رفاہی ادارے صدیقی ٹرسٹ کے بانی ہیں اللہ تعالیٰ نے دل پرسوز اور دین اسلام کی خدمت کے جذبے سے مالا مال فرمایا۔ اپنی خداداد انتظامی صلاحیتوں سے بڑی کامیابی کے ساتھ گذشتہ سترہ سال سے صدیقی ٹرسٹ کے ذریعے تعلیم و تبلیغ اور خدمت مسلمین کے میدانوں میں نمایاں خدمات کے حامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے سائے کو تادیر ہم پر سلامت رکھے۔ آمین!

مولانا نور احمد رحمہ اللہ ان نابغہ روزگار شخصیات میں سے تھے جو اپنی ذات میں انجمن کہلاتے ہیں۔ تعلیمی تبلیغی اور انتظامی صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ ان میں ادارہ قائم کرنے اور انہیں چلانے کا فن بھی آتا تھا جس کا ثبوت ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ ہے جو یقیناً ایک منفرد تحقیقی ادارہ ہے۔

اس ادارہ کی ابتدا "إعلاء السنن" کی طباعت واشاعت سے ہوئی جس کے لئے بیس برس محنت کی گئی اس کے بعد یہ سلسلہ جاری ہے۔

بلاشبہ مولانا نور احمد رحمہ اللہ کے لئے یہ ادارہ صدقہ جاریہ ہے۔

چراغ تلے اندھیرا کے مصداق برسا برس سے ادارۃ القرآن کے قرب میں ہونے اور ذاتی تعلقات ہونے کے باوجود پیشتر ادارۃ القرآن میں حاضری کا

اتفاق نہیں ہوا۔ آج یہ سعادت حاصل ہوئی تو اپنی نا اہلی کا شدید احساس ہوا۔

واقعہ یہ ہے کہ ادارہ کی خدمات بالخصوص قلمی مخطوطات سے جدید انداز میں کتب شائع کرنے کی جو سعی وجہد اور خلوص ولگن دیکھنے میں آیا وہ منفرد ہے۔

مجھے مسرت ہے کہ برادرم مولانا نور احمد ﷫ کی سعی وجہد اور جذبہ وخلوص ان کے صاحبزدگان کی صورت میں زندہ ہے۔ان کا صدقہ جاریہ ادارہ اور ان کی اولاد کی صورت میں باقی ہے اللہ تعالیٰ تادیر جاری وساری رکھے۔ آمین!

محترم جناب رفعت احمد خان صاحب

بزرگ رفیق مولانا نور احمدؒ

صاحب مضمون محترم جناب رفعت احمد خان صاحب مدظلہم حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیض یافتہ منتسبین اور حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں شروع میں محکمہ تعلیم سے وابستہ رہے اس کے بعد ممتاز تبلیغی ادارے عائشہ باوانی وقف کے مذہبی امور کے منتظم اعلیٰ کی حیثیت سے نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ حضرت والد صاحب کے قدیم رفقاء میں سے تھے اسی تعلق کے پیش نظر یہ چند سطور تحریر فرمائی ہیں۔

مولانا نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے بزرگ رفقاء میں سے تھے۔میں ان کی فطری صلاحیتوں کا دل سے معترف ہوں جن کے مظاہر و آثار دارالعلوم کراچی، ادارۃ القرآن، اور متعدد اداروں کی صورت میں نمایاں ہوئے۔

دعوۃ الحق کے ادارے کا سلسلہ بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کراچی میں شروع کیا تھا، یہ وہ ادارہ ہے جس کا آغاز حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا۔ اور کراچی میں مولانا شبیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہمارے شریک کار تھے۔

عملی دنیا میں بھی حضرت مولانا نور احمد صاحبؒ نے دینی نادر، اہم ترین کتب اسلامیہ کی طباعت فرمائی۔ کراچی کا عائشہ باوانی وقف ان کی مساعی جمیلہ کا معترف ہے کہ انہوں نے اس کی مطبوعات کا ذمہ لیا اور دنیا کے اطراف و اکناف میں اشاعت فرمائی۔

مختصراً میں یہ عرض کرتا ہوں کہ حضرت ؒ کے ظاہری و باطنی اوصاف کا میرے دل پر گہرا اثر تھا۔

مجھے امید ہے کہ ان کے اخلاف ان کے نقش قدم پر گامزن ہوں گے بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان کے صاحبزادے اپنے والد بزرگوار ؒ کی روش ہی پر چل رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی مساعی ہر طرح کامیاب اور ماجور عنداللہ ہوں۔

باب پنجم

نوائے دل

تعزیتی پیغامات و خطوط

اور

اخبارات و رسائل

یاد سے تیری دل درد آشنا معمور ہے
جیسے کعبے میں دعاؤں سے فضا معمور ہے

○

ترا ذکر وردِ زباں ہو رہا ہے
یہاں ہو رہا ہے وہاں ہو رہا ہے

○

حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ کی رحلت کے صبر آزما موقعہ پر ملک کے چپہ چپہ سے علماء کرام مشائخ عظام مذہبی وسیاسی رہنماؤں اور زندگی کے ہر شعبہ فکر سے تعلق رکھنے والے بے شمار حضرات نے خود بنفس نفیس تشریف لا کر تعزیت فرمائی مثلاً محترم جناب مولانا ظفر احمد انصاری صاحب ' حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ' حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمہم اللہ محترم جناب قاضی حسین احمد صاحب حال امیر جماعت اسلامی۔ بعض حضرات جو مختلف عوارض یا دوری کی بناء پر عین وقت پر تشریف نہ لا سکے انہوں نے تار یا خطوط ارسال کر کے ہمارے غم کو ہلکا کرنے کی کوشش کی ' خواہ بعد میں خود بھی تشریف لائے ہوں ' یہاں مرسلہ چند مکاتیب وپیغامات پیش خدمت ہیں۔

26
B

حضرت مولانا غلام النصیر صاحب زید مجدہم

حضرت مولانا نور احمد صاحب ﷫ کی رحلت پر تعزیت کے لئے حضرت مولانا غلام النصیر صاحب (چلاسی بابا) دامت برکاتہم خود بھی اپنے بعض احباب کے ساتھ تشریف لائے' نیز ایک مجلس میں اپنی ایک فارسی غزل کے چند ابیات میں حضرت مولانا مرحوم کا وقیع تذکرہ فرمایا ہے۔

یہ ابیات شاعری کا بلند پایہ نمونہ ہونے کے علاوہ جہاں جلیل القدر مرشد کی جانب سے اپنے عظیم مسترشد کی رحلت پر اظہار افسوس کا مرقع ہیں وہاں اس کے لئے خراج عقیدت کا مظہر بھی ہیں۔

رموز معرفت را یک خریدارے نمی یابم
رموز معرفت کا کوئی ایک خریدار بھی میں نہیں پاتا

بدل ماند چگونہ تا بلب اسرار می آید
دل ہی میں رہ جاتے ہیں اسرار کس طرح لب پہ آئیں

چو یاد آید مرا انوار روئے پاک نور احمدؒ
جب مجھے نور احمد صاحبؒ کے پاک چہرے کے انوار یاد آتے ہیں

دریں مغموم دل خار دگر برخار می آید
تو اس مغموم دل میں کانٹوں پر ایک اور کانٹا چبھ جاتا ہے

چو می نالم دریں خانہ بہ ہجر ہمدم مخلص
جب میں اس گھر میں اپنے مخلص دوست کے فراق میں روتا ہوں

خدایا لیں چہ فریاد از درودیوار می آید
خدایا! درودیوار سے یہ کیا فریاد آتی ہے

بہ جلوت نیست بہتر نالہ وزاری بہ کیش ما
جلوت میں آہ وزاری ہمارے دستور میں اچھی نہیں

بہ خلوت اشک از خشمان ما بسیار می آید
ہاں خلوت میں ہماری آنکھوں سے بہت ہی آنسو بہتے ہیں

اگر یاران مجلس جملہ می نالند وسرکوبند
اگر محفل کے تمام دوست روئیں اور سرکوبی کریں

گل رفت دوبارہ کے دریں گلزار می آید
لیکن گل رفتہ دوبارہ اس گلستان میں کیسے آسکتا ہے

بدارد زندگی بسیار کم ہر شخص کارآمد
ہر کارآمد شخص کی بہت کم زندگی ہوتی ہے

چلاسی زاں سبب از زندگی بیزار می آید
چلاسی اسی وجہ سے اپنی زندگی سے بیزار ہوتا ہے

مکتوب گرامی

محترم جناب برھان الدین ربانی صاحب

صدر مملکت افغانستان وصدر جمعیت اسلامی افغانستان

الأخ الكريم فهيم اشرف نور حفظه الله تعالىٰ

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته وبعد!

وصلتنى رسالتكم القيمة مع مجموعة من الكتب من مطبوعات ادارة القرآن والعلوم الإسلامية، وجزاكم الله عنا وعن الإسلام خير الجزاء

وإذ أشكركم على إرسال هذه الهدية القيمة. أدعو الله العلى القدير أن يحفظكم ويرعاكم ويوفقكم وإخوانكم الكرماء في إبقاء تلك المنارة التى تشع منها أنوار المعارف الاسلامية ألا وهى إدارة القرآن التى أنشأها الوالد المغفور رحمة الله عليه

ومما لا جدال فيه أن مولانا نور أحمد رحمه الله كان من خيرة علماء الذين كرّسوا حياتهم لخدمة الإسلام والمسلمين إن المغفور له عند ما التقيت به في أول لقاء بينى وبينه بمدينة بشاور عند ما زار المجاهدين والمهاجرين بعد أن علم بانقلاب شيوعى في أفغانستان وجدته جنديا وفيا يعمل ليلا ونهارا لخدمة الإسلام ولا يريد لقاء ذلك جزاء ولاشكورا. ولا يعلم أحد حتى اليوم أن مولانا

المرحوم كم قدم من ماله الشخصى لصالح القضية الافغانية وأتذكر أن نفقة التليفونات التى كان يستخدمها للاتصالات الخارجية والداخلية لصالح القضية الافغانية في سنة واحدة تفوق عشرات الآلاف، وكم قام بأسفار داخل باكستان وخارجها داعياً المسلمين للوقوف مع المجاهدين، ولا أنسى هذا السفر الطويل الذى رافقنى الشيخ رحمه الله في الدول الخليجية والسعودية وعدد من الدول الإسلامية الأخرى داعيا الشعوب الإسلامية وحكوماتها للوقوف مع المجاهدين ودعم الجهاد، وكان له مواقف جريئة حينما كان يلتقى بعض زعماء المسلمين كان يقول لهم لا تساعدوا المجاهدين ساعدوا انفسكم فوالله لو سقط أفغانستان تحت السيطرة الشيوعية لفقدتم كثيرا مما تملكون اليوم.

جزى الله عالمنا الفقيد عما قدم للاسلام وقد فقدنا بوفاته عالما جليلا ومجاهدا مخلصا وجنديا عظيما من جنود الإسلام الأوفياء رحمه الله وأجزل أجره ورفع درجاته وأسكنه فسيح جناته، ووفق أبناءه الأعزاء ليواصلوا مسيرته، والله أسال أن يوفقنا في اقتفاء مسيرة هولاء العلماء العاملين.

برهان الدين ربانى

مکتوب گرامی

علامہ محقق فقیہ محدث حضرت شیخ
عبد الفتاح ابوغدہ الحلبی حفظہ اللہ ورعاہ

إلى الأخوين العزيزين والحبيبين الفاضلين مولانا الشيخ محمد رفيع العثماني، ومولانا الشيخ محمد تقي العثماني حفظهما الله تعالى وزان بهما العباد والبلاد وبارك في عمرهما الشريف آمين

من أخيهما ومحبهما : عبدالفتاح أبوغدة

السلام عليكم ورحمة الله وبركاته

وبعد فأحمدالله تعالى إليكم، وأرجو أن تكونوا أنتم وسائر من يعز عليكم من الأهل والأحباب بخير شامل وعافية سابغة، لقد عطش قلبي إلى رؤيتكم وتشوقت روحي للائتناس بكم، ولكن شطت الدار، وبعد المزار، وكل شيئ عنده سبحانه بمقدار، جمعني الله تعالى بكم على خير حال وأنعم بال وأفضل مآل.

لقد علمت من قريب بالمصاب الجلل الذي نزل في رحاب الأسرة الطاهرة الكريمة والذرية الصالحة الشريفة بفقد الأخ العالم الفاضل مولانا الشيخ نور أحمد أبي الأشبال الكرام وصاحب الهمة العلياء الصمصام، رحمه الله تعالى وأغدق عليه شآبيب الرحمة والرضوان، وأكرمه بحلل الكرامة في دارالكرامة والإحسان وآجركم أعظم الأجر على هذا المصاب الجلل، أنتم والأخت

الكريمة المصون وأنجاله الأحبة الكرام.

ولقد فقدنا بفقده ركنا عظيما من أركان الخير والعمل لخدمة العلم والإسلام في زمن قل فيه العاملون فإنا لله وإنا إليه راجعون، عوّضكم الله وأنجاله الأكارم الأجر والثواب وجعل فيكم ومنكم خير خلف لخير سلف، وتقبل الله منه جهوده الكبيرة في نشر العلم والسنة المطهرة، وما نشر كتاب "إعلاء السنن" إلا عنوانا على علو همته القعساء وعزيمته العلياء، فجزاه الله عن العلم وأهله والحنفية خير الجزاء، وبلغني منه بالهاتف أنه نهض بطبع "المصنف" لابن أبي شيبه من نسخة تامة غير المطبوعة وذلك زيادة في حسناته إن شاء الله تعالى ولم أرالكتاب بعد! فالله المرجو أن يكرمه ويتقبل منه صالح العمل، ويغفرلي وله السيئات والخطيئات، وهو ولي الإحسان والرحمات بمنه وكرمه، وسلامي وتعزيتي لإخوتي أنجاله الأحبة المحبين جميعا أحسن الله عزائهم، وزاد الله في خيراتهم وبركاتهم ومآثرهم التي هي من حسنات والدهم الراحل الكريم.

وفي الختام استودعكم الله إلى لقاء قريب حبيب إن شاء الله.

والسلام عليكم ورحمة الله

أخوكم المحب المشتاق

عبدالفتاح أبوغدة

الرياض ٢٠ / ٧ / ١٤٠٧هـ

مکتوب گرامی

مفکر اسلام حضرت مولانا
سید ابوالحسن علی ندوی دام اقبالہم

مکرمی زید مجدہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

آپ کے خط سے مولانا نور احمد صاحب کے انتقال پر ملال کی اطلاع ملی جس سے بہت افسوس ہوا' اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ ان کی شائع کردہ کتب ان کے لئے صدقہ جاریہ بنیں گی' اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے ساتھ جملہ اعزہ کو صبر جمیل کی توفیق عطا کرے۔

والسلام

دعاگو ابوالحسن علی

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب دامت برکاتہم

میرے معزز اور مخلص دوست مولانا نور احمد صاحب سابق ناظم دارالعلوم کورنگی گزشتہ دنوں انتقال کر گئے' انا للہ و انا الیہ راجعون، مرحوم سے میرا تعلق چالیس سال سے تھا' دین کی خدمت انہوں نے اپنی زندگی کا مقصد بنالیا تھا اور اسی میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی' اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ مرحمت عطا فرمائے اور اپنے قرب خاص سے نوازے اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور صاحبزادگان کو دین اور علم کا خادم بنائے۔

(بشکریہ اقراء ڈائجسٹ)

استاد الاساتذہ حضرت مولانا مفتی سبحان محمود صاحب زید مجدہم

شیخ الحدیث وناظم اعلیٰ دارالعلوم کراچی

مولانا محترم میرے سب سے بڑے محسن بڑے کمالات کے حامل مردم شناس اور فعّال آدمی تھے مجھے دارالعلوم کراچی لانے والے بھی وہی تھے۔

مکتوب گرامی

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی زید مجدھم

جامعہ اشرفیہ لاہور

عزیزان گرامی قدر
وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

میں عمرہ کے لئے گیا ہوا تھا' واپسی میں کراچی میں مولانا محمد رفیع و محمد تقی کے متعلق معلوم ہوا سفر میں ہیں' جاتے ہوئے ملاقات ہوگئی تھی کوئی بیماری وغیرہ کا بھی ذکر نہیں ہوا تھا واپسی کے بعد اچانک یہ خبر سنی ہے پھر آپ کا خط آگیا' اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائیں حسب دعا جگہ عطا فرمائیں' بہت عمدہ اور بڑا کام شروع کرگئے ہیں' اللہ تعالیٰ اس کو وسیلہ نجات قرار دیں اور آپ سب کو توفیق صبر اور اجر صبر سے نوازیں اور انکے باغ کے نشوونما کی توفیق عطا فرمائیں۔

سن رہا ہوں کہ آپ لوگ ماشاء اللہ اسی نہج پر کام کر رہے ہیں اور خوب کام سنبھال لیا ہے اللہ تعالیٰ برکت ترقی اور دلجمعی عطا فرمائیں کہ انکے لگائے

ہوئے پودے کا پھل ان کو بھی ملتا رہے اور سب مالیوں کو بھی ' سب کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

جمیل احمد تھانوی

جامعہ اشرفیہ لاہور

۲۲/ رجب ۱۴۰۷ھ

مکتوب گرامی

حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی

دامت فیوضہم

بانی و مہتمم مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال: سرگودھا

عزیز مکرم مولوی رشید اشرف صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کئی روز ہوئے ایک رسالہ میں اخی فی اللہ مولانا نور احمد صاحب مرحوم کے حادثہ ارتحال کی خبر پر برخوردار مولوی عبدالقدوس نے پڑھ کر مجھے بتلایا پھر بسلسلہ علاج لاہور کا سفر ہوا تو مولوی محمود اشرف سلمہ سے مزید معلومات حاصل ہوئیں اور یقین آیا ' اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائیں اور تمام متعلقین ولواحقین کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے نوازیں آمین۔

مولانا مرحوم احقر کے پرانے رفیق اور دارالعلوم دیوبند کی تعلیمی اور مسافرانہ زندگی کے ساتھی تھے ' اللہ تعالیٰ نے مرحوم کو بڑی صلاحیتوں سے نوازا تھا اور بڑا فعال اور متحرک انسان بنایا تھا جس کام کے پیچھے لگ جاتے تھے بس کسی نہ کسی طرح اس کو سرانجام دے کر چھوڑتے تھے ' عزم وارادہ کے بت ہی

پختہ تھے' اعلاء السنن' خلاصہ البیان اور کئی دوسری ضخیم کتابوں کی طباعت واشاعت مرحوم کا بڑا کارنامہ ہے نیز دارالعلوم کراچی کی تعمیر و ترقی میں بھی ان کا کردار نمایاں ہے ماشاء اللہ ایسے کارنامے مرحوم کی یاد تازہ کرتے رہیں گے اور ان کے درجات کی بلندی کا سبب بنتے رہیں گے۔

پھر ماشاء اللہ ان باقیات صالحات میں صالح ہی نہیں عالم اولاد بھی شامل ہے' کیسے خوش قسمت تھے کہ تمام صاحبزادگان عالم ہیں' ان شاء اللہ یہ بھی مرحوم کے رفع درجات کا سبب ہوں گے' مکرر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آں مرحوم کو اپنے قرب خاص میں جگہ مرحمت فرمائیں' آمین ثم آمین۔

برخوردار عبدالقدوس سلمہ کی طرف سے بھی سلام مسنون بوحدت مضمون عرض ہے۔

والسلام

سید عبدالشکور ترمذی عفی عنہ

۲۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۷ھ

محترم مولانا ظفر احمد انصاری صاحب

مولانا نور احمد صاحب مرحوم بڑے باکمال اور آہنی عزم وارادے کے مالک تھے۔

مکتوب گرامی

حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب برنی

مہاجر مدنی دامت برکاتہم

عزیزم مولوی رشید اشرف و نعیم اشرف وجملہ اخوان واخوات وامہم
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

مولوی امین اشرف سلمہ سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کو پیارے ہو گئے' انہوں نے ہم سب کو چھوڑ کر سفر آخرت اختیار کیا' فانی دنیا کو چھوڑ کر آخرت باقیہ کی طرف منتقل ہو گئے' اللہ جل شانہ انکو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور درجات بلند فرمائے' فردوس بریں میں جگہ عنایت فرمائے۔

حادثہ تو بہت بڑا ہے اور اچانک ہے لیکن اللہ جل شانہ کی قضا وقدر میں کس کا چارہ ہے' رضا بالقضا مومن کا شعار ہے' آپ سب حضرات اہل علم اور اہل فہم اور اہل عمل ہیں اور والدہ صاحبہ تو صبر واستقامت کا پہاڑ ہیں آپ سب حضرات سے صبر واستقامت ہی کی امید ہے۔

دنیا سے جانا تو سب ہی کو ہے مگر جس نے دینی بہت زیادہ خدمتیں کی ہیں اور آپ حضرات جیسی اولاد صالح اور علماء حفاظ وقراء چھوڑے ہوں وہ معنوی اعتبار سے زندہ ہے۔ع۔

وما مات من کان بقایاہ مثلکم

آپ حضرات جو ایصال ثواب کر رہے ہوں گے وہ تو اپنی جگہ ہے لیکن مستقل ثواب کا ذریعہ جہاں آپ حضرات کی ذوات صالحہ ہیں وہاں ان امور کی انجام دہی بھی ہے جن میں وہ ہمہ تن مشغول تھے' مشورہ سے ہمت کر کے ان کاموں کو جاری رکھیں جو ان کی حیات میں جاری تھے' یہ نہ صرف یہ کہ ان کے

لئے باعث خوشنودی روح ہے بلکہ آپ حضرات کی دنیا و آخرت کے لئے بھی بہتر ہے۔

احقر کی طرف سے والدہ صاحبہ کی خدمت میں سلام اور تعزیت پیش کر دیں' میرے گھر والے بھی غمزدہ ہیں انکی طرف سے بھی سلام اور تعزیت پیش کر دیں۔

والسلام
محمد عاشق الٰہی

مکتوب گرامی

حضرت جی (مولانا انعام الحسن صاحب)
دامت فیوضہم
سرپرست اعلی تبلیغی جماعت

حضرت مولانا نور احمد صاحب کے حادثہ انتقال کی خبر سے قلق ہوا' اللہ جل شانہ مرحوم کی بھرپور مغفرت فرمائے' جنت الفردوس میں داخل فرمائے اور مرحوم کے جملہ پسماندگان کو صبر و اجر عطا فرمائے۔

جانے والوں کے کام آنے والی چیز اب ان کے حق میں دعائے مغفرت اور اعمال خیر کے ذریعہ ایصال ثواب ہی ہے' خدا کرے کہ مولانا مرحوم کے صاحبزادے اس نیت سے باری باری جماعتوں میں بھی وقت لگانے کا اہتمام کر رہے ہوں' اللہ جل شانہ آسان فرمائے' مدد فرمائے۔

بندہ کی طرف سے مولانا کی اہلیہ محترمہ اور سب صاحبزادوں کی خدمت میں سلام مسنون فرما کر تسلی بھی فرمائیں' بندہ دعاگو ہے

فقط
والسلام

مکتوب گرامی

حضرت مولانا نجم الحسن صاحب تھانوی رحمہ اللہ

صدر مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان

عزیزان گرامی قدر! سلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ حادثۂ جانکاہ کی خبر پر مشتمل کل صادر ہوا' اس حادثہ کی اطلاع احقر کو ۱۲/ فروری ۷۸ء کو مل گئی تھی' مولانا کی علالت کی جو کیفیت چل رہی تھی اس کی وجہ سے ہر وقت کھٹکا لگا رہتا تھا اور بالآخر وہ وقت آپہنچا کہ یہ ناشنیدنی خبر سننی پڑی۔

ایک مدت سے تھی خلش جسکی
وہی برچھی جگر کے پار ہے آج

مولانا کو اس عاجز و گنہگار ہیچمداں وگم نام ناکارہ وننگ خلائق کے ساتھ جو شفقت ومحبت کا تعلق تھا' اس کی وجہ سے جو صدمہ ان کی جدائی کا ہوا وہ بیان سے باہر ہے' یہ عاجز آپ حضرات کے غم میں برابر کا شریک ہے' اللہ تعالیٰ انکو اعلیٰ علیین میں اپنے قرب خاص میں مقام عطا فرمائے اور آپ سب حضرات کو اور ہمکو صبر جمیل عطا فرمائے' آمین۔ دل سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے چھوڑے ہوئے سلسلے اور صدقہ جاریہ کو آپ حضرات کے ہاتھوں جاری رکھے' اور آپ حضرات کو صلحاء کے نقش قدم پر چلائے' اور ہمیشہ دین کی خدمت میں لگائے رکھے' آمین۔

برادران عزیز! یہ وقت ہر ایک پر آنا ہے' اور اس سے کوئی مفر نہیں'

مشیت ایزدی اس طرح تھی ' اور اس پر ہم سب کو راضی رہنا فرض ہے کہ یہی سعادت عظمیٰ ہے ' اللہ تعالیٰ ہم سب کو نصیب فرمائے ' آمین - میں بھی دعاؤں کا بہت زیادہ محتاج ہوں اور التجا کرتا ہوں کہ میرے حق میں ضرور دعا فرمایا کریں ' میں انتہائی ممنوں اور شکر گزار ہوں گا ' امید ہے کہ دریغ نہ فرمائیں گے ' آپ کی والدہ ماجدہ صاحبہ زاد اللہ شرفہا کی خدمت میں بھی مضمون واحد عرض ہے اور سلام مسنون -

والسلام
احقر العباد جریح الفواد
نجم الحسن عفی عنہ
۱۸/ فروری ۱۹۸۷ء

مکتوب گرامی

شیخ الحدیث حضرت مولانا نیاز احمد صاحب رحمہ اللہ

بانی جامع العلوم بہاول نگر

محترم عزیزم مولانا رشید اشرف صاحب سلمہ اللہ
السلام علیکم ورحمتہ اللہ

بذریعہ اخبار آپ کے والد مرحوم مولانا نور احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے وصال کی خبر ملی ' بہت صدمہ ہوا ' مولانا مرحوم بندہ کے شریک درس اور دوستوں میں سے تھے اپنی پیرانہ سال کی بناء پر ایک عرصہ سے ان سے ملاقات نہیں ہوئی تھی اور ملاقات و دیدار کی بہت تمنا تھی دیوبند کے ایام میں جب بندہ حضرت استاد مفتی صاحب ﷺ کے محلے کی مسجد کا امام تھا اور مولانا مرحوم حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے خدام میں سے ہوتے تھے اور اکثر ملاقات رہتی تھی '

پاکستان آنے کے بعد بھی بارہا ملاقات ہوئی لیکن اب آخر میں کافی عرصہ سے ملاقات نہ ہوئی تھی 'اگرچہ ان کے احوال معلوم کرواتا رہتا تھا' مولانا مرحوم نے اب جس کام کا بیڑا اٹھایا تھا وہ علمی دنیا میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے ' مولانا کے وصال سے بہت نقصان ہوا '

اللہ تعالیٰ مولانا کو کروڑہا اجر نصیب فرمائے اور اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور آپ سب حضرات کو صبر جمیل اور اس صدمہ عظیم پر اجر کثیر نصیب فرمائے ' آمین ۔

دعاگو

نیاز احمد غفرلہ

مکتوب گرامی

حضرت مولانا عبید اللہ صاحب زید مجدہم

مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

عزیزان من سلمہم اللہ تعالیٰ

سلام مسنون

آپ کے والد محترم حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ کے انتقال سے دلی صدمہ ہوا ' إنا للہ و إنا إلیہ راجعون ۔ ناسازگی طبع کی وجہ سے سفر نہ کر سکا ورنہ حاضر ہو کر تعزیت کرتا ' رب العزت سے دعا ہے کہ وہ مولانا کی علمی و دینی خدمات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں ان کو جگہ عطا فرمائے ' نیز یہ کہ آپ حضرات کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین یارب العالمین ۔

فقط والسلام

عبید اللہ

۱۶/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۷ھ

27 F

مکتوب گرامی

محترم جناب امین عقیل عطاس صاحب حفظہ اللہ ورعاہ

اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل برائے انتظامی ومالیاتی امور رابطہ

انتہائی دکھ کے ساتھ مولانا نور احمد صاحب مرحوم کے انتقال کی خبر سنی' اللہ پاک ان کی مغفرت فرمائے اور جنت میں اعلیٰ مقام پر فائز فرمائے۔ اور پسماندگان کو اس ناقابل تلافی نقصان پر صبر جمیل عطا فرمائے اور اللہ کی مرضی پر برضا صبر کریں۔

إنا لله وإنا إليه راجعون

مکتوب گرامی

محترم جناب حکیم محمد سعید صاحب

بانی مدینۃ الحکمت وچیئرمین ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان

عزیز محترم مولانا (محمد تقی) عثمانی صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

میں تازہ "البلاغ" دیکھ رہا تھا کہ صفحہ ۱۵ پر آکر رک گیا یہ تو ہمارے حضرت مولانا نور احمد صاحب کا ذکر ہے کیسے یقین کروں کہ یہ ان کے سفر آخرت کا ذکر ہے' إنا لله وإنا إليه راجعون۔

حیرت ہے کہ یہ حادثۂ فاجعہ پیش آگیا اور مجھے آج خبر ہو رہی ہے فروری کے چار دن میں پشاور وغیرہ میں رہا' اور پھر ۶/ تا ۱۱/ فروری ۱۹۸۷ء

27 عالمی عناصر کانفرنس میں مصروف رہ کر اسی دن دہلی چلا گیا اور ۲۰ کو واپس آیا
B اس کے بعد سے جگہ جگہ ہوں مگر کسی جگہ بھی تو اس حادثے کا ذکر نہ آیا۔

مولانا مرحوم سے آخری بار لاہور میں علامہ شبیر احمد عثمانی کانفرنس میں ملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا' کیا خبر تھی کہ وہ آخری ملاقات ہوگی' اور ہم ایسے انسان سے محروم ہو جائیں گے کہ ساری زندگی جو مجسم خیر العمل رہا' اور ایسے ایسے کارنامے انجام دیئے کہ حیرت ہوتی ہے' خود دار العلوم ان کی جدوجہد کا مظہر ہے' اور آپ نے "اعلاء السنن" کا ذکر کر کے مجھے اور حیرت میں ڈال دیا کیسے بڑے بڑے کام وہ کر گئے۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا نور احمد صاحب کو جنت الفردوس میں مقام اعلیٰ عطا فرمائے اور ہم سب کو توفیق صبر۔

آپ کا شریک غم

محمد سعید

مکتوب گرامی

حضرت مولانا مفتی سید سیاح الدین صاحب کاکاخیل رحمۃ اللہ علیہ

رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

محترم ومکرم مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب
محترم ومکرم مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زاد اللہ مجدکم
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ کل زبانی کسی نے یہ اطلاع دی کہ کراچی میں مولانا نور احمد صاحب کا اچانک انتقال ہوا ہے' اگرچہ موت کا حادثہ اچانک پیش آنا کوئی مستبعد نہیں' بقول اقبال مرحوم ع۔

کتنی مشکل زندگی ہے کس قدر آسان ہے موت

مقررہ وقت پورا ہو جائے تو دیر نہیں لگتی[1] لیکن طبعاً جو چیز ناگوار ہوتی ہے بآسانی اس کو تسلیم کرنے کے لئے دل آمادہ نہیں ہوتا' لیکن بعد میں تحقیق کرکے متعدد لوگوں سے معلوم ہوا کہ یہ سانحۂ فاجعہ یقینی ہے' إنا للہ و إنا إلیہ راجعون.

۱۵/ جنوری کو قصر ناز کراچی میں ان سے ملاقات ہوگئی تھی اور خوب گفتگو ہوئی' انہوں نے ارکان کونسل کو کھانے کی دعوت دی مگر سب نے عذر پیش کیا کہ آج تو ہم جارہے ہیں پھر کراچی میں اجلاس ہو تو ہم آپ کی دعوت قبول کریں گے۔ کیا معلوم تھا کہ ان کی یہ دائمی مفارقت ان کے تمام اعزہ

---

[1] واقعی کیسی اٹل حقیقت بیان فرمائی اور کس قدر سچی بات تحریر فرمائی کہ خود صاحب مکتوب (مفتی سیاح الدین صاحب) اس تعزیتی خط کے چند ہی روز بعد دو ماہ سے بھی کم مدت میں ۲۲/ اپریل ۱۹۸۷ء بروز پنج شنبہ حسن ابدال کے قریب ٹریک کے ایک حادثہ میں جاں بحق ہو گئے إنا للہ وإنا إلیہ راجعون. ر۔ا

واقارب اور احباب کو ان کی صلاحیتوں کے استفادہ سے محروم کرے گی۔ انہوں نے نایاب علمی کتابوں کی اشاعت کا اور دینی کتابوں کے مہیا کرنے کا جو اہتمام فرمایا تھا وہ انکی بہت بڑی دینی اور علمی خدمت تھی ' اللہ تعالیٰ ان کے ان نیک ارادوں اور دینی خدمات کو قبول فرماکر اجروثواب اور جنت الفردوس کی ابدی خوشیوں کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنائے اس حادثۂ فاجعہ کے موقع پر مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کے ساتھ ساتھ آپ حضرات کو اور ان کے صاجزادوں کو تعزیت اور تسلی کے یہ کلمات پیش کر رہا ہوں ' اللہ تعالیٰ ان کے صاجزادوں کو ان کی جانشینی اور ان کی طرح علمی خدمات سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے اور جس کام کا انہوں نے آغاز فرمایا تھا اس کی تکمیل احسن طریقہ سے وہ کر سکیں۔ آمین

سید سیاح الدین کاکاخیل عفی عنہ

مکتوب گرامی

محترم جناب شیخ راحت گل صاحب مد ظلہم

مدیر وموسس مرکز العلوم الاسلامیہ

محترم المقام حضرت مولانا اشرف صاحب بن مولانا نور احمد نور اللہ مرقدہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

مجھے جناب مولانا عبداللطیف صاحب پنج شیری کی زبانی حضرت مولانا نور احمد صاحب مرحوم کی رحلت کا معلوم ہو کر بہت افسوس ہوا' ان سے میرا تعارف اس وقت ہوا جب مسٹر بھٹو صاحب نے پہلی بار سوشلزم کا نعرہ لگایا اور حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی رحمہ اللہ نے سوشلزم کے خلاف پورے ملک میں طوفانی دورہ کر کے اس کافرانہ نظام کے خلاف تحریک چلائی تو آپ کے والد بزرگوار" جامعہ اکوڑہ خٹک میں میرے پاس تشریف لائے اور ہم نے مل کر صوبہ سرحد کے لئے دورہ کرنے کا پروگرام بنایا اور سب سے پہلا علماء کا اجلاس

اکوڑہ خٹک میں منعقد کیا' میں اس اجلاس کے لئے استقبالیہ کا صدر تھا' اسکے بعد مدت گزری ان سے ملاقات کا شرف نہ مل سکا۔ بہرحال میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ مرحوم کو جنت الفردوس کے بہترین مقامات نصیب ہوں اور پسماندگان کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا فرماوے خدمات لائق کے لئے حاضر ہوں۔

راحت گل

۲۳/ ۶/ ۱۴۰۷ھ

مکتوب گرامی

مولانا مفتی قاضی بشیر احمد صاحب دام اقبالہم

قاضی ضلع پلندری و مہتمم مدرسہ امداد الاسلام

ھاڑی گہل ضلع باغ آزاد کشمیر

بخدمت گرامی قدر برادر مکرم جناب حضرت مولانا رشید اشرف صاحب زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل ہی عزیز منظور صاحب کے خط سے یہ انتہائی افسوس ناک خبر ملی کہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا المکرم (نور اللہ مرقدہ) یکم فروری کو اللہ کو پیارے ہوگئے' إنا للہ و إنا إلیہ راجعون اس خبر پر میں بہت غم ناک ہوگیا اور سکتہ سا طاری ہوگیا' ان کی ذات گرامی صرف ہمارے لئے ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کے لئے سرمایہ گرانمایہ تھی' دل دردمند اور فکر ارجمند کی حامل تھی' عالم اسلام پر جب بھی کوئی مصیبت آئی تو انکے لیل ونہار مسلمانوں کی کامیابی کی فکر میں گزرتے' حضرت کی ذات گرامی سے صرف آپ ہی یتیم نہیں ہوئے بلکہ عالم اسلام ایک مونس اور غمخوار سے محروم ہوگیا ہے اور خصوصاً اہل پاکستان تو یتیم ہی ہوگئے ہیں' ایسی شخصیات جو سب کے لئے ابر رحمت ہوں کبھی کبھی پیدا ہوتی ہیں' ان حضرات کا اٹھ جانا نیک فال نہیں ہے' اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور آپ اور دیگر لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین۔

خاص کر اس وقت آپ کا بہت ہی خیال آ رہا ہے آپ نے یہ صدمہ کیسے برداشت کیا ہو گا آپ کے اوقات کس درد و کرب میں گزرتے ہوں گے۔

لیکن پیارے عزیز! اللہ تعالیٰ سے راضی رہنا اور اس کی مرضیات پر صابر وشاکر رہنا ہی مومن کا بنیادی فریضہ ہے' مرضی مولیٰ ازہمہ اولیٰ' اس وقت اس خبر سے میرا اپنا ذہن ماؤف سا ہو گیا ہے میں کن الفاظ سے آپ کو سہارا دوں' نہیں ملتے۔ اپنے مدرسے کے طلباء کو جمع کیا ہے اساتذہ اور طلباء سے حضرت مرحوم نور اللہ مرقدہ کے حق میں ایصال ثواب بھی کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے حسنات کو قبول فرمائے اور درجات کو بلند فرمائے آمین انشاء اللہ میں دوبارہ خط لکھوں گا' دعا کی درخواست ہے' والسلام۔

شریک غم بندہ
بشیر احمد عفا اللہ
۸/ ۲/ ۸۷ء

مکتوب گرامی

جناب محترم سید محمد متین ہاشمی صاحب

ڈائریکٹر ریسرچ سیل

محترم المقام!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

آپ کے گرامی نامہ سے یہ معلوم کر کے سخت صدمہ ہوا کہ آپ کے والد گرامی اچانک وفات پاگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون آپ لوگوں کو شاید معلوم نہ ہو مولانا موصوف سے میرے بہت دیرینہ اور گہرے مراسم تھے اور یہ اس وقت سے تھے جب مولانا اطہر علی صاحب مرحوم زندہ تھے اور میں مشرقی پاکستان "نظام اسلام پارٹی" سے وابستہ تھا۔ بہرصورت اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور آپ حضرات کو ان کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے میں

نے ان کے لئے دعائے مغفرت کی ہے اور انشاء اللہ کرتا رہوں گا۔

وہ آپ لوگوں کی بہت تعریفیں کیا کرتے تھے اور ان کو اس بات کا یقین تھا کہ آپ سب بھائی مل جل کر اس پودے کو ایک تناور درخت بنائیں گے جس کا انہوں نے بیج ڈالا تھا ماشاء اللہ آپ سب بھائی عالم وفاضل ہیں اور اگر آپ توجہ فرمائیں تو بہت جلد ان اہداف تک پہنچ سکیں گے جو ہمہ وقت مولانا مرحوم کے پیش نظر رہے۔

والسلام

مکتوب گرامی

مولانا سید حبیب الحق ندوی صاحب

ڈربن یونیورسٹی

عزیزان گرامی قدر سلام ورحمت فروان

کراچی سے ۲ فروری کو عمرہ کی روانگی کے وقت کوئی نصف گھنٹہ قبل حضرت مولانا نور احمد کی اچانک رحلت کی خبر ملی جو جانکاہ تھی اور ناقابل یقین بھی، موت کا وقت تو مقرر اور محدود ہے، یہی انسانی صبر کا سہارا ہے، میرا تعلق حضرت مولانا کے ساتھ محض چند دن رہا، کراچی سے پشاور اور وہاں سے اسلام آباد کے سفر میں ہمہ وقت وہ توحید اور تصوف کے اعلیٰ مباحث پر روشنی ڈالتے رہے اور میں برابر غور سے سنتا رہا، یہ معلوم نہ تھا کہ وقت قریب آتا جارہا ہے اور دار فانی سے رخصتی کی تیاری ہے، بس اسی کا نام دنیا ہے۔

"یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی" (آمین)

دلی دعا ہے کہ واصلین اور عزیزان کو اللہ صبر جمیل عطا کرے، انسان جب گزر جاتا ہے تو اس کی تلافی ممکن نہیں ہے، اس خلاء کو پر نہیں کیا جاسکتا ہے، جو کام حضرت مولانا نے کئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو قبول فرمائے آمین۔

میں نے مرحوم کی مغفرت کے لئے سرکار مدینہ کے دربار میں دعا کی کہ اللہ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین۔

مکتوب گرامی

محترم جناب محمد احمد قمر صاحب حفظہ اللہ

عزیزان گرامی مولانا امین اشرف صاحب وجملہ برادران سلمہم اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وبعد: ہمارے مربی وبزرگوار حضرت مولانا الشیخ نور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کے اچانک انتقال پر ملال کی خبر سن کر ہم سب کو انتہائی افسوس ہوا' فإنا للہ و إنا إلیہ راجعون۔

اللہ رب العزت مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرماویں اور آپ حضرات وجملہ پسماندگان کو اپنے فضل وکرم سے صبر جمیل عطا کریں۔ والسلام۔

اخوکم محمد احمد قمر

مکتوب گرامی

محترم جناب محمد اقبال قریشی صاحب زید مجدہم

برادر عزیز سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمیشہ خیریت سے رکھیں' آمین' روزنامہ "جنگ" سے آں محترم کے والد گرامی قدس سرہ کی وفات حسرت آیات کا علم ہو کر دلی صدمہ ہوا' حق تعالیٰ شانہ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائیں اور انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں اور درجات بلند فرمائیں اور آپ سب لواحقین کو صبر

جمیل کی توفیق عطا فرمائیں آمین۔

ایسے وقت اللہ تعالیٰ کے حاکم اور حکیم ہونے کا مراقبہ بہت نفع دیتا ہے' چونکہ اللہ تعالیٰ حاکم ہیں اس لئے انکے امر میں کسی چون وچرا کی گنجائش نہیں مگر چونکہ ساتھ ہی وہ حکیم بھی ہیں اس لئے ان کے ہر امر میں حکمت ہوتی ہے خواہ وہ حکمت ہماری سمجھ میں نہ آئے' مزید اگر فرصت ہو تو احقر کی مرتبہ کتاب "علاج غم" مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور کا مطالعہ فرمائیں۔

مرحوم نے آخر عمر میں تو قابل رشک دینی خدمات سرانجام دیں' حق تعالیٰ شانہ قبول فرمائیں اور اپنی جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائیں۔ آمین

والسلام مع الاحترام

دعاگو دعاجو

محمد اقبال قریشی

اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

مکرمی ومحترمی مولانا قاسم اشرف صاحب

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد میں حضرت مولانا نور احمد صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر نہایت رنج وغم سے سنی گئی' جناب چیئرمین ڈاکٹر عبدالواحد جے ہالیپوتا کی صدارت میں کونسل کے افسران اور عملے کا ایک تعزیتی اجلاس ہوا' جس میں جناب چیئرمین صاحب نے مرحوم کی دینی اور عملی خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا' خصوصا قدیم علمی سرمایہ کو محفوظ کرنے اور اس کی نشرواشاعت کے سلسلے میں مولانا صاحب کی طرف سے طباعتی سرگرمیوں اور خدمات کو خراج عقیدت پیش کیا' موتمر عالم اسلامی کی پاکستان میں تنظیم اور مولانا صاحب مرحوم کی اس سلسلہ میں خدمات پر روشنی ڈالی' جناب چیئرمین نے فرمایا

کہ حدیث نبوی ﷺ اور فقہ کے قدیم سرمائے کی اشاعت کا بیڑا اٹھانا مولانا مرحوم کی ہمت واستقلال کا نتیجہ تھا' بہت کم سرمائے کے باوجود آپ نے یہ ذمہ داری نبھائی اور ایک ادارہ قائم کر دیا' حالانکہ اس وقت بڑے بڑے مالدار ادارے بھی ایسے کام کو ہاتھ ڈالتے ہوئے تذبذب کا شکار ہیں" اعلاء السنن" ایسی کئی جلدوں میں پھیلی ہوئی ضخیم کتاب کی طباعت مولانا صاحب کا ایسا کارنامہ ہے جو اشاعت حدیث کی تاریخ میں سنہرے حروف سے لکھا جائے گا' ایسی عظیم ذمہ داری مولانا صاحب جیسے باہمت مرد مومن ہی انجام دے سکتے تھے' فقہ حنفی کی خدمات کے سلسلہ میں "محیط برہانی" کے نایاب نسخے کا مدینہ منورہ اور گڑھی افغاناں پاکستان سے حصول بھی حضرت مولانا کے اہم کارناموں میں سے ایک ہے جس کی نقول انہوں نے اسلامی نظریاتی کونسل کو بھی مہیا فرمائیں' اگر عمر عزیز کچھ اور وفا کرتی تو شاید اس سے بھی بڑھ کر زیادہ قیمتی ذخیرہ کتب کو منصہ شہود پر لانے کا انہیں موقع مل جاتا۔ مرحوم نے ایک قلیل عرصہ میں نہایت وقیع خدمات انجام دیں' کونسل کا یہ اجلاس حضرت مولانا کی وفات حسرت آیات کو ملت اسلامیہ کے لئے بالعموم اور علمی حلقوں کے لئے بالخصوص ایک عظیم المیہ تصور کرتا ہے۔

اس اجلاس کی دعا ہے کہ رب العزت دینی اشاعت وطباعت کے لئے مولانا کے لگائے ہوئے پودے کو آپ کے فرزندان ارجمند کے ذریعہ بڑھنے اور پھلنے پھولنے کا موقع دے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

والسلام مع الاکرام

خیر اندیش

امین اللہ

سیکریٹری اسلامی نظریاتی کونسل

روزنامہ نوائے وقت کراچی

پیر ۳ جمادی الثانیہ ۱۴۰۷ھ ۲/ فروری ۱۹۸۷ء

ممتاز عالم دین مولانا نور احمد وفات پاگئے

دل کا دورہ جان لیوا ثابت ہوا' مرحوم کی عمر ۶۵ سال تھی 'تحریک پاکستان کے صف اول کے علماء میں شامل تھے

کراچی یکم فروری (وقائع نگار) معروف عالم دین اور موتمر عالم اسلامی کے شعبہ دعوت وارشاد کے ڈائریکٹر مولانا نور احمد گزشتہ شب پونے بارہ بجے دل کا دورہ پڑنے کے بعد وفات پاگئے' مرحوم کی عمر ۶۵ سال تھی' وہ دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر فضلاء میں سے ایک تھے' مرحوم مولانا شبیر احمد عثانی ؒ' مولانا ظفر احمد عثانی ؒ اور مولانا مفتی محمد شفیع ؒ کے ہمراہ دینی اور تحقیقی کام کر چکے ہیں۔ مولانا نور احمد دارالعلوم کراچی کے تاسیسی رکن اور ناظم اعلیٰ بھی رہ چکے ہیں' ادارہ "دعوۃ الحق" کے مدیر کی حیثیت سے بھی آپ نے اپنی جلیل القدر خدمات انجام دیں اور گزشتہ پندرہ سال سے موتمر عالم اسلامی کے شعبہ دعوت اور ارشاد کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے بھی نمایاں خدمات انجام دیں' جہاد افغانستان سے وابستہ مجاہدین کی امداد کے لئے آپ نے نمایاں خدمات انجام دیں اور وفات سے چند روز قبل بھی آپ اسی سلسلہ کے ایک مشن کے سفر سے لوٹے تھے' پانچ سال پہلے آپ نے ایک عظیم علمی تحقیقی اور اشاعتی ادارے کی بنیاد ڈالی' اس ادارہ نے اپنی مختصر مدت میں قران کریم 'تفسیر' حدیث اور فقہ کی نایاب کتابوں کی اشاعت کا انقلابی اہتمام کیا' مرحوم کے قائم کردہ "ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ" نے اہم ترین علمی شاہکار شائع کئے' مرحوم اپنی ذات میں ایک انجمن تھے' مولانا نور احمد کی نماز جنازہ آج دوپہر دو بجے دارالعلوم کورنگی میں ادا کی گئی جس میں علمائے کرام طلباء اور معززین نے شرکت

کی، امامت کے فرائض مولانا ولی حسن نے ادا کیے، مرحوم کو دارالعلوم کراچی کے قبرستان میں مفتی محمد شفیع اور ڈاکٹر عبدالحیؒ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا، مرحوم نے پسماندگان میں ایک بیوہ پانچ لڑکے اور پانچ لڑکیاں چھوڑی ہیں۔

جنگ کراچی

پیر ۳ جمادی الثانیہ ۱۴۰۷ھ ۲/ فروری ۱۹۸۷ء

کراچی (اسٹاف رپورٹر) ممتاز عالم دین اور موتمر عالم اسلامی کے ڈائریکٹر دعوۃ وارشاد مولانا نور احمد کو اتوار کی سہ پہر دارالعلوم کراچی (کورنگی) میں مفتی محمد شفیع اور ڈاکٹر عبدالحیؒ کے دامن میں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں سپرد خاک کر دیا گیا إنا لله و إنا إليه راجعون ان کی نماز جنازہ دارالعلوم میں مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی نے پڑھائی اور ہزاروں کی تعداد میں علمائے کرام اور شہریوں نے شرکت کی، جن میں مولانا ظفر احمد انصاری، مولانا اسفندیار، جناب اسماعیل مینائی، مفتی احمد الرحمٰن، مولانا سلیم اللہ خان، مولانا طاسین، مولانا سعید الدین شیرکوٹی، مولانا خالد اکرام اللہ، مولانا حسن مثنی ندوی، محمد اسعد تھانوی، ڈاکٹر جمیل احمد خان، ڈاکٹر احسن الزمان، مولانا طیب کاشمیری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مولانا نور احمد کی عمر ۶۵ سال تھی، اور انہوں نے پسماندگان میں بیوہ کے علاوہ پانچ بیٹے اور پانچ بیٹیاں چھوڑی ہیں، وہ مفتی اعظم پاکستان محمد شفیع مرحوم کے داماد تھے، وہ دارالعلوم دیوبند کے قابل قدر فضلاء میں ایک تھے اور انہوں نے مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا مفتی شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تحریک پاکستان میں کام کیا، وہ دارالعلوم کراچی کے تاسیسی رکن تھے اور اس کے ناظم اعلیٰ کی حیثیت سے اس کی ابتدائی تعمیر و ترقی میں نمایاں کام کیا، وہ اس وقت ادارۃ القرآن والعلوم اسلامیہ کے مدیر العام کی حیثیت سے قرآن کریم، حدیث نبوی اور فقہ کی کتب کی اشاعت میں مصروف تھے اور ان کا سب

سے بڑا کارنامہ مفتی ظفر احمد عثمانی کی عربی زبان میں ۲۲ جلدوں پر مشتمل اعلاء السنن کی اشاعت ہے جس کی تمام عالم اسلام میں زبردست پذیرائی ہوئی' وہ عربی زبان کے نایاب اور قلمی نسخوں کے حصول اور انہیں زیور طباعت سے آراستہ کرنے کے کام میں اس قدر محو تھے کہ اپنی ضعیف العمری کی پرواہ کئے بغیر ایسے نسخوں کی تلاش کے لئے طویل سفر کئے اور متعدد ایسے نادر قلمی نسخے حاصل بھی کر لئے تھے۔

سواد اعظم اہل سنت پاکستان کے مرکزی رہنماؤں مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی' مولانا سلیم اللہ خان' مفتی احمد الرحمٰن' مولانا اسفند یار خان' مولانا اسعد تھانوی نے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع مرحوم کے داماد ممتاز عالم دین مولانا نور احمد کی وفات پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ان کی وفات علمائے کرام اور عوام کے لئے عظیم المیہ ہے اور یہ خلا شاید پھر کبھی پر نہ ہو سکے' سواد اعظم اہل سنت کراچی کے رہنماؤں مولانا اقبال اللہ' مولانا قاری طیب نقشبندی' مولانا شیر احمد نقشبندی' مولانا حافظ عبدالقیوم نعمانی' مولانا عادل' مولانا گلزار شاہ' مولانا عبدالرحمٰن خطیب' مولانا شمس الحق مشتاق' مولانا جمیل خان' مولانا سالک ربانی' مولانا زرین شاہ' مولانا قاری محمد امین' مولانا محمد یونس' مولانا عبدالقیوم' مولانا عبدالمجید سربازی' مولانا عبدالحق حقانی' مولانا فیض اللہ آزاد' مولانا انور فاروقی' مولانا قاری گل رحمان' مولانا حفیظ الرحمٰن' مولانا قاری محمود شاہ' مولانا عبداللہ' مولانا فیض محمد فیض مولانا بشیر احمد کشمیری' مولانا محمد طیب کشمیری' مولانا ممتاز احمد' مولانا عبدالقیوم طاہر' مولانا قاری سیف اللہ ربانی' مولانا محمد عثمان' منیر احمد عثمانی' قاری محمد عمران خان' جاوید اقبال' محمود گلنام نے بھی مولانا کی وفات پر اپنے دلی صدمہ و افسوس کا اظہار کیا۔

مجلس تحفظ حقوق اہل سنت وجماعت کے رہنما مولانا عبدالشکور دین پوری' علامہ سید عبدالمجید ندیم شاہ' الحاج عبدالستار میمن' مولانا عبدالرحمٰن

رحمانی، قاری خلیل احمد بندھانی، قاری عبدالخالق، حافظ محمد سلیم ربانی، شیخ نثار احمد، جمشید گل، بخاری، عبدالغفور میمن اور قاری ظہیر احمد بندھانی، سواد اعظم اہل سنت چترال کے سیکرٹری جنرل قاری فیض اللہ چترالی نے ان کی وفات کو عالم اسلام کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان قرار دیا۔

روزنامہ جسارت کراچی

پیر ۲ جمادی الثانیہ ۱۴۰۷ھ ۲/فروری ۱۹۸۷ء

موتمر عالم اسلامی کے شعبہ دعوت وارشاد کے ڈائریکٹر مولانا نور احمد انتقال کر گئے

مرحوم مفتی شفیع کے داماد اور مفتی محمد رفیع عثمانی کے بہنوئی تھے

سواد اعظم اہل سنت کے رہنماؤں کے پیغامات تعزیت

کراچی یکم فروری (پ ر) معروف عالم دین اور موتمر عالم اسلامی کے دعوت وارشاد کے ڈائریکٹر مولانا نور احمد گزشتہ روز یہاں انتقال کر گئے، مرحوم کی عمر ۶۵ برس تھی، وہ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع کے داماد اور مفتی محمد رفیع عثمانی کے بہنوئی تھے اور دار العلوم دیوبند کے قابل قدر فضلاء میں سے تھے، ان کے تحریک پاکستان کے صف اول کے علماء ومشائخ جن میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی، اور مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع رحمہم اللہ اور جماعت اسلامی کے چوہدری غلام محمد مرحوم سے خصوصی روابط تھے، پاکستان ہجرت کے بعد مرحوم مختلف علمی دینی اور رفاہی اداروں سے وابستہ رہے اور مولانا مفتی محمد شفیع کی حیات میں وہ دار العلوم نانکواڑہ کے ناظم بھی رہے اور دعوت حق کے مدیر اور گزشتہ پندرہ برس سے موتمر عالم اسلامی کے شعبہ دعوت

وارشاد کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے انہوں نے قابل قدر خدمات انجام دیں ' جہاد افغانستان سے آپ کی وابستگی والہانہ تھی اور وفات سے دو روز پیشتر ہی وہ اسی سلسلہ کے ایک مشن سے لوٹے تھے ' مرحوم کی نماز جنازہ دو پہر دو بجے دارالعلوم کورنگی میں ادا کی گئی جس میں شہر کے معروف علماء کرام ' طلبہ ' معززین اور عوام کی بڑی تعداد نے شرکت کی انہیں دارالعلوم کورنگی کے قبرستان میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع اور عارف باللہ ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا ہے۔

دریں اثناء سواد اعظم اہل سنت پاکستان کے مرکزی رہنماؤں مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی ' مولانا سلیم اللہ خان ' مولانا مفتی احمد الرحمٰن ' مولانا محمد اسفندیار خان ' مولانا اسعد تھانوی نے ایک مشترکہ بیان میں دارالعلوم کراچی کے صدر مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی کے بہنوئی ممتاز عالم دین مولانا نور احمد کی وفات پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ان کی وفات علمائے کرام کے لئے بالخصوص اور عوام الناس کے لئے بالعموم ایک بڑا المیہ ہے اور یہ خلا اب شاید ہی کبھی پر ہو سکے ' ان رہنماؤں نے مولانا مرحوم کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے اپنی زندگی اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر رکھی تھی اور دین اسلام اور مسلک حقہ کی تبلیغ و ترویج کے لئے ان کی قربانیوں کو فراموش نہیں کیا جا سکتا ' سواد اعظم اہل سنت کراچی کے رہنماؤں مولانا اقبال اللہ ' مولانا قاری طیب نقشبندی ' مولانا بشیر احمد نقشبندی ' مولانا حافظ عبدالقیوم نعمانی ' مولانا عادل ' مولانا گلزار شاہ ' مولانا عبدالرحمٰن خطیب ' مولانا شمس الحق مشتاق ' مولانا جمیل خان ' مولانا سالک ربانی کے علاوہ ضلعی رہنماؤں میں مولانا زرین شاہ ' مولانا قاری محمد امین ' مولانا محمد یونس ' مولانا عبدالقیوم ' مولانا انظر گل ' مولانا ہدایت اللہ ' مولانا سبحان محمود ' مولانا عبدالحق ' مولانا عبدالمجید بھی شامل ہیں۔

جسارت

پیر ۲ جمادی الثانی ۱۴۰۷ھ ۲/فروری ۱۹۸۷ء

مولانا نور احمد پیکر عزم وہمت اور استقامت کا نشان تھے
مرحوم کی دینی وعلمی خدمات کو علماء کا خراج عقیدت

کراچی ۲/فروری (پ ر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا منظور احمد، مولانا سعید احمد، تنظیم اشاعت التوحید والسنہ کے مرکزی رہنماؤں مفتی محمد اکمل، قاری ہارون مطیع اللہ اور جمعیت علماء اسلام کراچی کے عہدیداران نے مولانا نور احمد کی وفات پر دلی رنج وغم کا اظہار کیا ہے، انہوں نے کہا کہ مولانا مرحوم قحط الرجال کے اس دور میں عزم وہمت اور استقامت کا نشان تھے انہوں نے اپنی زندگی تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر دی تھی ان کی وفات سے علم وعمل کا ایک چراغ گل ہوگیا جس کی تلافی ممکن نہیں انہوں نے مرحوم کے لواحقین سے دلی تعزیت کا اظہار کیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے (آمین) اور مرحوم کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

دریں اثناء سواد اعظم اہل سنت پاکستان کے منیر احمد عثمانی، قاری محمد عرفان اور لائنز ایریا یونٹ کے رہنما شجاع الدین اور مدرسہ سعیدیہ تعلیم القرآن پٹھان کالونی کے صدر مولانا قاری محمود شاہ اور دیگر علماء ومعززین نے بھی مولانا نور احمد کی وفات پر گہرے دکھ اور صدمہ کا اظہار کیا، ایک مشترکہ بیان میں انہوں نے کہا کہ مولانا کی دینی وملی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا، انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کے درجات بلند کرے۔

جنگ کراچی

پیر ۳ جمادی الثانیہ ۱۴۰۷ھ ۲/فروری ۱۹۸۷ء

مولانا نور احمدؒ کی وفات عظیم المیہ ہے
تنظیم تحفظ اہل سنت کے رہنماؤں کی تعزیت

حیدر آباد (نمائندہ جنگ) تنظیم تحفظ عقائد اہل سنت والجماعت پاکستان کے صدر محمد یونس قریشی اور سیکرٹری اطلاعات ارشد علی شیخ نے ایک مشترکہ بیان میں مفتی محمد شفیع مرحوم کے داماد ممتاز عالم دین مولانا نور احمد کی وفات پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ان کی وفات علمائے کرام اور عوام کے لئے عظیم المیہ ہے اور یہ خلا شاید پھر کبھی پر نہ ہو سکے۔ انہوں نے مولانا مرحوم کی وفات کو عالم اسلام کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان قرار دیا' انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور سوگوار خاندان کو یہ عظیم صدمہ برداشت کرنے کی ہمت دے۔

نوائے وقت

پیر ۳ جمادی الثانیہ ۱۴۰۷ھ ۲/فروری ۱۹۸۷ء

مولانا نور احمد کی وفات عظیم المیہ ہے
مختلف علماء کرام کا اظہار تعزیت

کراچی کیم فروری (پ ر) سواد اعظم اہل سنت پاکستان کے مرکزی رہنماؤں مفتی ولی حسن ٹونکی' مولانا سلیم اللہ خان' مولانا مفتی احمد الرحمٰن' مولانا محمد اسفند یار خان' مولانا محمد اسعد تھانوی نے دارالعلوم کراچی کے صدر مفتی رفیع عثمانی کے بہنوئی اور ممتاز عالم دین مولانا نور احمد کی وفات پر اپنے دلی رنج و غم کا اظہار

28 B

کرتے ہوئے کہا کہ ان کی وفات علماء کرام اور عوام کے لئے عظیم المیہ ہے اور یہ خلا شاید کبھی پر ہو سکے ' سواد اعظم اہل سنت کے رہنماؤں نے مولانا مرحوم کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے اپنی تمام تر زندگی اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر رکھی تھی اور مولانا مرحوم کی دین اسلام اور مسلک حقہ کے لئے تبلیغ و ترویج کے لئے انکی قربانیوں کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ سواد اعظم اہل سنت کراچی کے رہنماؤں مولانا اقبال اللہ ' مولانا قاری طیب نقشبندی ' مولانا شبیر احمد نقشبندی ' مولانا حافظ عبدالقیوم نعمانی ' مولانا گلزار شاہ ' مولانا عبدالرحمٰن خطیب ' مولانا عادل ' مولانا شمس الحق مشتاق ' مولانا جمیل خان ' مولانا سالک ربانی ' مولانا زرین شاہ ' مولانا قاری محمد امین ' مولانا محمد یونس ' مولانا عبدالقیوم ' مولانا انظر شاہ ' مولانا ہدایت اللہ ' مولانا سبحان محمود ' مولانا انور فاروقی ' مولانا قاری گل رحمٰن ' مولانا حفیظ الرحمٰن ' مولانا حفظ الرحمٰن ' مولانا قاری محمود شاہ ' مولانا عبداللہ ' مولانا فیض محمد فیض ' مولانا شبیر احمد کشمیری ' مولانا محمد طیب کشمیری ' مولانا ممتاز احمد ' مولانا عبدالقیوم طاہر ' مولانا قاری سیف اللہ ربانی ' مولانا محمد عثمان ' مولانا منیر احمد عثمانی ' قاری محمد عرفان ' جاوید اقبال ' محمد گلنام کے علاوہ ہزاروں سوگوار طلبہ اور سواداعظم کے کارکنوں نے مولانا کی وفات کو عظیم المیہ قرار دیا ہے۔

نوائے وقت

پیر ۳ جمادی الثانیہ ۱۴۰۷ھ ۲/فروری ۱۹۸۷ء

مولانا نور احمد کی وفات پر علماء کا اظہار تعزیت

کراچی یکم فروری (پ ر) مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع کے داماد اور ممتاز عالم دین مولانا نور احمد کی وفات پر مجلس کے مرکزی رہنما مولانا عبدالشکور دین پوری ' علامہ سید عبدالمجید ندیم شاہ 'کراچی ڈویژن کے رہنما

الحاج عبدالستار میمن 'مولانا عبدالرحمٰن' قاری خلیل احمد بندھانی' قاری عبدالخالق' حافظ محمد سلیم ربانی' شیخ نثار احمد' جمشید گل بخاری' عبدالغفور میمن اور قاری ظہیر احمد بندھانی نے ایک تعزیتی پیغام میں ان کی وفات کو عالم اسلام کے لئے عظیم سانحہ قرار دیتے ہوئے کہا کہ مولانا کی وفات سے علم وعمل کا ایک روشن چراغ گل ہوگیا جس کی تلافی ناممکن ہے' انہوں نے کہا کہ مولانا کے دل میں دینی مدارس کی ترقی کا جذبہ تھا جس کی وجہ سے ہزاروں مدارس کو ان کے ذریعہ سے عروج نصیب ہوا' اور وہاں سے جید عالم پیدا ہوتے رہے اور پیدا ہوتے رہیں گے۔

روزنامہ امن کراچی ۲/فروری ۱۹۸۷ء

اظہار تعزیت

کراچی ۲/فروری (پ ر) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے رہنماؤں مولانا محمد یوسف لدھیانوی' مولانا منظور احمد الحسینی' مولانا سعید احمد' مولانا انور فاروقی' مولانا محمد یوسف' حافظ حنیف احمد ندیم' اور دیگر اراکین نے ممتاز عالم دین مولانا نور احمد کی اچانک وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے اسے اسلامیان پاکستان کے لئے ایک ناقابل تلافی نقصان قرار دیا ہے۔

نوائے وقت

بدھ ۱۲ جمادی الثانی ۱۴۰۷ھ ۱۱/فروری ۱۹۸۷ء

مولانا نور احمد کی یاد میں موتمر کا تعزیتی اجلاس

کراچی ۱۰/ فروری (نامہ نگار خصوصی) موتمر العالم الاسلامی کا ایک تعزیتی اجلاس زیر صدارت ڈاکٹر انعام اللہ خان منعقد ہوا' جس میں مولانا نور احمد

کی وفات پر قرارداد منظور کی گئی ' قرارداد میں کہا گیا ہے کہ مولانا کا تعلق موتمر سے بہت پرانا تھا وہ گزشتہ پندرہ سال سے موتمر کے شعبہ دعوت وارشاد کے اعزازی ڈائریکٹر کی حیثیت سے منسلک تھے اور امت مسلمہ کی مشکلات و مسائل کے حل کے لئے موتمر کے مقاصد کو آگے بڑھانے میں نمایاں کردار ادا کرتے رہے ' انہوں نے کہا کہ نجی سرمائے سے اسلام کا دینی اور تبلیغی لٹریچر بڑے پیمانے پر دوسرے ممالک میں تقسیم کرایا انہوں نے ڈاکٹر انعام اللہ خان کے ساتھ مل کر افغان مہاجرین کے لئے اس وقت ریلیف کمیٹی قائم کی جب اس میدان میں کوئی سرکاری ' غیر سرکاری تنظیم نہیں تھی ' مولانا نے ذاتی طور سے افغان مجاہدین کی مختلف تنظیموں کے باہمی اتحاد کے لئے انتھک کوشش کی ' اجلاس میں مرحوم کے پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کیا گیا ہے اور دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ مولانا کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے ' اس اجلاس میں ڈاکٹر نور احمد شیخ کینیڈا اور ڈاکٹر عبدالحکیم طبیبی (افغانستان کے سابق وزیر عدل) نے بھی شرکت کی ' اس کے علاوہ مولانا حسن مثنیٰ ندوی ' مسرت حسین زبیری ' پروفیسر حسنین کاظمی ' حمید الدین شاہد ' سرجن ڈاکٹر نور الٰہی ' ایس ایس جعفری ' افضال مبین ' خالد صابر ' اسماعیل سیدات ' انوار زاہد ' نائب صدر چیمبر آف کامرس ' محمد حنیف ' عبدالرحمٰن ' حاجی حبیب ' ڈاکٹر فرمان فتح پوری ' راغب مراد آبادی ' حمایت علی شاعر ' سحر انصاری ' قاضی بشیر الدین اور خالد اکرام اللہ نے شرکت کی ۔

بلادی

روزنامہ جنگ ۲۲/ فروری ۱۹۸۷ء

مولانا نور احمد کی وفات پر تعزیت

سعودی عرب میں مقیم روہانجہ برادری نے موتمر عالم اسلامی کے الدعوۃ

والارشاد کے امین العام حضرت مولانا نور احمد کی اچانک وفات پر نہایت گہرے رنج وغم کا اظہار کیا' انہوں نے کہا کہ مولانا موصوف عالم اسلام کی ایک عظیم ہستی اور مایہ ناز شخصیت تھے' انہی کی کوششوں سے برما کے مظلوم روھانجہ مسلمانوں کا مسئلہ عالمی سطح پر اٹھایا گیا' ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوگیا ہے وہ صدیوں تک پر نہیں ہوسکے گا' موصوف نے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ﷺ کی رفاقت میں تعمیر پاکستان کے لئے نمایاں خدمت انجام دی اور موصوف کا شمار معمار پاکستان میں ہوتا تھا' روھانجہ برادری نے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔

(یوسف فقیر محمد ارکانی مکہ المکرمہ سعودی عرب)

ہفت روزہ تکبیر کراچی

۱۲/فروری ۱۹۸۷ء

ممتاز عالم دین مولانا نور احمد کی وفات

ممتاز عالم دین' موتمر عالم اسلامی کے شعبہ دعوت وارشاد کے ڈائریکٹر مولانا نور احمد یکم فروری کی شب دل کے دورہ کے بعد وفات پاگئے ان کی عمر ۶۵ سال تھی' مولانا دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے اور تحریک پاکستان کے لئے کام کرنے والے صف اول کے علماء میں سے تھے' مولانا شبیر احمد عثمانی ؒ' مولانا ظفر احمد عثمانی ؒ اور مولانا مفتی محمد شفیع کے ساتھ وہ دینی وتحقیقی کام انجام دیتے رہے تھے۔ مولانا نور احمد دارالعلوم کراچی کے تاسیسی رکن اور ناظم اعلیٰ بھی رہے ادارہ دعوۃ الحق کے مدیر کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دیتے رہے اور گزشتہ ۱۵ سال سے موتمر عالم اسلامی کے شعبہ دعوت وارشاد کے ڈائریکٹر کی حیثیت سے کام کر رہے تھے' جہاد افغانستان سے وابستہ مجاہدین کی امداد کے لئے آپ نے نمایاں کام کیا اور وفات سے چند روز قبل بھی آپ اسی سلسلے کے ایک مشن

سے لوٹے تھے' مرحوم کے قائم کردہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ نے اہم ترین علمی شاہکار شائع کئے جس میں تفسیر' حدیث اور فقہ کی نایاب کتابیں شامل ہیں' مرحوم نے پسماندگان میں ایک بیوہ' ۵ لڑکے اور ۵ لڑکیاں چھوڑی ہیں۔ (ص ۲۲)

ماہنامہ البلاغ

جلد ۲۱ شمارہ ۵ جمادی الاولی ۷ ۱۴۰ھ جنوری ۱۹۸۷ء

إنا لله و إنا إليه راجعون

انتہائی غم اور افسوس کے ساتھ قارئین ''البلاغ'' کو یہ اطلاع دی جارہی ہے کہ ممتاز عالم دین موتمر عالم اسلامی کے ڈائریکٹر دعوت وارشاد اور دارالعلوم کراچی کے سابق ناظم حضرت مولانا نور احمد صاحب نور اللہ مرقدہ ۲/ جمادی الاخریٰ ۷ ۱۴۰ھ کی رات کو ساڑھے بارہ بجے دارفانی سے دارالقرار کی طرف کوچ کرگئے' إنا لله و إنا إليه راجعون مولانا مرحوم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب ﷺ کے داماد بھی تھے اور ''ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ'' کے بانی ونگران تھے آپ نے دین کی گرانقدر خدمت خاص کر قرآن عظیم اور اسلامی کتب کی اشاعت میں انجام دی۔

چونکہ اس اطلاع کے وقت ''البلاغ'' کا شمارہ پریس جانے کے لئے تیار تھا اس لئے ان کے مفصل حالات انشاء اللہ آئندہ کسی شمارہ میں قارئین کے سامنے پیش کئے جائیں گے' قارئین ''البلاغ'' سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا کی کامل مغفرت فرمائے اور ان کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے' آمین۔

ختم نبوت

معروف عالم دین اور موتمر عالم اسلامی کے شعبہ دعوت وارشاد کے ڈائریکٹر مولانا نور احمد ۲/جمادی الثانی ۱۴۰۷ھ پیر کی رات پونے بارہ بجے دل کا دورہ پڑنے کے بعد وفات پا گئے' عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام رہنماؤں نے آپ کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے اسے اسلامیان پاکستان کے لئے ناقابل تلافی نقصان قرار دیا ہے' مولانا مرحوم اس قحط الرجال کے دور میں عزم وہمت اور استقلال کا نشان تھے ادارۃ القرآن قائم کرکے کتاب وسنت کی جو گرانقدر خدمات آپ نے سرانجام دی ہیں وہ امت مسلمہ پر بہت بڑا احسان ہے' ادارہ مولانا مرحوم ﷺ کے پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہے اور توقع رکھتا ہے کہ مولانا کے خلف الرشید صاجزادگان اپنے گرامی قدر والد کے مشن کو کامیابی سے ہمکنار کرکے انکی روح تسکین پہنچائیں' اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو جنت الفردوس نصیب فرمائے ۔ آمین۔

(ادارہ)

ماہنامہ الفاروق (عربی)

فضیلة الشیخ نور احمد الیٰ رحمة الله

أجل – فقدلبی داعی ربه الأستاذ الفاضل المربی الجلیل فضیلة الشیخ نور احمد مدیر ادارة القرآن و العلوم الاسلامیه، برّد الله ثراه.

کان المرحوم من العلماء العاملین المخلصین في حقل الدعوة إلی سبحانه وتعالی، وبجهوده تخرجت مجموعة من الکتب الإسلامیة العلمیة والأثریة وله جهود جبارة في رفع رأیة العلم والتربیة، رحم الله فقیدنا العزیز وأسکنه فرادیس الجنان ورزق أهله ومحبیه الصبر والسلوان.

(الفاروق)

حیات نور ایک نظر میں

(مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب قدس اللہ سرہ کی مختصر سوانح عمری)

نام ونسب	نور احمد بن سیف الملک (العلوی)
تاریخ ومقام ولادت	۱۹۲۰ء میں برما کے صوبہ ارکان کے ضلع اکیاب میں۔
والد ماجد کی وفات	آپ ابھی نو عمر تھے کہ والد ماجد کی وفات ہوگئی اس طرح یتیمی کی سنت غیر اختیاری حاصل ہوئی۔
ابتدائی تعلیم	اکیاب کے ایک مدرسے میں۔
تحصیل علم کیلئے پہلی مرتبہ ہندوستان۔۔۔ آمد	۱۹۳۶ء میں (اس زمانہ میں شاہ جہان پور وغیرہ میں تعلیم حاصل کی)۔
والدہ ماجدہ کی علالت کی بناء پر وطن واپسی	غالباً ۱۹۴۱ء میں۔
والدہ معظمہ کی وفات	غالباً ۱۹۴۲ء میں۔
ہندوستان واپسی	غالباً ۱۹۴۴ء میں۔
دار العلوم دیوبند میں داخلہ	۱۹/شوال المکرم ۱۳۶۳ھ مطابق اکتوبر ۱۹۴۴ء

اکابر اساتذہ کرام	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی، شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب مفتی اعظم پاکستان جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی ﷺ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب گلاؤٹھی، حضرت مولانا فخر الحسن صاحب، حضرت مولانا عبدالحق صاحب بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، حضرت مولانا عبدالخالق صاحب بانی دارالعلوم کبیر والہ رحمہم اللہ تعالیٰ۔
زمانہ تعلیم کے چند رفقاء	حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب حضرت مولانا نیاز احمد صاحب بانی جامع العلوم بہاولنگر رحمہما اللہ تعالیٰ، حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب، حضرت مولانا عبدالشکور ترمذی صاحب، حضرت مولانا غلام محمد صاحب استاذ حدیث دارالعلوم کراچی متعنا اللہ تعالیٰ بفیوضھم۔
سن فراغت	شعبان المعظم ۱۳۶۵ھ
پاکستان ہجرت	۲۰ نومبر ۱۹۴۸ء کو دیوبند سے روانہ ہوکر میرٹھ بمبئی ہوتے ہوئے ۲ جنوری ۱۹۴۹ء کو کراچی پاکستان پہنچے۔
نکاح اور حضرت مفتی اعظم کی فرزندی	۲۸ شعبان ۱۳۷۰ھ (مطابق ۱۹۵۰ء) کو مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی بڑی صاحبزادی کے ساتھ آپ کا نکاح ہوا، نکاح علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

تعالیٰ نے پڑھایا۔

دارالعلوم کراچی کی تاسیس میں حضرت مفتی اعظمؒ کی معیت	۱۱ شوال ۱۳۷۰ھ بمطابق جون ۱۹۵۱ء
کورنگی میں دارالعلوم کی منتقلی	۱۵ شعبان ۱۳۷۶ھ بمطابق ۱۹۵۶ء
ناظم اعلیٰ اول کی حیثیت سے دارالعلوم کیلئے بنیادی خدمات	تقریباً تیرہ سال ۱۱ شوال ۱۳۷۰ھ مطابق جون ۱۹۵۱ء تا ۹ شعبان ۱۳۸۴ بمطابق ۱۴ دسمبر ۱۹۶۴ء۔
دارالعلوم سے استعفاء	۹ / شعبان ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۴ دسمبر ۱۹۶۴ء
تبلیغی جماعت کے ساتھ سات چلے	۱۹۶۵ء میں
مجلس دعوۃ الحق کا احیاء	۱۹۶۷ء میں
ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کی تاسیس	۱۹۷۷ء میں
شیوخ و مرشدین	مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری صاحب، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا غلام النصیر چلاسی صاحب زید مجدہم۔
تکمیل سلوک اور خلافت	غالباً ۱۹۸۶ء میں۔
تاریخ ومقام وفات	۲ جمادی الثانیہ ۱۴۰۷ھ مطابق یکم فروری ۱۹۸۷ء شب یک شنبہ ۱۲ بجکر ۴۵ منٹ پر لسبیلہ ہاؤس کراچی میں۔
مدفن	نزد مزار حضرت مفتی اعظم وشیخ عارفی رحمہما اللہ تعالیٰ قبرستان قدیم دارالعلوم کراچی پاکستان

خدمات اور کارنامے

عملی خدمات

(۱) تحریک پاکستان میں حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہما اللہ تعالیٰ کی معیت ومعاونت۔

(۲) قیام پاکستان کے بعد بورڈ آف تعلیمات اسلامیہ کی تشکیل ' قرارداد مقاصد اور اسلامی دستور وقانون کے نفاذ کے کاموں میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہم اللہ تعالیٰ اور علامہ سید سلیمان ندوی ؒ بالخصوص حضرت مفتی صاحب ؒ کا دست وبازو اور معاون بن کر شبانہ روز کاوشیں۔

(۳) تاسیس دارالعلوم کراچی میں حضرت مفتیٔ اعظم ؒ کی معیت اور اس کی تعمیر وترقی کیلئے بلند پایہ بنیادی کٹھن خدمات۔

(۴) تاسیس مجلس دعوۃ الحق (اسلام اور نظریہ پاکستان کی حفاظت اور دین حق کی دعوۃ وتبلیغ کو عام کرنے کے نقطہ نگاہ سے)

(۵) سوشلزم کے خلاف مہم اور ایک سو تیرہ علماء کے متفقہ فتویٰ کا حصول۔

(۶) ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کی تاسیس (قرآن کریم کی اعلیٰ طباعت اور عربی زبان کے قدیم علمی ذخائر جدید عصری انداز میں شائع کرنے کے مقصد کیلئے۔

(۷) مرکزی جمعیت علماء اسلام اور نظام اسلام پارٹی کیلئے مختلف اہم خدمات۔
(۸) رابطہ العالم الاسلامی اور موتمر العالم الاسلامی کے پلیٹ فارم سے عالم اسلام کیلئے آپ کی گرانقدر خدمات۔
(۹) جہاد افغانستان میں آپ کا بنیادی حصہ اور اس کے لئے ہمہ جہتی خدمات۔
(۱۰) بنگلہ زبان کو عربی رسم الخط میں ڈھالنے کی کوشش اسی سلسلے میں عربی حروف کے حامل بنگلہ ترجمہ قرآن کریم کی تیاری جسے رابطہ العالم الاسلامی نے اہتمام سے شائع کر کے کثیر تعداد میں مفت تقسیم کیا "تلك عشرة كاملة"۔

علمی خدمات:

(۱) تدریسی خدمات	:	مدرسہ دارالعلوم آرام باغ اور دارالعلوم کراچی میں ہدایہ ثالث وغیرہ۔
چند ممتاز تلامذہ	:	شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہم اور مصنف ہادی عالم (غیر منقوط سیرت) مولانا محمد ولی رازی حفظہ اللہ
(۲) خدمات افتاء	:	مدرسہ دارالعلوم آرام باغ اور دارالعلوم کراچی میں۔
(۳) تصنیفی خدمات		(۱) منتخب جامع تفسیر (۲) پردہ شرعی (۳) تلخیص اشرف السوانح (۴) دستور قرآنی

ذاكر خالد حسن هنداوی

سيذكر النور

مجاہد ملت حضرت مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ کی منقبت میں درج ذیل عربی نظم محترم جناب ڈاکٹر خالد حسن ہنداوی حفظہ اللہ تعالیٰ نے فی البدیہہ کہی ہے آپ نہ صرف قادر الکلام عربی شاعر اور بلند پایہ ادیب ہیں بلکہ ایک محقق عالم بھی ہیں جامعہ دمشق سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اس وقت یمن کی جامعہ صنعاء کے پروفیسر ہونے کے علاوہ رابطہ الادب الاسلامی العالمیہ کے رکن بھی ہیں۔ مخطوطات کی تحقیق میں بھی آپ کو بلند مقام حاصل ہے۔ افغانستان کے جہاد میں بھی بھرپور حصہ لیا اور عالم اسلام کے دوسرے حصوں میں بھی جہاد کے سلسلہ میں آپ کی گراں قدر خدمات ہیں۔

إنْ شِئْتَ تَبْحَثْ عَنْ شَهْمٍ بِذَا الزَّمَنِ
"فَنُوْرُ أَحْمَدَ" يَكْفِي مِنْ ذَوِي الفِطَنِ
حَبَاهُ رَبِّيْ مِنْ عِلْمٍ وَتَجْرِبَةٍ
مَا بَزَّ أَقْرَانَهُ فِي الْفَضْلِ وَالْمِنَنِ
أَعَدَّهُ اللهُ لِلْعُلْيَا فَارْتَفَعَتْ
يَدَاهُ تَبْنِي بِنَاءَ الْحَاذِقِ الْمَرِنِ
كَمْ مَعْهَدٍ فِيْ كَرَاجِي السِّنْدِ أَسَّسَهُ
وَدَارَ إِفْتَاءٍ وَإِمْدَادَ الْعُلُوْمِ عُنِي
وَكَمْ كِتَابٍ رَاحَ مُنْتَشِرًا
بِفَضْلِهِ مِنْ شُرُوْحِ الذِّكْرِ وَالسُّنَنِ
وَمَوْقِفٍ صَارِمٍ ضِدَّ الْعَدُوِّ بَدَتْ
فِيْهِ الْمَبَادِيُ فِيْ سِرٍّ فِيْ عَلَنٍ

وصرخة الحق قد دوت بدعوته
فِى مَجلسٍ ضمّ أعلامًا ذوى لَسَن
أحــكامُ قــرآننا إعــلاءُ سُنّتنا
كَذَا المُصنّفُ والمَبْسُوط مِنْ زَمَن
كَذا المُحيطُ و مَخطُوطاتُ قدْ سبقتْ
فَحُقّقتْ بِعيُونِ القَلْبِ والأذُنِ
أبْناءُه الغُرُّ قدْ سارُوا بسِيرَته
فَاستَنْبَطُوا الدُّرَّ مِنْ أصْدافِ مُسْتكِن
مِنهُمْ أمِينٌ رَشِيدٌ قَاسِمٌ شَرُفُوْا
كَـــذا نَعِيمٌ فَهِيْمٌ هَيَّجا شَجَنِى
قَدْ كُنْتُ أعرِفُ طَوْدًا قَدْ سَمَا وَحَمى
مَا ذَا به الــيَوْمَ مَطْوِيًا مَعَ الكَفَنِ
وتلْكَ دُنْيا الوَرى لا بُدَّ زَائِلَةٌ
يَبْقَـى الإلــهُ ويَفْنى الكَوْنُ فِى زَمَن
يَا رَحْمَةَ اللهِ صبّى الــغَيْثَ مُنْهَمِرًا
على ضَرِيْحِ الهُدى مِنْ فَيْضِكِ الهَتَن
ويَا مَلائِكُ جنَّاتِ الخُلُوْدِ أوَى
إلَيْكُمْ فَأعِدُّوْا أهْنَأ الــسَّكَن
سَيُذْكَرُ الــنُّوْرُ فِى الأزْمَانِ مَا طَلَعَتْ
شَمْسٌ وَأنْشَدَ صَدَّاحٌ عَلــى فَنَن

آخری عرض

الحمدللہ حضرت مولانا نور احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کو جانی ومالی ہر طرح کے حقوق کی ادائیگی کا بڑا اہتمام تھا۔ پھر بھی نادانستہ طور پر متعلقین میں سے کسی کا کوئی جانی ومالی حق ان کے ذمہ رہ گیا ہو تو معاف فرما کر اجر عظیم کے مستحق ہوں۔ ثبوت کی صورت میں یا اطمینان ہونے پر کسی بھی طرح کے مالی حق کی تلافی کیلئے راقم سمیت حضرت مولانا مرحوم کے تمام ابناء دل وجان سے تیار ہیں واللہ الموفق۔

حق تعالیٰ شانہ حضرت مولانا مرحوم کی بال بال مغفرت فرما کر ان پر کروڑہا رحمتیں نازل فرمائے اور جنت الفردوس میں ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ہر طرح کے فتنوں سے بچا کر اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے جملہ قارئین سے بھی اسی دعا کی درخواست ہے۔

آخر میں یہ ناکارہ راقم اللہ جل شانہ کا لاکھ لاکھ شکر گزار ہے کہ اس نے اپنے ایک مقبول بندے کی سوانح اور اس کے حالات وکمالات کو منظر عام پر لانے کی توفیق بخشی' اللہ تعالیٰ قبول فرما کر مقبول بنائے آمین۔

جہاں تک اس مقبول بندے کی علمی وعملی خدمات اور اس کے محاسن وکمالات کے احاطے کا تعلق ہے اس سلسلے میں احقر کو اپنی بے مائیگی اور تنگ دامانی کا احساس ہی نہیں مکمل اعتراف ہے۔

دامان نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار
گلچیں بہار تو زداماں گلہ دارد

اس سوانح کے تاخیر سے منظر عام پر آنے کی متعدد وجوہ میں سے ایک بڑی وجہ ٹائپ اور تصحیح کے تمام کٹھن مراحل کے بعد آخری پروف حاصل کرنے سے

ذرا پہلے کمپیوٹر کی خرابی کی بناء پر "تمام کام کا ضائع ہونا اور نئے سرے سے ٹائپ اور تصحیح کی درد سری" بھی ہے۔ اللہ پاک اس تاخیر کو "دیر آید درست آید" کا بہترین مصداق بناکر اس تالیف کو ناکارہ کی نسبت سے حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اور اداء حقوق میں کوتاہی کی تلافی کا ذریعہ بنا دے وما ذلك على الله بعزيز.

والحمدلله الذی بنعمة تتم الصالحات وعلى رسوله افضل الصلوات والتسليمات وعلى أصحابه الطيبين وأزواجه الطاهرات.

احقر

رشید اشرف سیفی

عفا اللہ عنہ

شعبان ۱۴۱۶ھ

بمطابق جنوری ۱۹۹۵ء

ادارۃ القرآن کراچی کے
شائع کردہ
چند علمی جواہر پارے

إعلاء السنن

تأليف

المحدث الناقد العلامة مولانا ظفر احمد العثمانی التهانوی رحمه الله

على ضوء ما أفاده

حكيم الأمة الإمام الفقيه الداعية الكبير مولانا الشيخ أشرف على التهانوى

طبعة جديدة مصححة مرقمة الأحاديث
محتوية على الفهارس الموضوعية لجميع المجلدات

حققه وعلق عليه

محمد تقی العثمانی

قاضی التميز الشرعی بالمحكمة العليا الباكستان
ونائب رئيس دار العلوم كراتشی

جدید ایڈیشن فہارس کے ساتھ ۲۲ اجزاء ۱۸ مجلد

إدارة القرآن والعلوم الإسلامية

كراتشی باكستان

عالم اسلام میں پہلی بار ۱۲ جلد فہارس کے ساتھ اعلیٰ ایڈیشن

شرح الطيبي

على

مشكاة المصابيح

المسمّى بـ

الكاشف عن حقائق السنن

الإمام الكبير شرف الدين حسين بن محمد بن عبد الله الطيبي المتوفى سنة ٧٤٣هـ

حقق نصوصه وقابل نسخه الخطية

المفتي عبد الستار — نعيم أشرف

محب الله — شبير أحمد

بديع السيد اللحام

أول طبعة كاملة في ١٢ مجلداً مع الفهارس

ناشر

إدارة القرآن والعلوم الإسلامية

۴۳۷/د، گارڈن ایسٹ، کراچی ۵، پاکستان

أحكام القرآن

تأليف

المحدث الناقد العلام مولانا ظفر احمد العثماني التهانوي رحمه الله

على ضوء ما أفاده

حكيم الأمة الإمام الفقيه الداعية الكبير مولانا الشيخ أشرف علي التهانوي رحمه الله

٥ مجلد

مع حصہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

وحضرت مولانا ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

إدارة القرآن والعلوم الإسلامية

للطباعة والنشر والتوزيع والتصدير

٤٣٧ / د، گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی ۵ پاکستان

فون ٧٢٦٤٨٨ ، ٧٧٣٣٦٨٨

الهداية

شرح

بداية المبتدي

للإمام برهان الدين أبي الحسن علي بن أبي بكر المرغيناني

رحمه الله تعالى المتوفى ٥٩٣ھ

مع

شرح العلامة عبد الحي اللكنوي

رحمه الله تعالى المتوفى ١٣٠٣ھ

٨ جلد عربی ٹائپ پر عالم اسلام میں پہلی بار

اعتنى بإخراجه وتنسيقه وتخريج أحاديثه من نصب الراية والدراية

نعيم أشرف نور أحمد

من منشورات

إدارة القرآن والعلوم الإسلامية

٤٣٧- دی، گارڈن ایسٹ، کراچی ۵، پاکستان

مجموعة رسائل الكشميري

رياض

- ❊ فصل الخطاب في مسألة أم الكتاب
- ❊ نيل الفرقدين في مسألة رفع اليدين
  مع حاشيته "بسط اليدين"
- ❊ كشف الستر عن صلاة الوتر
- ❊ عقيدة الإسلام مع حاشيته "تحية الإسلام"
- ❊ مرقاة الطارم لحدوث العالم
- ❊ ضرب الخاتم على حدوث العالم
- ❊ التصريح بما تواتر في نزول المسيح
- ❊ إيناس بإتيان إلياس عليه السلام
- ❊ مشكلات القرآن مع مقدمته "يتيمة البيان"
- ❊ إكفار الملحدين في ضروريات الدين

امام العصر المحدث الحافظ الشيخ

محمد انور شاه الكشميري

ولد ١٢٩٢ وتوفي ١٣٥٢ ھ

رحمه الله تعالى

۴ جلد عربی ٹائپ پر عالم اسلام میں پہلی بار

الناشر

المجلس العلمي

كراتشى

إخراج وتوزيع

ادارة القرآن والعلوم الاسلامية

٤٣٧/ دى گارڈن ايسٹ لسبيله كراتشى

الفتاوى

التاتارخانية

للعلامة عالم بن العلاء الانصاري الاندربتي الدهلوي الهندي

(المتوفى سنة ٧٨٦)

قام بتحقيقه القاضي سجاد حسين
رئيس المدرسة العالية
جامع فتحپوري دهلي الهند

٥ جلد

من منشورات
إدارة القرآن والعلوم الاسلامية
أشرف منزل د/٤٣٧، كاردن ايست، كراتشي، باكستان

پاکستان میں پہلی بار ۱۲ جلد فہارس کے ساتھ اعلیٰ ایڈیشن

المصنف | المصنف | المصنف | المصنف | المصنف | المصنف | المصنف | المصنف | المصنف | المصنف | المصنف | المصنف
فهارس

مُصَنَّف عبدِ الرزّاق

۱ ۲ ۳ ٤ ٥ ٦ ۷ ۸ ۹ ۱۰ ۱۱ ۱۲

المجلس العلمي
إدارة القرآن

الديباج

على صحيح مسلم بن الحجاج

تأليف

جلال الدين عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی

تحقیق

بدیع السید اللحام

۲ جلد میں پہلی بار تحقیق کے ساتھ

إدارة القرآن والعلوم الإسلامية

٤٣٧/ دی گاردن ایسٹ کراچی ٥ پاکستان

۳۱ اجزاء میں پاکستان میں پہلی بار

المبسوط للسرخسي

طبعة ممتازة

تأليف

الإمام الكبير أبي بكر محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة السرخسي رحمه الله

كتاب جمع فأوعى وأحاط بالنوادر والأشباه والنظائر
استخرجه من بحار كتب ظاهر الرواية وأبرز دقائقها وكنوزها مع حل غوامضها

الجزء الحادي عشر

اللقيط ، الإباق ، المفقود ، الغصب ،

الوديعة ، العارية ، الشركة ، كتاب الصيد

من منشورات

إدارة القرآن والعلوم الإسلامية

أشرف منزل د/٤٣٧ گارڈن ایسٹ ، کراتشی ٥ ، باکستان

تلفون ٧١٦٤٨٨

فقہ حنفی کا عظیم الشان انسائیکلوپیڈیا۔ مکمل تقابل نسخ کے ساتھ عالم اسلام
میں پہلی بار انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو گا۔

الموسوعة العظيمة نادرة الوجود للفقه الإسلامي

المحيط البرهاني

جمع فيه مسائل المبسوط والجامعين والسير والزيادات ومسائل النوادر
والفتاوى والواقعات مدللة بدلائل المتقدمين رحمهم الله

تأليف

الإمام العلامة الصدر برهان الدين أبو المعالي محمود بن صدر الشريعة تاج الدين أحمد
بن الصدر البرهان الكبير عبد العزيز بن مازه الشهيد البخاري رحمهم الله
المجتهد في المسائل من الطبقة الثانية في الفقهاء

٥٥١هـ / ١٥٦م — ٦١٦هـ / ١٢١٩م

من منشورات
إدارة القرآن والعلوم الإسلامية
أشرف منزل د/٤٣٧ گارڈن ایسٹ، کراتشی ٥، پاکستان
تلفون ٧٢١٦٤٨٨

ادارۃ القرآن کی بعض مفید کتب

* .... جدید فقہی مباحث مجاہد الاسلام قاسمی ۵ جلد ....
* .... اسوۂ رسول اکرم ﷺ ڈاکٹر عبدالحیٔ جدید اردو 'انگریزی ....
* .... احکام میت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب ....
* .... تحفہ افواج اسلام کرنل فیوض الرحمٰن ۲ جلد ....
* .... بائبل قرآن سائنس اردو ثناء الحق صدیقی اردو 'انگریزی ....
* .... متاع نور (سوانح مولانا نور احمد صاحب رحمہ اللہ) زیر طبع ....
* .... درس ترمذی مولانا تقی عثمانی ۳ جلد ....
* .... رہنمائے سعادت تلخیص کیمیائے سعادت سید رضی الدین رحمہ اللہ .
* .... دور نبوی کا نظام حکومت (عہد نبوی کا اسلامی تمدن) ....
* .... درود شریف کے فضائل و آداب (القول البدیع سخاوی) ....
* .... مسند ابی داؤد طیالسی مترجم اردو ۲ جلد ....
* .... معلم الحجاج مولانا سعید احمد طبع کمپیوٹر ۲ رنگہ اعلیٰ ....
* .... نبیوں کی سچی کہانیاں سید رضی الدین صاحب رحمہ اللہ ....
* .... آئینہ سلوک جناب نثار احمد خان ....
* .... نماز مترجم مع مسنون دعائیں ....
* .... تلخیص حجۃ اللہ البالغہ سید رضی الدین احمد صاحب رحمہ اللہ ....
* .... صحبت کے اثرات سید رضی الدین احمد صاحب رحمہ اللہ ....
* .... طریقہ حج و عمرہ مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب ....
* .... JESUS پیغمبر اسلام حضرت عیسیٰ علیہ السلام ....